

مطالعہ پاکستان (لازمی)

کوڈ نمبر: 202

میٹرک

یونٹ: 1 تا 12



شعبہ مطالعہ پاکستان

کوڈ نمبر 202

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

ایڈیشن اول	_____	1996ء
نظر ثانی ایڈیشن	_____	2006ء
اشاعت تیسویں	_____	2019ء
تعداد اشاعت	_____	28,750
قیمت	_____	100 روپے
نگران طباعت	_____	پرنٹنگ پریس آپریشن کمیٹی
طابع	_____	عرفان، فرقان، عدنان پرنٹرز لاہور
ناشر	_____	علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

فہرست مضامین

عنوان

کورس کا تعارف

پیش لفظ

یونٹ نمبر ۱۔ برصغیر میں مسلم دور

یونٹ نمبر ۲۔ تحریک پاکستان - ۱ (۱۸۷۵ء تا ۱۹۱۵ء)

یونٹ نمبر ۳۔ تحریک پاکستان - ۱۱ (۱۹۱۶ء تا ۱۹۳۹ء)

یونٹ نمبر ۴۔ تحریک پاکستان - ۱۱۱ (۱۹۳۰ء تا ۱۹۴۷ء)

یونٹ نمبر ۵۔ ارض پاکستان

یونٹ نمبر ۶۔ پاکستان کی ریاست اور حکومت

یونٹ نمبر ۷۔ پاکستان کے وسائل - ۱

یونٹ نمبر ۸۔ پاکستان کے وسائل - ۱۱

یونٹ نمبر ۹۔ پاکستان کی آبادی اور ثقافت و معاشرت

یونٹ نمبر ۱۰۔ پاکستان بطور ایک فلاحی مملکت

یونٹ نمبر ۱۱۔ ماحولیات

یونٹ نمبر ۱۲۔ پاکستان اور عالمی برادری

کورس ٹیم

پروفیسر جاوید اقبال سید

شمینہ امان

ڈاکٹر عابدہ کلثوم

ڈاکٹر امان اللہ میمن

بشیر احمد طاہر

زابدہ قاضی

ڈاکٹر شمینہ اعوان

اختر اقبال یوسف زئی

شمینہ امان

ڈاکٹر سید مجاور حسین شاہ

عبدالحمید رانھور

ڈاکٹر رشید نعیم

ڈاکٹر امان اللہ میمن

بشیر احمد طاہر

ڈاکٹر سلمان ہمایوں

شمینہ امان

بشیر محمود اختر

عفت پرویز

اعجاز احمد

شمینہ امان

چیئر مین

مؤلف

تحریر

نظر ثانی

ایڈیٹر

ڈیزائنر

کورس رابطہ کار

کورس کا تعارف

مطالعہ پاکستان (لازمی) میٹرک کی سطح کا کورس ہے۔ اس کورس میں کوشش کی گئی ہے کہ طلبہ کو پاکستان کی تاریخ، جغرافیہ، سیاست، اقتصادیات، معاشرت اور خارجہ تعلقات کے متعلق تفصیلی معلومات فراہم کی جائیں۔ جیسا کہ فاصلاتی نظام تعلیم میں طلبہ اپنے طور پر مطالعہ کرتے ہیں اس لئے اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ عام فہم زبان استعمال کی جائے۔ اگر کہیں مشکل الفاظ استعمال کئے گئے ہیں تو یونٹ کے آخر میں ان الفاظ کی تشریحات دی گئی ہیں۔

یہ کورس بارہ یونٹوں پر مشتمل ہے۔ پہلے یونٹ میں برصغیر میں اسلام کی آمد اور مسلم دور کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے۔ دوسرے یونٹ میں جنگ آزادی کے اسباب و واقعات کے ساتھ ساتھ ۱۸۵۷ء سے لے کر ۱۹۱۵ء تک پیش آنے والے اہم واقعات بتائے گئے ہیں۔ یونٹ نمبر ۳ میں ۱۹۱۶ء اور ۱۹۳۹ء کے درمیان جدوجہد آزادی کے لئے کی گئی کوششوں کا ذکر ملتا ہے۔ یونٹ نمبر ۴ میں قرارداد پاکستان سے لے کر قیام پاکستان تک کے واقعات کے ساتھ پاکستان کے قیام کے بعد ابتدائی مسائل کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ یونٹ نمبر ۵ پاکستان کی جغرافیہ کے متعلق ہے جس میں مختلف سطح ارض اور موسمی تبدیلیوں کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ یونٹ نمبر ۶ پاکستان میں آئین سازی کے لئے کی گئی کوششوں کے جائزے پر مشتمل ہے، اس کے ساتھ تینوں دستاویز کی تفصیل اور وقتاً فوقتاً ملک میں رونما ہونے والی سیاسی تبدیلیوں کا ذکر بھی موجود ہے۔

یونٹ نمبر ۷ اور ۸ پاکستان کے قدرتی وسائل، صنعتی وسائل اور تجارت کے متعلق ہے اس میں زرعی وسائل اور زرعی شعبے کو درپیش مسائل کا ذکر بھی موجود ہے۔ یونٹ نمبر ۹ ملک کی آبادی، آبادی کی خصوصیات، نقل مکانی اور اس کے اثرات کے متعلق بتانے کے ساتھ پاکستان کی ثقافت و معاشرت کا تفصیل سے جائزہ لیا جا رہا ہے۔ یونٹ نمبر ۱۰ دو حصے میں ایک میں فلاحی مملکت کا مفہوم اور اس کے فرائض بتائے گئے ہیں جبکہ یونٹ کے دوسرے حصے میں تعلیم اس کی اقسام و مدارج اور مسائل کا ذکر کیا گیا ہے۔ یونٹ ۱۱ ماحول کے متعلق ہے کہ یہ کس طرح آلودگی کا شکار ہو رہا ہے اس کو صاف رکھنے کے لیے لوگوں کو کس طرح باشعور کیا جاسکتا ہے۔ آخری یونٹ یعنی یونٹ نمبر ۱۲ میں دنیا کے مختلف ممالک کے ساتھ پاکستان کے تعلقات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ اقوام متحدہ اور اس کے اداروں اور کارکردگی کا بھی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ ہمارے طلبہ اس کورس سے خاطر خواہ مستفید ہوں گے۔ میں آخر میں اپنے تمام احباب کا شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے اس کورس کی تیاری میں میری مدد کی اور خاص طور پر ڈاکٹر چانسلر پروفیسر جاوید اقبال سید کی بے حد مشکور ہوں جن کی رہنمائی میں یہ کورس پایہ تکمیل کو پہنچا۔

شکریہ۔

شمینہ امان
کورس رابطہ کار

پیش لفظ

مطالعہ پاکستان ایک کثیر المضامین (Multi Disciplinary) نوعیت کا مضمون ہے۔ مطالعہ پاکستان میں ہم پاکستان کی تاریخ و جغرافیہ، تہذیب و ثقافت، اقتصادیات و سماجیات، اندرونی و بیرونی سیاسیات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

کسی بھی ملک کے شہری کے لیے اپنے وطن کا ہمہ جہتی مطالعہ نہایت ضروری ہے کیونکہ جب تک آپ اپنے وطن کے جغرافیائی، اقتصادی، معاشرتی، سیاسی اور تاریخی پس منظر سے واقفیت نہیں رکھتے تب تک آپ ملک کے مسائل کا نہ صرف ادراک کرنے سے قاصر رہتے ہیں بلکہ اس کی ترقی میں مؤثر کردار بھی ادا نہیں کر سکتے۔

اس اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے مطالعہ پاکستان کے مضمون کو مختلف سطح پر لازم پر قرار دیا گیا ہے۔ مطالعہ پاکستان، میٹرک سطح کی نظر ثانی شدہ یہ کتاب آپ کے پیش نظر ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ مذکورہ کورس کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ کو پاکستان کے سماجی، معاشرتی اور سیاسی اداروں کے متعلق اہم معلومات حاصل ہو سکیں گی۔

وائس چانسلر

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

بر صغیر میں مسلم دنور

تحریر بشیر احمد طاہر
نظر ثانی سید مجاور حسین شاہ

ایس یونٹ میں آپ دو قسماً از اسلام بر صغیر کی سیاسی، معاشی اور مذہبی صورت حال کے بارے میں بتایا جائے گا۔ پھر بر صغیر میں مسلم معاشرے کی ابتدا، ارتقاء اور اس کے زوال کے مختلف مراحل سے آگاہ کیا جائے گا۔ اس مقصد کے لئے سب سے پہلے بر صغیر میں مسلمانوں کی آمد اور اشاعت اسلام کے سلسلے میں مسلمان تاجروں، فاتحین و سلاطین اور صوفیاء کی خدمات کا ذکر کیا جائے گا۔ پھر حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تحریکوں کا جائزہ لیا جائے گا۔ اس کے بعد بر صغیر میں اسلام کے اثرات پر روشنی ڈالی جائے گی اور آخر میں بر صغیر کے مسلم دور حکومت کے زوال اور خاتمے کے اسباب کا تجزیہ پیش کیا جائے گا۔

یونٹ کے مقاصد

- ۱۔ اس یونٹ کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ قبل از اسلام بر صغیر کی سیاسی، معاشی اور مذہبی صورت حال بیان کر سکیں۔
- ۲۔ بر صغیر میں اسلام کی آمد اور ارتقاء کی بنیاد اور اس سلسلے میں مسلمان تاجروں، فاتحین و سلاطین اور صوفیاء کے کردار کے بارے میں تفصیل سے بتا سکیں۔
- ۳۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کی اصلاحی تحریکوں کے پس منظر اور نتائج پر بحث کر سکیں۔
- ۴۔ بر صغیر میں اسلام کے اثرات بیان کر سکیں۔
- ۵۔ بر صغیر میں مسلم دور حکومت کے خاتمے کے اسباب تحریر کر سکیں۔

فہرست مضامین

2	یونٹ کا تعارف
2	یونٹ کے مقاصد
4	۱۔ برصغیر قبل از اسلام
4	۱۶۱۔ سیاسی حالات
5	۱۶۲۔ معاشرتی صورت حال
6	۱۶۳۔ معاشی حالات
7	۱۶۴۔ مذہبی حالت
8	۱۶۵۔ خود آزمائی نمبر ۱
8	۲۔ برصغیر میں مسلم معاشرے کا قیام اور ارتقاء
8	۲۶۱۔ تاجروں کا کردار
9	۲۶۲۔ فاتحین و سلاطین کا کردار
11	۲۶۳۔ صوفیاء اور مشائخ کا کردار
11	۲۶۴۔ حضرت مجدد الف ثانی کی خدمات
13	۲۶۵۔ حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کی تحریک
14	۲۶۶۔ خود آزمائی نمبر ۲
15	۳۔ برصغیر میں اسلام کے اثرات
16	۳۶۱۔ خود آزمائی نمبر ۳
17	۳۔ برصغیر میں مسلم دور حکومت کا اختتام
18	۳۶۱۔ مسلمانوں کے زوال کے اسباب
19	۳۶۲۔ خود آزمائی نمبر ۴
21	۵۔ تشریحات
	۶۔ جوابات

۱۔ برصغیر قبل از اسلام

- برصغیر میں مسلمانوں کی آمد سے پہلے کے حالات کا مطالعہ کرنے سے جویاسی، جغرافیائی، معاشرتی اور ثقافتی صورت حال سامنے آتی ہے، اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل پانچ نکات میں پیش کیا جاسکتا ہے۔
- ۱۔ اس وقت برصغیر ایک ملک نہیں تھا بلکہ بہت سی جاگیروں اور ریاستوں میں بٹا ہوا خطہ تھا۔
 - ۲۔ اس وقت یہاں کے لوگ قومیت کے مغربی تصور سے واقفیت نہیں رکھتے تھے اور نہ ان میں قومی یک جہتی پائی جاتی تھی۔
 - ۳۔ یہ علاقہ قدرتی طور پر بہت سے جغرافیائی خطوں میں بٹا ہوا تھا۔
 - ۴۔ شمالی ہندوستان اور جنوبی ہندوستان میں ایک نمایاں فرق پایا جاتا تھا اور یہ دونوں الگ الگ جمیوں کے حامل تھے۔
 - ۵۔ اس علاقے کے لوگ اپنی تہذیبی قدروں سے نا آشنا ہو چکے تھے اور معاشرتی منزل اپنے عروج پر پہنچ چکا تھا۔ مسلمانوں کی آمد سے اس علاقے میں تہذیبی قدریں پھر سے زندہ ہو گئیں۔
- آئیے! اب ذرا تفصیل سے قبل از اسلام برصغیر کے حالات کا جائزہ لیں۔

۱۶۱۔ سیاسی حالات

- ۱۔ برصغیر کا خطہ مجموعی طور پر بد نظمی، لاقانونیت، سیاسی انتشار اور خود مختاری سے رجحانات کا شکار تھا۔ کوئی ایک مرکزی حکومت قائم نہ تھی۔ زمینداریاں، جاگیریں اور ریاستیں الگ الگ سیاسی اکائیوں کی شکل میں موجود تھیں۔ طاقت آزمائی اور لڑائی جھگڑے عام تھے اور عوام میں قومی یک جہتی نام کی کوئی چیز نہ پائی جاتی تھی۔
- ۲۔ جغرافیائی اور طبعی لحاظ سے برصغیر ایک وسیع و عریض خطہ تھا جس میں مختلف اقسام کی جغرافیائی اکائیاں شامل تھیں۔ اس کے علاوہ شمالی اور جنوبی ہندوستان میں مختلف قسم کی قدرتی رکاوٹیں بھی پائی جاتی تھیں۔
- ۳۔ تہذیبی لحاظ سے بھی شمالی اور جنوبی ہندوستان میں نمایاں امتیاز پایا جاتا تھا۔ زبان، مذہب، فن تعمیر، فنون لطیفہ، لباس، خوراک، غرضیکہ ہر ایک شے میں اختلاف تھا۔

۱۶۲۔ معاشرتی صورت حال

- ۱۔ مسلمانوں کی آمد سے قبل ہندوستانی معاشرہ مختلف طبقوں میں بٹا ہوا تھا۔ ذات پات کی تمیز اور امیر غریب کا فرق عام

تھا۔ برصغیر کے ہندو مندرجہ ذیل طبقوں میں تقسیم تھے۔

۱۔ برہمن ۲۔ ... ۳۔ ویش ۴۔ شودر۔ وہ اپنے علاوہ دوسروں کو اچھوت یا لمبھ یعنی ناپاک سمجھتے تھے۔

• طبقاتی نظام کی وجہ سے بہت سی معاشقی مسائل پیدا ہو گئے تھے اور ظلم و ستم اور اخلاقی پستی عام ہو گئی۔ عدم مساوات نے باہمی نفرتوں اور دشمنیوں کو فروغ دیا۔

۳۔ معاشرے میں طرح طرح کی بری رسمیں اور غیر انسانی قد ریں عام تھیں۔ بچپن کی شادیاں، کثرت ازدواج، سستی اور

خودکشی کی رسوم، سود خوری، قمار بازی اور شراب نوشی جیسے اور بہت سے دیگر اخلاقی جرائم بھی پائے جاتے تھے۔

۴۔ ہندو معاشرے میں عورت کو انتہائی کم تر اور حقیر مخلوق خیال کیا جاتا تھا۔ وہ بچپن سے بڑھاپے تک مردوں کے

رحم و کرم پر رہتی اور اگر خاوند مر جاتا تو اسے بھی اس کے ساتھ زندہ جلادیا جاتا۔ (اس رسم کو سستی کرنا کہتے ہیں) یا وہ

تمام عمر بیوہ رہتی۔ اس کے علاوہ وہ مختلف معاشرتی مظالم کا شکار رہتی۔

۵۔ ہندوؤں کا طرز زندگی اور رہن سہن بھی عام طور پر حفظانِ صحت کے بنیادی اصولوں کے مطابق نہیں ہوتا تھا۔

۶۔ مذہبی اور عمومی تعلیم حاصل کرنے کا حق صرف برہمنوں اور اونچی ذات کے ہندوؤں کو حاصل تھا۔

۷۔ ہندو اپنے تعلیمی تعصب کی وجہ سے دوسری قوموں کے علوم سے فائدہ نہیں اٹھاتے تھے۔

۸۔ سنسکرت ہندوؤں کی علمی زبان تھی۔

۹۔ برصغیر کا معاشرہ بنیادی طور پر ایک دیسی معاشرہ تھا۔ زراعت، کھیتی باڑی، گلہ بانی اور زرعی شعبے سے متعلقہ دوسرے

پیشوں کے ساتھ ساتھ تجارت اور دستکاریاں معاشی سرگرمیوں میں شامل تھیں۔

۱۶۳۔ معاشی حالت

۱۔ مسلمانوں کی برصغیر میں آمد سے پہلے یہاں کے عوام کی معاشی حالت خاصی غیر تسلی بخش تھی۔ دولت اور دیگر ذرائع

پیداوار پر برہمنوں، ساہوکاروں اور جاگیرداروں کا قبضہ تھا، جبکہ عوام انتہائی غربت کا شکار تھے۔ انہیں دو وقت کی

روٹی اور لباس تک بھی میسر نہیں تھا۔ چھوٹے زمینداروں اور تاجروں کا وجود نہ ہونے کے برابر تھا۔ سودی نظام کی

وجہ سے طبقاتی معاشرے کو استحکام حاصل تھا۔ معاشی جرائم، جوا، قمار بازی، بددیانتی، ملاوت، رشوت

اور جائز و ناجائز ذرائع سے دولت کے حصول کی خواہش نے معاشرتی پستی اور بے شمار دوسری خرابیاں پیدا کر دی

تھیں۔

۲۔ برصغیر کی آبادی کا کثیر حصہ زراعت پیشہ تھا کیونکہ یہ بنیادی طور پر ایک زرعی علاقہ تھا۔ یہاں کاشت کی جانے والی

بڑی فصلوں میں گندم، کپاس، چاول، گنا، دالیں، جو، باجرہ وغیرہ شامل تھیں۔ برصغیر میں اس دور میں تجارت کا انحصار زیادہ تر اچھی فصلوں سے وابستہ تھا۔ زراعت نے برصغیر میں ایک زرعی معاشرہ جنم دیا۔ دیہات قائم ہوئے۔

زمینداریاں اور جاگیریں وجود میں آئیں اور معاشی لوٹ کھسوٹ کا طویل سلسلہ جاری ہوا۔ اس دور میں کھیتی باڑی زیادہ تر دریاؤں کے ارد گرد ہوتی تھی۔ زرعی ترقی نہ ہونے کے برابر تھی۔ کھیتی باڑی اور زمینوں کی آباد کاری کسانوں کا کام تھا اور تمام زرعی ضروریات کی فراہمی بھی ان کے ذمے ہوتی تھی حالانکہ وہ بے حد غریب ہوتے تھے۔ زمین دارین زمینوں کی آباد کاری میں دلچسپی نہیں لیتے تھے۔

۳۔ برصغیر میں تجارت اور کاروبار زیادہ تر ویش ذات کے لوگوں کے ہاتھ میں ہوتا تھا جو نسل در نسل اس کام میں مہارت حاصل کرتے گئے۔ ان کے تجارتی قافلے روم، یونان، چین، مصر اور عرب تک جاتے۔ یہ تجارت زیادہ تر بحری راستوں کے ذریعے سے ہوتی۔ ملک میں اس وقت کئی بندر گاہیں بن چکی تھیں لیکن مالابار اور دیبل کی بندر گاہیں مسلمانوں کی آمد کے وقت قابل ذکر تھیں۔ اندرون ملک تجارت کا نظام بھی خاصا وسیع ہو چکا تھا اور ملک کے مختلف علاقوں اور شہروں کے درمیان باہمی تجارتی رابطے قائم ہو چکے تھے۔

اس دور میں برصغیر کی تجارت کا زیادہ تر انحصار زرعی اجناس اور بنیادی ضرورت کی اشیاء پر تھا۔ صنعتی لحاظ سے اس وقت برصغیر خاصا پس ماندہ تھا اور یہاں کوئی قابل ذکر صنعت نہیں تھی۔ تاہم دستکاریوں اور گھریلو سطح پر مختلف اشیاء ضرورت تیار کرنے کا رواج پایا جاتا تھا اور ہاتھ سے بنی ہوئی ان اشیاء کی تجارت بھی ہوتی تھی۔

۱۶۴۔ مذہبی حالت

- ۱۔ اسلام کی آمد سے قبل برصغیر میں جن مذاہب کی پیروی کی جاتی تھی، ان میں ہندومت، بدھ مت اور جین مت نمایاں مقام رکھتے ہیں۔
- ۲۔ بت پرستی اور دیوی، دیوتاؤں کی پرستش ہندوؤں میں عام تھی۔ مسلمانوں کی برصغیر میں آمد کے وقت یہاں نو کروڑ سے زائد دیوتاؤں یا بتوں کی عبادت کی جاتی تھی۔ شیو، وشنو اور برہما ہندوؤں کے سب سے بڑے دیوتا تھے۔ اس وقت ملتان بت پرستی کا سب سے بڑا مرکز تھا اور اسے مول دیوتا کا مقام سمجھا جاتا تھا۔
- ۳۔ بت پرستی کے ساتھ ساتھ ہندوؤں میں آباء پرستی بھی رائج تھی۔ والدین کی پوجا کی جاتی۔ خاندان کے بزرگ پوجائے لائق ہوتے تھے۔ کسی ممتاز فرد کے مرجانے پر اسے دیوتا کی حیثیت حاصل ہو جاتی۔ اونچی ذات کے برہمن بھی بچی ذاتوں کے لئے دیوتا کا درجہ رکھتے تھے۔ ہندوؤں کو بہت زیادہ انتیارات حاصل ہوتے تھے اور یہ اقتدار پر بھی جمائے رہتے تھے۔

۱۶۵۔ خود آزمائی نمبر ۱

سوال۔ خالی جگہیں پر کریں۔

- ۱۔ مسلمانوں کی آمد سے قبل برصغیر ایک نہیں تھا بلکہ بہت سی اور میں بٹا ہوا تھا۔
- ۲۔ سنسکرت کی علمی زبان تھی۔
- ۳۔ برصغیر کا معاشرہ بنیادی طور پر ایک تھا۔
- ۴۔ اسلام کی آمد سے قبل برصغیر میں جن مذاہب کی پیروی کی جاتی تھی ان میں اور شامل تھے۔
- ۵۔ اسلام کی آمد سے قبل ملتان کا سب سے بڑا مرکز تھا۔

۲۔ برصغیر میں مسلم معاشرے کا قیام اور ارتقاء

برصغیر پاک و ہند میں مسلم معاشرے کے قیام اور ارتقاء کو اس خطے کی معاشرتی تاریخ کا ایک طویل اور سنہرے باب قرار دیا جاتا ہے کیونکہ اس دور میں اس خطے کے باسیوں کی روحانی، فکری، معاشرتی، معاشی اور سیاسی زندگی پر اس قدر گہرے اثرات مرتب ہوئے کہ ان کی واضح چھاپ نہ صرف دور حاضر میں بلکہ آئندہ زمانوں میں بھی نظر آتی رہے گی۔ برصغیر میں اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھنے والوں میں دوسرے ممالک سے آنے والے اور مقامی سطح پر اسلام قبول کرنے والے، دونوں قسم کے افراد شامل ہیں۔ جن افراد یا گروہوں نے اس کام میں نمایاں کردار ادا کیا، ان میں مسلمان تاجر، سیاح، صوفیاء، علماء و مشائخ، فاتحین اور سلاطین سبھی شامل ہیں۔ اس کام کی تکمیل ایک طویل عرصے تک جاری رہنے والی جدوجہد کے بعد ہوئی۔ آئندہ صفحات میں ان تمام گروہوں کی جدوجہد اور اس کے اثرات و نتائج کا مختصر تذکرہ کیا جائے گا۔

۲۶۱۔ تاجروں کا کردار

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کا ابتدائی تعارف ان مسلمان عرب تاجروں نے کروایا جو تجارت کی غرض سے اس علاقے میں آیا کرتے تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ برصغیر کے ساحلی علاقوں میں آباد ہو گئے تھے۔ ان مسلمان تاجروں کے کردار سے متاثر ہو کر ساحلی علاقوں کے لوگوں نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔

برصغیر میں اسلام کا پہلا مرکز مالابار میں قائم ہوا جس کے راجانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ بعد ازاں جزائر سراندیپ کے راجانے بھی مسلمان تاجروں کی تبلیغ کے نتیجے میں اسلام قبول کر لیا۔ چنانچہ مالابار اور جزیرہ نمائے عرب کے درمیان مسلمانوں کے بحری جہازوں کی آمد و رفت ہونے لگی۔ عرب تاجروں نے برصغیر میں اسلام کو متعارف کروا کر اشاعت اسلام کی بنیاد رکھ دی۔ تاہم اس خطے میں اسلام کی بھرپور اشاعت کا آغاز مسلمان فاتحین، سلاطین اور صوفیائے کرام کے ذریعے سے ہوا۔

۲۶۲۔ فاتحین و سلاطین کا کردار

مالابار کے بعد دوسرا علاقہ جو مسلمانوں کے قبضے میں آیا، وہ بلوچستان تھا۔ اس کے بعد سندھ اور پنجاب میں مسلمان

آباد کاروں نے تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا اور بعض عرب قبیلے سندھ میں آباد بھی ہو گئے۔ ان قبائل نے اس علاقے میں خاصا سیاسی اثر و رسوخ حاصل کر لیا اور امور سلطنت تک بھی رسائل حاصل کر لی۔ تاہم ان علاقوں میں مسلمانوں کے مکمل کنٹرول اور اسلام کی باقاعدہ اشاعت کا آغاز ۷۱۲ء میں محمد بن قاسم کی آمد اور فتوحات کے ذریعے ہوا، جب مسلمانوں نے یہاں ایک اسلامی معاشرے اور سیاسی و حکومتی نظام کی باقاعدہ ابتدا کی۔ مقامی لوگوں نے ان کے طرز معاشرت، حسن سلوک اور رواداری سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔

شمالی برصغیر میں مسلمانوں کی آمد کا آغاز گیارہویں صدی عیسوی میں ہوا، جب سلطان محمود غزنوی نے برصغیر پر مسلسل کئی حملے کئے اور پنجاب کا علاقہ اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس کے بعد سلطان محمد غوری کی فتوحات نے اشاعت اسلام کی راہ ہموار کی۔ محمد غوری کی وفات کے بعد ۱۲۰۶ء میں قطب الدین ایبک نے برصغیر میں پہلی باقاعدہ اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی اور اس نے دہلی کو اپنا دار الحکومت بنایا۔

شہاب الدین غوری کے دور حکومت سے ۱۸۵۷ء تک برصغیر میں کسی نہ کسی صورت میں مسلمانوں کی حکومتیں قائم رہیں۔ جن مسلمان خاندانوں نے اس دور میں حکومت کی ان میں خاندان غلاماں، حسینی، تغلق، سادات، لودھی، سوری اور مغل خاندان شامل ہیں۔ برصغیر کے مسلمان حکمرانوں نے اپنے نظام حکومت کی بنیاد اسلامی اصولوں پر رکھی جس کی وجہ سے انہیں خاصی مقبولیت حاصل ہوئی۔

۲۶۳۔ صوفیاء اور مشائخ کا کردار

مسلمان تاجروں اور سلاطین کے علاوہ اشاعت اسلام میں صوفیاء اور مشائخ نے بھی ناقابل فراموش اور بزرگوار خدمات سر انجام دی ہیں۔ ان کی پاکیزہ زندگی، بلند کردار اور حسن اخلاق سے متاثر ہو کر برصغیر کے باشندوں کی بہت بڑی تعداد نے اسلام قبول کیا۔ ان کے علاوہ بہت بڑی تعداد میں مسلمانوں نے صوفیوں اور مشائخ کی تعلیمات سے استفادہ کیا۔ ان کے قیام، استحکام اور ارتقاء میں بھی مدد ملی اور مسلمانوں کا اخلاقی معیار بھی بلند ہوا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے کام کرنے والے بزرگان دین کی ایک طویل فہرست ہے جس میں سے صرف چند نمایاں اور قابل ذکر بزرگوں کی دینی خدمات اور اشاعت اسلام کے لئے کی جانے والی جدوجہد کا مختصر تذکرہ یہاں کیا جاسکتا ہے۔

برصغیر میں ۱۰۰۵ء میں حضرت شیخ اسماعیل بخاری تشریف لائے اور شمالی ہند کے علاقوں میں اسلام کی اشاعت کی ابتدا کی۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری سلطان محمود غزنوی کے فرزند مسعود غزنوی کے دور میں غزنی سے لاہور تشریف لائے۔ ان کی تبلیغ سے برصغیر کے بزاروں غیر مسلم مسلمان ہو گئے۔ حضرت اہل شہباز قلندر نے ماتان اور ملتان کے علاقوں میں

اشاعت اسلام کے لئے خدمات سرانجام دیں۔

غزنوی حکمرانوں کے آخری دور میں حضرت سلطان نئی سرورؒ نے پنجاب میں اشاعت اسلام میں بڑی سرگرمی دکھائی جس کے نتیجے میں مشرقی پنجاب میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد مسلمان ہوئی۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ شہاب الدین غوری کے زمانے میں برصغیر میں تشریف لائے اور بے حد موثر انداز میں اسلام کی تبلیغ کی۔

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی نے برصغیر میں سروردیہ سلسلے کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے اپنی تمام زندگی اشاعت اسلام اور صوفیانہ نظم و ضبط کی تعلیم کے لئے وقف کر دی تھی۔ ان کا روحانی تسلط ملتان، سندھ اور بلوچستان تک پھیلا ہوا تھا۔ حضرت بہاء الدین زکریا کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے صدر الدین عارف ان کے جانشین ہوئے، جبکہ ان کے ایک مرید سید جلال الدین بخاری نے اچ کے مقام پر اشاعت اسلام کا ایک بڑا مضبوط مرکز قائم کیا اور اس علاقے میں سروردی سلسلے کی بنیاد رکھی۔

برصغیر پاک و ہند میں صوفیائے کرام کے ذریعے سے اشاعت اسلام کا سلسلہ اور نگ زیب عالمگیر کے زمانے تک چلتا رہا۔ سلطان التمش اور سلطان ناصر الدین کے زمانے میں خواجہ بختیار کاکیؒ اور بابا فرید گنج شکرؒ جیسے بزرگوں نے اسلام کی خدمات سرانجام دیں۔ ان کے علاوہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے بھی اشاعت اسلام میں اہم کردار ادا کیا، جبکہ آپ کے جانشین حضرت نصیر الدین چراغؒ اور ان کے جانشین حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ کی تبلیغ سے ہزاروں لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

صوفیائے کرام کی تبلیغی کوششوں اور اسلامی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اس دور کے بیشتر مسلمان حکمرانوں نے ان کی سرپرستی کی۔ یہ حکمران نہ صرف ان صوفیاء کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے بلکہ وہ ایسے عملی اقدامات بھی کرتے تھے جن سے اسلامی قدروں کو تقویت پہنچتی اور اسلامی معاشرے کے قیام میں مدد ملتی۔

سلطان التمش اور اس کے جانشینوں کے عہد میں منگولوں کے ظلم و ستم سے بچنے کے لئے وسط ایشیاء سے متعدد علماء اور صوفیاء برصغیر چلے آئے اور انہوں نے یہاں مسلم معاشرے کی تشکیل میں بڑا اہم کردار ادا کیا، مثلاً سید جلال الدین بخاریؒ اور سید مخدوم جہاں، جہاں گشتؒ۔ اس عہد میں برصغیر میں چشتیہ اور سروردیہ سلسلوں کو فروغ ملا۔ چشتی بزرگوں نے دہلی، راجستھان اور جنوبی ہند میں، جب کہ سروردی بزرگوں نے ملتان، اچ شریف، سندھ اور گجرات کا ٹھکانہ اور تبلیغ اسلام کی اور لاکھوں لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

مغلوں کے دور میں جن صوفیائے کرام نے شعائر اسلامی کی بجا آوری پر زور دیا، ان میں حضرت مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی نمایاں مقام کے حامل ہیں۔ ان کا تفصیلی تذکرہ آئندہ صفحات میں کیا جائے گا۔

برصغیر میں مسلم معاشرے کے دور زوال کے زمانے میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے احیائے اسلام کے لیے جو جدوجہد کی، وہ بھی سترے حروف سے لکھی جانے کے قابل ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی ان خدمات کا ذکر بھی آئندہ صفحات میں تفصیل سے کیا جائے گا۔

۲۶۴۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمات

حضرت مجدد الف ثانی کا نام حضرت شیخ احمد سرہندی تھا۔ مجدد الف ثانی ان کا لقب تھا جس کے معنی ہیں دوسرے ہزار سال کے لئے دین کی تجدید کرنے والے۔ یہ وہ مرد حق ہیں جنہوں نے مذہب کے بارے میں اکبر اعظم کے غلط خیالات کے خلاف جہاد کیا اور داخلی طور پر اس کے برے اثرات کا خاتمہ کر کے، حقیقی اسلامی تعلیم کو دوبارہ رائج کرنے کی کوشش کی۔

حضرت شیخ احمد سرہندی ۲۶ جون ۱۵۶۳ء کو سرہند کے مقام پر پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ اس کے بعد مختلف اساتذہ سے حدیث، تفسیر اور دوسرے علوم کی تعلیم حاصل کی۔ طریقت میں آپ پہلے چشتیہ اور سرور دیہ سلسلوں سے منسلک ہوئے۔ بعد میں حضرت خواجہ باقی اللہ کی ارادت میں نقشبندیہ سلسلے میں شامل ہوئے۔ آپ نے اپنی زندگی اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دی اور اسلامی تعلیم کو ہندوؤں کے شرکانہ عقیدوں اور فلسفہ وحدت الوجود کے اثرات سے پاک کرنے کی جدوجہد شروع کر دی۔ اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے زبانی تقاریر، مباحثوں اور مکتوبات کے ذریعے سے اپنا پیغام مخصوص لوگوں تک پہنچایا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اسلام اور ہندومت کے نمایاں فرق کو واضح کیا اور بتایا کہ اسلام اور ہندومت میں کوئی قدر مشترک نہیں پائی جاتی۔ انہوں نے اسلام کی خالص اور پاکیزہ تعلیم کو اجاگر کر کے مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی تلقین کی۔ علامہ اقبال نے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں برصغیر کے مسلمانوں کے ”روحانی محافظ“ کا خطاب دیا ہے۔

۲۶۵۔ حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کی تحریک

حضرت شاہ ولی اللہؒ ۷۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام شاہ عبد الرحیم تھا جو ایک بلند پایہ عالم اور صوفی بزرگ تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت کا خاص انتظام کیا۔ حضرت شاہ صاحب پندرہ سال کی عمر میں ہی پیشتر علوم کی تحصیل

سے فارغ ہو گئے۔ والد کی وفات کے بعد انہوں نے والد کے قائم کردہ مدرسہ رحیمہ میں درس و تدریس کا کام شروع کر دیا۔ ۱۷۳۲ء میں حج کے لئے تشریف لے گئے۔ دوستوں نے عرب میں قیام کا مشورہ دیا لیکن آپ نے واپس آکر دہلی میں اپنے والد کا مدرسہ دوبارہ منظم کیا اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا، ساتھ ساتھ مسلمانوں کی اصلاح کے کام کا آغاز کیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ مسلمانوں کی حکومت کے زوال، ان کی دینی، اخلاقی، معاشی اور معاشرتی بد حالی سے بے حد رنجیدہ تھے۔ اس بات کا اندازہ ان کی مشہور کتاب ”التفهيمات الهیة“ سے ہوتا ہے جس میں انہوں نے مسلمانوں کے ہر طبقے کی کمزوریوں اور اخلاقی پستی کی نشان دہی کی ہے۔

شاہ ولی اللہ کا زمانہ مسلمانوں کے دور زوال کا ابتدائی زمانہ تھا۔ مسلمانوں کی فوجی طاقت ختم ہو چکی تھی۔ دہلی سے آگرے تک کا علاقہ جانوں کے رحم و کرم پر تھا۔ شاہ ولی اللہ نے ان تمام حالات کا بغور مطالعہ کیا اور کوشش کی کہ برصغیر میں اسلام کو کسی نہ کسی طرح دوبارہ عروج حاصل ہو۔ شاہ ولی اللہ کا خیال تھا کہ مغل حکمران اپنی کمزوری کی وجہ سے اب کچھ نہیں کر سکتے، لہذا انہوں نے روہیل کھنڈ کے حاکم نجیب الدولہ اور کابل کے حکمران احمد شاہ ابدالی سے رابطہ کیا اور ان دونوں کو مرہٹوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے راضی کیا، چنانچہ ۱۷۶۱ء میں پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کو ایسی شکست ہوئی کہ وہ دوبارہ نہ ابھر سکے۔

شاہ ولی اللہ نے تصنیف و تالیف میں بھی نمایاں کام کئے۔ آپ نے قرآن کریم کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔ اس کے علاوہ حدیث، فقہ، تفسیر اور بہت سے دیگر موضوعات پر مفید کتابیں لکھیں۔ آپ کی سب سے مقبول اور مشہور کتاب ”حجة اللہ البالغہ“ ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے جو تمام انسانوں کی فلاح و بہبود کا ضامن ہے۔ ۱۷۶۲ء میں حضرت شاہ ولی اللہ وفات پا گئے۔ پھر ان کی تحریک کی قیادت ان کے بڑے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز نے سنبھال لی اور حضرت شاہ ولی اللہ کا پیغام پورے برصغیر میں پہنچانے کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی۔ انہوں نے یہ کام اپنی وفات ۱۸۲۳ء تک جاری رکھا۔ اس زمانے میں دہلی کے مدرسہ رحیمہ کو برصغیر میں مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی۔

۲۶۶۔ خود آزمائی نمبر ۲

سوال۔ غلط/درست کی نشان دہی کریں۔

- ۱۔ برصغیر میں اسلام کا پہلا مرکز مالابار میں قائم ہوا۔ غلط/درست
- ۲۔ مالابار کے بعد بلوچستان کے علاقے میں اسلام پھیلا۔ غلط/درست
- ۳۔ محمد بن قاسم ۷۱۲ء میں سندھ آئے۔ غلط/درست
- ۴۔ شمالی برصغیر میں مسلمان گیارہویں صدی عیسوی میں آئے۔ غلط/درست
- ۵۔ ۱۲۰۶ء میں قطب الدین ایبک نے برصغیر میں پہلی باقاعدہ اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ غلط/درست

۳۔ برصغیر میں اسلام کے اثرات

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی آمد مالابار اور سراندیپ سے شروع ہوئی، پھر بلوچستان، سندھ، ملتان اور پنجاب کے باقی علاقوں پر ان کا قبضہ ہوا۔ رفتہ رفتہ اسلامی سلطنت کم و بیش پورے برصغیر میں قائم ہو گئی۔ اسلامی سلطنت کے قیام کے ساتھ ہی علم و فضل اور عدل و مساوات کا دور دورہ ہو گیا۔ اسلامی علوم و فنون کو بڑی ترقی ملی۔ مسلمان بادشاہوں نے بڑے بڑے شہروں میں عالیشان مساجد اور بڑی بڑی تاریخی عمارات تعمیر کروائیں اور شاندار باغات لگوائے۔ انہوں نے برصغیر میں فن تعمیر کا ایک نیا اور جداگانہ انداز رائج کیا اور اس فن کی سرپرستی کر کے اسے پورے برصغیر میں پھیلا دیا۔ اس کے علاوہ مسلمانوں نے دیگر فنون لطیفہ کے فروغ پر بھی خصوصی توجہ دی اور ان کی ترقی اور ترویج کا انتظام کیا۔

وسط ایشیاء سے آنے والے بے شمار علماء اور صوفیاء نے برصغیر میں اشاعت اسلام میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے اس خطے میں ایک تاریخ ساز معاشرتی اور تہذیبی انقلاب کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے برصغیر کے لاکھوں انسانوں کی اصلاح کر کے اس خطے میں ایک نئے معاشرے کو جنم دیا اور اسلام کی ترقی اور استحکام کا سامان پیدا کیا۔ ان صوفیاء اور علماء نے عوام سے قریبی تعلق قائم کر کے ان کی ہدایت اور تربیت کا فریضہ سرانجام دیا۔ ان کی خانقاہیں اور درس گاہیں مسلم معاشرے کے اہم علمی، تربیتی اور تہذیبی مراکز کا درجہ رکھتی تھیں۔ یہ انہی بزرگوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ یہاں کی سرزمین کی آبادی کا بڑا حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ انہوں نے یہاں کی معاشرتی اور معاشی زندگی پر بہت گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔

برصغیر میں مسلمانوں نے سیاسی نظام پر بھی گہرے اثرات ڈالے ہیں۔ مسلمان حکمرانوں نے اسلامی اصولوں کی بنیاد پر عادلانہ اور منصفانہ نظام حکومت قائم کر کے پرانے طبقاتی نظام کا خاتمہ کیا اور ذات پات کی تفریق کا سلسلہ ختم کر کے انسانی مساوات اور احترام آدمیت کو فروغ دیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے انتظامی اصلاحات کر کے ایک نیا نظام قائم کیا۔

برصغیر میں اسلامی حکومت کے قیام سے جو اثرات و نتائج برآمد ہوئے، ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

- ۱۔ برصغیر کا بیرونی دنیا سے تعلق قائم ہوا اور باہمی تجارت کا سلسلہ شروع ہوا۔
- ۲۔ تمام علاقوں میں یکساں قسم کا نظم و نسق قائم ہوا جس سے پورے برصغیر میں انتظامی ہم آہنگی پیدا ہو گئی۔
- ۳۔ فن تعمیر کا ایک نیا انداز قائم ہوا۔
- ۴۔ فنون لطیفہ کی ترقی اور فروغ پر خصوصی توجہ دی گئی۔
- ۵۔ صنعتوں کو فروغ دینے کے لئے اس شعبے پر خصوصی توجہ دی گئی۔

۶۔ امن و امان کے قیام سے معاشی اور معاشرتی بہتری اور ارتقاء کے لئے سازگار ماحول پیدا ہو گیا۔

۷۔ زرعی شعبے میں ترقی ہوئی۔

۸۔ مواصلات اور ذرائع آمد و رفت میں بہتری ہوئی۔

۹۔ عربی، فارسی اور مختلف مقامی زبانوں کے اشتراک سے ایک نئی زبان ”اردو“ نے جنم لیا اور فروغ پایا۔

۱۰۔ ثقافتی سرگرمیوں کو فروغ حاصل ہوا اور مقامی تہذیب کے ساتھ غیر ملکی تہذیبوں کے ملاپ سے ایک نئے تہذیبی ڈھانچے نے جنم لیا۔

۱۱۔ علمی اور ادبی فضا قائم ہوئی۔ مسلمان بادشاہوں نے ان شعبوں پر خصوصی توجہ دی اور ان کی سرپرستی بھی کی۔

۱۲۔ تصوف کے رواج اور ترقی نے معاشرتی تقاضے کا انداز ہی بدل دیا اور یہاں ایک عام رواداری اور باہمی میل جول کا رجحان پیدا ہوا۔

۳۔ خود آزمائی نمبر ۳

سوال۔ خالی جگہیں پر کریں۔

۱۔ برصغیر میں مسلمانوں کی آمد سے شروع ہوئی۔

۲۔ صوفیاء نے میں اشاعت اسلام میں بہت اہم کردار ادا کیا۔

۳۔ برصغیر میں مسلمانوں نے پر بھی گہرے اثرات ڈالے ہیں۔

۴۔ مسلمانوں نے برصغیر میں ایک تاریخ ساز اور انقلاب کی بنیاد رکھی۔

۴۔ برصغیر میں مسلم دور حکومت کا اختتام

برصغیر میں مسلمانوں کے زوال کی ابتدا ۱۷۰۷ء سے ہوئی، جب اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد اس کے نالائق اور کمزور جانشین وسیع و عریض سلطنت کو سنبھال نہ سکے اور اسلامی سلطنت کا مرکز کمزور ہونے لگا۔ مرکزی کمزوری کے نتیجے میں جواہم واقعات رونما ہوئے، وہ درج ذیل ہیں۔

- ۱۔ دکن میں مرہٹوں نے دوبارہ سر اٹھایا۔
- ۲۔ پنجاب میں سکھوں نے شورش برپا کر دی۔
- ۳۔ دہلی اور آگرہ کے درمیانی علاقے میں جاٹوں نے بغاوت کر دی۔
- ۴۔ بنگال، دکن اور اودھ کے صوبے داروں نے نیم خود مختار ریاستیں قائم کر لیں۔
- ۵۔ برصغیر رفتہ رفتہ بد نظمی اور لاقانونیت کا شکار ہونے لگا۔
- ۶۔ مسلمان حکومتوں کے مخالفین سرگرم عمل ہو گئے۔
- ۷۔ خود غرض مسلمانوں نے بھی ذاتی اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے مسلمان حکومت کو کمزور کرنا شروع کر دیا۔
- ۸۔ اندرونی خلفشار بڑھتا چلا گیا جس سے غیر ملیکیوں، خصوصاً انگریزوں نے بہت فائدہ اٹھایا اور وہ اپنا اقتدار بڑھانے لگے۔

مندرجہ بالا حالات میں مرکزی حکومت دن بدن کمزور ہوتی چلی گئی، اس کی آمدنی بھی گھٹ گئی۔ ان حالات میں مغل بادشاہ کے لئے ملکی دفاع کی خاطر بڑی فوج رکھنا بھی مشکل ہو گیا۔

اسی زمانے میں ایران کا بادشاہ نادر شاہ بہت زیادہ طاقتور ہو گیا اور اس نے ۱۷۳۹ء میں ہندوستان پر حملہ کر دیا۔ اس نے مغل بادشاہ محمد شاہ کو کرنال کے مقام پر شکست دی اور دہلی میں قتل عام کروایا۔ اس شکست سے مغل بادشاہ کی ساکھ کو بڑا دھچکا لگا۔ ۱۷۴۷ء میں نادر شاہ کو قتل کر دیا گیا اور اس کے بعد احمد شاہ ابدالی نے افغانستان میں خود مختار ریاست قائم کر لی۔ احمد شاہ ابدالی نے اپنی حکومت مستحکم کرنے کے بعد برصغیر پر کئی بار حملے کئے جس کے نتیجے میں مغل حکومت کی رہی سہی ساکھ بھی ختم ہو گئی اور وہ زوال کے آخری کنارے تک پہنچ گئی۔

۴۶۔ مسلمانوں کے زوال کے اسباب

مسلمان حکومتوں کے زوال کے بے شمار اسباب تھے جن میں سے چند نمایاں اسباب درج ذیل ہیں۔

۱۔ مسلمان اسلامی نظام حیات اور اسلامی اقتدار کو نظر انداز کر کے مذہب سے بیگانہ ہو چکے تھے۔

۲۔ مسلمان آرام طلبی اور بے راہ روی کا شکار ہو چکے تھے۔

۳۔ اس وقت تخت نشینی یا اقتدار کی منتقلی کا کوئی اصول نہ تھا جس کی وجہ سے تخت نشینی کے لئے جھگڑے اور خانہ جنگی شروع ہو چکی تھیں۔

۴۔ مسلمانوں میں علمی اور سائنسی ترقی کا رجحان ختم ہونے لگا تھا اور وہ نئی ایجادات اور نئے آلات جنگ سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا رہے تھے۔

۵۔ مغل بادشاہوں کے پاس بحری قوت نہ تھی۔

۶۔ بادشاہوں اور امراء کی عیش و عشرت کی زندگی نے عام آدمی کی معاشی حالت خراب کر دی تھی۔ غیر موثر سیاسی انتظامی حکمت عملیوں کی وجہ سے سیاسی اور معاشرتی مسائل پیدا ہو گئے تھے۔

۷۔ مسلمانوں میں قیادت کی کمی تھی۔

۸۔ مسلمان ہندوؤں اور انگریزوں کی چال بازیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔

مندرجہ بالا اسباب سے ایک طرف مسلمانوں کا سیاسی اقتدار اور غلبہ ختم ہونے لگا اور دوسری طرف غیر مسلم اقوام، خصوصاً مغربی اقوام نے برصغیر میں اپنے قدم جما لئے۔ یہ اقوام تجارتی اغراض کی خاطر آئیں لیکن انہوں نے مسلمان حکمرانوں کی کمزوریوں اور نا اہلیوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور رفتہ رفتہ ہندوستان کے مختلف علاقوں پر قابض ہوتے چلے گئے۔

اس زوال کے دور میں کئی بزرگوں نے مسلمانوں کی اصلاح کی کوششیں کیں۔ ان بزرگوں میں شاہ ولی اللہ دہلوی (وفات ۱۷۶۲ء)، شاہ عبدالعزیز دہلوی (وفات ۱۸۲۳ء)، سید احمد بریلوی (وفات ۱۸۳۱ء) اور شاہ محمد اسماعیل شہید (وفات ۱۸۳۱ء) خاص طور پر مشہور ہیں۔ بنگال میں حاجی شریعت اللہ اور شیخ میر نے اصلاح احوال کی جدوجہد کی لیکن یہ تمام کوششیں مسلمانوں کی بے حسی، سردمہری، اندرونی جھگڑوں اور نا اتفاقی کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکیں، مسلمان بڑی تیزی سے زوال کا شکار ہوتے چلے گئے اور غیروں کا تسلط قائم ہو گیا۔

زوال کے آخری دور میں انگریزوں نے مسلمانوں کی سیاسی کمزوری سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور طاقت اور فریب کاری سے برصغیر پر قابض ہو گئے۔ مسلمانوں نے ۱۸۵۷ء میں اپنی طاقت کی بحالی کی آخری کوشش کی جو جنگ آزادی کے نام

سے موسوم ہے لیکن یہ جنگ بھی ناکامی سے ہم کنار ہوئی اور مسلمانوں کا دور حکومت ختم ہو گیا اور انگریزوں نے ہمارے برصغیر پر اپنا تسلط قائم کر لیا۔

۴۶۲۔ خود آزمائی نمبر ۴

سوال۔ غلط/درست کی نشان دہی کریں۔

- ۱۔ برصغیر میں مسلمانوں کے زوال کی ابتدا ۱۷۰۷ء سے ہوئی۔ غلط/درست
- ۲۔ اندرونی خلفشار مسلمانوں کے زوال کا ایک بنیادی سبب تھا۔ غلط/درست
- ۳۔ ایران کے بادشاہ نادر شاہ نے ۱۷۳۹ء میں ہندوستان پر حملہ کیا۔ غلط/درست
- ۴۔ ۱۷۴۷ء میں نادر شاہ کو قتل کر دیا گیا۔ غلط/درست
- ۵۔ مسلمانوں نے ۱۸۵۷ء میں اپنی طاقت کی بحالی کی آخری کوشش کی۔ غلط/درست

۵۔ تشریحات

ابتدا	شروع	ارتقاء	بندرتج ترقی
آگاہ	بتانا	فاتحین	فاتح کی جمع، فتح کرنے والے
تجزیہ	بات کی حقیقت تلاش کرنا	یک جہتی	اتفاق و اتحاد ہونا
خطوں	(خطے کی جمع) حصوں	معاشرتی منزل	معاشرے کی تباہی
لا قانونیت	قانون نہ ہونا	انتشار	بکھرا ہوا ہونا
فقدان	نہ ہونا	اکائی	ایک
کثرت ازدواج	ایک سے زیادہ بیویاں	عدم مساوات	برابر نہ ہونا، انصاف نہ ہونا
سود خوری	سود لینا	قمار بازی	جوا کھیلنا
حقیر	کمتر	طرز زندگی	زندگی کے رہن سہن یا طور طریقے
حفظان صحت	صحت کی حفاظت	تعصب	کسی ایک کی طرف داری کرنا
کثیر حصہ	زیادہ حصہ	انحصار	منحصر ہونا
لوٹ کھسوٹ	لوٹ مار مچانا	پرستش	عبادت کرنا
چٹلی ذات	کم ذات	سیاح	سیر کرنے والا
علماء و مشائخ	عالم و فاضل	مرہون منت	اخسان مند
تذکرہ	ذکر	تجمل	مکمل
اشاعت	شہرت پھیلانا	گراں قدر	عالی مرتبہ، بڑا مرتبہ
حلقہ بگوش اسلام ہونا	اسلام قبول کرنا	سرگرمی	کام
موثر انداز	صحیح طریقہ	فریضہ	فرض
تبلیغی مساعی	تبلیغ کی کوشش	تقویت	قوت دینا، مضبوط کرنا
متعدد	کئی، بہت سے	فروغ ہونا	ترقی ہونا
شعائر اسلام	اسلام کے طریقے	دین کی تجدید	دین کو نئے سرے سے شروع کرنا
			پاڑھانا

طریقہ	طور طریقے، تصوف کی اصطلاح	اعتراف	ماننا
بلند پایہ	میں تزکیہ باطنی	تحصیل	حاصل کرنا
مساوات	بڑا مرتبہ، بڑی شان	تفریق	فرق
احترام آدمیت	برابری، انصاف	تصوف	وہ علم جس کے ذریعے صفائی قلب حاصل ہو
اشتراک	انسان کا احترام	تفاعل	میل جول
شورش	شرکت، حصہ داری	خلفشار	اندرونی جھگڑے
تسلط	بغاوت	ہم کنار	قریب
	قبضہ		

۶۔ جوابات

خود آزمائی نمبر ۱

- ۱۔ ملک، جاگیروں، ریاستوں
- ۲۔ ہندوؤں
- ۳۔ زرعی معاشرہ
- ۴۔ ہندومت، بدھ مت، جین مت
- ۵۔ بت پرستی

خود آزمائی نمبر ۲

- (۱) درست (۲) درست (۳) درست (۴) درست (۵) درست

خود آزمائی نمبر ۳

- (۱) مالابار (۲) برصغیر (۳) سیاسی نظام (۴) معاشرتی، تہذیبی

خود آزمائی نمبر ۴

- (۱) درست (۲) درست (۳) درست (۴) درست (۵) درست

تحریک پاکستان ۱

(۱۸۵۷ء تا ۱۹۱۵ء)

تحریر بشیر احمد طاہر
نظر ثانی ڈاکٹر امان اللہ میمن

یونٹ کا تعارف

اس یونٹ میں تحریک پاکستان کے ابتدائی دور ۱۸۵۷ء تا ۱۹۱۵ء کے دوران میں ہونے والے واقعات اور تحریک آزادی پر ان کے اثرات بیان کئے گئے ہیں۔ یونٹ کے ابتدائی حصے میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے پس منظر، اسباب، واقعات اور نتائج بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد تحریک علی گڑھ کے قیام، مقاصد اور اثرات پر بحث کی گئی ہے اور آخری حصے میں تقسیم بنگال، شملہ وفد اور مسلم لیگ کے قیام کے بارے میں بتایا گیا ہے۔

یونٹ کے مقاصد

- ۱۔ اس یونٹ کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:-
تحریک پاکستان کے بعد ابتدائی دور کے اہم واقعات بیان کر سکیں۔
- ۲۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے اسباب، واقعات اور نتائج بتا سکیں۔
- ۳۔ تحریک علی گڑھ کے قیام، مقاصد اور اثرات تحریر کر سکیں۔
- ۴۔ آل انڈیا نیشنل کانگریس کے قیام اور مقاصد پر نوٹ لکھ سکیں۔
- ۵۔ تقسیم بنگال کا پس منظر اور مسلمانوں کی سیاسی زندگی پر اس کے اثرات پر بحث کر سکیں۔
- ۶۔ شملہ وفد کی کارکردگی اور مسلمانوں کے حقوق کے حصول کی جدوجہد کے بارے میں بتا سکیں۔
- ۷۔ مسلم لیگ کے قیام اور اغراض و مقاصد پر تفصیلی نوٹ لکھ سکیں۔

فہرست مضامین

23	یونٹ کا تعارف
23	یونٹ کے مقاصد
26	۱۔ تحریک پاکستان (ابتدائی دور)
28	۲۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء
28	۲۶۱۔ مذہبی اسباب
29	۲۶۲۔ سیاسی اسباب
29	۲۶۳۔ معاشی اسباب
30	۲۶۴۔ معاشرتی اسباب
30	۲۶۵۔ فوجی اسباب
31	۲۰۶۔ خود آزمائی نمبر ۱
32	۳۔ جنگ آزادی کا آغاز
32	۳۶۱۔ جنگ آزادی کے اہم واقعات
33	۳۶۲۔ خود آزمائی نمبر ۲
34	۴۔ جنگ آزادی کی ناکامی کے اسباب
35	۴۶۱۔ خود آزمائی نمبر ۳
35	۵۔ جنگ آزادی کے نتائج
36	۵۶۱۔ خود آزمائی نمبر ۴
37	۶۔ تحریک علی گڑھ
37	۶۶۱۔ تحریک علی گڑھ کا سیاسی پہلو
37	۶۶۲۔ تحریک علی گڑھ کا معاشرتی پہلو
38	۶۶۳۔ تحریک علی گڑھ کا علمی پہلو
38	۶۶۴۔ تحریک علی گڑھ کے اثرات و نتائج

39	۶۵- سرسید احمد خان اور دو قومی نظریہ
40	۶۶- خود آزمائی نمبر ۵
41	۷- آل انڈیا نیشنل کانگریس کا قیام
42	۸- تقسیم بنگال (۱۹۰۵ء)
43	۹- شملہ وفد (اکتوبر ۱۹۰۶ء)
44	۹- خود آزمائی نمبر ۶
45	۱۰- مسلم لیگ کا قیام (دسمبر ۱۹۰۶ء)
47	۱۰- خود آزمائی نمبر ۷
48	۱۱- تشریحات
49	۱۲- جوابات

۱۔ تحریک پاکستان (ابتدائی دور)

برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے اپنی طاقت کی بحالی اور انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد کا آغاز ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے کیا۔ اس جنگ کی ناکامی نے مسلمانوں کو ایک طویل اور صبر آزما تحریک آزادی کی راہ پر ڈال دیا اور انہیں اپنی منزل مقصود تک پہنچنے میں تقریباً ایک صدی کا عرصہ لگ گیا۔

۱۸۵۷ء سے ۱۹۱۵ء تک برصغیر کے مسلمانوں نے آزادی کے حصول کے لئے جو کوششیں کیں، انہیں تحریک پاکستان کا ابتدائی دور قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس ساٹھ سالہ عرصے میں جو واقعات رونما ہوئے، ان کی وجہ سے مسلمانوں میں نہ صرف سیاسی بیداری پیدا ہوئی بلکہ انہوں نے معاشرتی اور معاشی شعبوں میں شرکت کرنے اور اپنا نمایاں مقام پیدا کرنے کی بھی کوشش کی۔ اس مقصد کے لئے تعلیمی اداروں کا قیام عمل میں آیا اور مسلمانوں میں معاشرتی بیداری اور اپنے حقوق کے تحفظ کی تحریکوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ ان تمام کوششوں کے نتیجے میں مسلمانوں میں سیاسی اور قومی شناخت کا احساس پیدا ہوا اور بالآخر دو قومی نظریے کی بنیاد پڑی اور تحریک پاکستان کا باقاعدہ آغاز ہوا۔

۱۸۵۷ء سے ۱۹۱۵ء تک کے عرصے میں سب سے اہم واقعہ سرسید احمد خان کی تحریک علی گڑھ ہے جس کے گہرے اثرات کے نتیجے میں مسلمانوں میں سیاسی بیداری، معاشرتی حیثیت کا تعین، تعلیمی ترقی، قومی شناخت کا احساس اور اپنے حقوق کے لئے جدوجہد کا جذبہ پیدا ہوا۔ اس کے علاوہ بعض دوسرے ایسے واقعات بھی ہوئے جن کا براہ راست یا بالواسطہ اثر مسلمانوں پر پڑا اور اس کے رد عمل کے طور پر مسلمانوں میں ایک علیحدہ قوم کا تصور مستحکم ہوتا گیا۔ اس طرح وہ ایک الگ ملک کا مطالبہ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ایسے چند اہم واقعات درج ذیل ہیں۔

- ۱۔ ہندو قوم پرست تحریکوں کا آغاز۔
- ۲۔ ۱۸۵۷ء میں اردو ناگری تنازعہ
- ۳۔ ۱۸۷۵ء میں آریہ سماج تحریک کا قیام
- ۴۔ ۱۸۸۵ء میں آل انڈیا نیشنل کانگریس کا قیام
- ۵۔ مسلمانوں کے خلاف شدید اور سنگین تحریکوں کا آغاز
- ۶۔ ۱۹۰۵ء میں تقسیم بنگال
- ۷۔ ۱۹۰۶ء میں شملہ وفد

- ۸۔ ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کا قیام
- ۹۔ ۱۹۰۹ء کی آئینی اصلاحات
- ۱۰۔ ۱۹۱۱ء میں تقسیم بنگال کی منسوخی
- ۱۱۔ ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم کا آغاز

مندرجہ بالا واقعات کا جو مجموعی اثر برصغیر کی سیاسی و معاشرتی زندگی پر پڑا، اس کے نتیجے میں ۱۹۱۶ء میں میثاق لکھنؤ ہوا اور ہندوؤں نے مسلمانوں کے لئے جداگانہ انتخابات کے حق کو تسلیم کیا اور یوں دو قومی نظریہ وجود میں آیا۔ میثاق لکھنؤ ہندو اور مسلمان سیاسی تنازعے سے متعلق اہم ترین معاہدہ تھا جسے ہم تحریک پاکستان کے دوسرے دور کا نقطہ آغاز بھی کہہ سکتے ہیں۔

۲۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء

جب ہم جنگ آزادی کے مختلف اسباب کا مطالعہ کرتے ہیں اور اس وقت کے حالات کا تجزیہ کرتے ہیں تو مندرجہ ذیل اسباب نمایاں طور پر سامنے آتے ہیں۔

- ۱۔ مذہبی اسباب
- ۲۔ سیاسی اسباب
- ۳۔ معاشی اسباب
- ۴۔ معاشرتی اسباب
- ۵۔ فوجی اسباب

آئندہ صفحات میں ان اسباب کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

۲۶۱۔ مذہبی اسباب

- جن مذہبی اسباب کی وجہ سے برصغیر کے مسلمانوں اور ہندوؤں میں انگریزوں کے خلاف رد عمل پیدا ہوا، وہ درج ذیل ہیں۔
- ۱۔ برصغیر پاک و ہند میں عیسائیوں کی تبلیغی سرگرمیاں بہت بڑھ گئی تھیں۔ پادری پورے ہندوستان میں عیسائیت کے غلبے کی پیشین گوئیاں کر رہے تھے۔ انگریز حکومت ان کی سرپرستی کر رہی تھی۔
 - ۲۔ مشنری سکولوں اور ہسپتالوں کے ذریعے سے تعلیم اور علاج کے ساتھ ساتھ عیسائیت کی تبلیغ بھی کی جا رہی تھی۔
 - ۳۔ روپے پیسے کا لالچ دے کر عیسائی بنانے کا سلسلہ جاری تھا۔
 - ۴۔ ۱۸۰۶ء میں حضرت شاہ ولی اللہ کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز نے انگریزوں کے خلاف ایک فتویٰ دیا اور برصغیر کو دارالحرب قرار دیا۔ یہ فتویٰ تحریک جماد کے آغاز کا باعث بنا۔ یہ تحریک انگریزوں کے خلاف شروع کی گئی تھی لیکن جلد ہی اس کا رخ سکھوں کے خلاف ہو گیا۔ ۱۸۳۱ء میں بالا کوٹ کے مقام پر تحریک کی ناکامی کے بعد اس کا مرکز صوبہ بہار میں صادق پور کے مقام پر منتقل کر دیا گیا۔ بعض علماء ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے اور وہاں سے

انگریزوں کے خلاف ان کی سرگرمیاں جاری رہیں۔ اس کے علاوہ دہلی کے علماء بھی بہادر شاہ ظفر کی حمایت میں انگریزوں کی مخالفت کرتے رہے۔

۵۔ بنگال میں علماء و رافضی تحریک کے ذریعے سے مسلمانوں میں جذبہ جماد پیدا کر رہے تھے۔

۲۶۲۔ سیاسی اسباب

- ۱۔ برصغیر انگریزوں کے سیاسی غلبے اور اقتدار کی وجہ سے مسلمانوں اور ہندوؤں میں احساس محرومی اور آزادی ختم ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔
- ۲۔ برصغیر میں تجارت کی غرض سے آنے والی ایسٹ انڈیا کمپنی کی دھوکہ بازیوں اور چالاکیوں کے خلاف رد عمل پیدا ہو گیا تھا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی ایک پوری تجارتی کمپنی تھی جس کا قیام ۱۶۰۰ء میں برطانیہ میں عمل میں آیا تھا۔ مغل بادشاہ شہنشاہ اکبر کے دور میں اس کمپنی نے بادشاہ کی اجازت سے برصغیر میں تجارتی کوٹھیاں قائم کیں۔ ابتدا میں کمپنی کے لوگ صرف تجارت تک محدود رہے لیکن اورنگزیب کے زمانے میں انگریزوں میں ملک گیری کا شوق پیدا ہوتا گیا اور انہوں نے اپنی تجارتی کوٹھیوں کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرنا شروع کیا اور برصغیر کی سیاست میں براہ راست مداخلت کرنا شروع کر دی۔ مغل حکمرانوں کی انتظامی کمزوریوں اور اپنی عسکری (فوجی) برتری کی بنا پر کمپنی کے تاجر ۱۸۰۳ء میں برصغیر پر اپنا اقتدار قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے اور مغل حکمرانوں کی حکومت برائے نام رہ گئی۔ ۱۸۸۵ء میں کمپنی کے دور کا خاتمہ ہوا اور برصغیر براہ راست تاج برطانیہ کے ماتحت آ گیا۔

۳۔ انگریز گورنر جنرل کی پالیسیوں کی وجہ سے برصغیر کے مسلمان اور ہندو نوابوں اور راجاؤں میں حکومت سے بد دلی پیدا ہو گئی تھی۔

۴۔ انگریز حکومت نے مسلمان اور ہندو نوابوں کی ریاستوں کو زبردستی اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔

۲۴۔ معاشی اسباب

- ۱۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے دولت کمانے کی خاطر تجارت کے نام پر لوٹ مار شروع کر دی تھی۔
- ۲۔ انگریز حکومت نے عوام پر بہت زیادہ ٹیکس لگا دیے تھے۔

۲۔ مقامی مسلمانوں کی تباہی اور تجارت کی بری طرح متاثر ہونا۔

- ۴۔ زرعی سرگرمیاں ماند پڑ گئی تھیں۔
- ۵۔ انگریزوں نے مقامی خام مال اور زرعی اجناس سستے داموں خرید کر انگلستان کی صنعتوں میں استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔
- ۶۔ انگریزی مصنوعات کو منگنے والوں پر صغیر میں لاکھ فروخت کرنا۔
- ۷۔ عوام میں غربت کا بڑھ جانا۔
- ۸۔ معاشی بد حالی اور طبقاتی فرق میں نمایاں طور پر اضافہ ہو جانے کی وجہ سے بر صغیر کے عوام میں انگریزوں کے خلاف نفرت کے جذبات بھڑک اٹھے تھے۔

۲۶۴۔ معاشرتی اسباب

- ۱۔ انگریزوں کا معاشرتی لحاظ سے خود کو بر صغیر کے باشندوں سے بہتر اور افضل سمجھنا۔
- ۲۔ انگریزوں کا بر صغیر کی معاشرتی زندگی سے الگ تھلگ رہنا۔ ان کے رہائشی علاقوں اور تفریح گاہوں میں عام شہریوں کو جانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔
- ۳۔ انگریزی زبان کا رائج کرنا اور عربی و فارسی زبانوں کے خاتمے کی مہم چلانا۔
- ۴۔ مقامی مدرسوں کی جگہ انگریزی اور مشنری سکولوں اور مغربی طرز تعلیم کو عام کرنا۔
- ۵۔ بعض مسلمان علماء کا انگریزی زبان اور تہذیب کے خلاف فتویٰ دینا۔
- ۶۔ مغربی معاشرت اور انگریزی طرز زندگی کو فروغ دینا اور مقامی تہذیب و تمدن سے انگریزوں کا نفرت کرنا اور اسے مقامی باشندوں کی طرح حقیر قرار دینا۔

۲۶۵۔ فوجی اسباب

فوجی طاقت، بہتر اسلحے اور تربیت کی وجہ سے انگریزوں نے بر صغیر میں مقامی حکمرانوں پر غلبہ حاصل کر کے اپنا اقتدار قائم کر لیا اور اس میں اضافہ کرنے کے لئے مقامی باشندوں کو بھی فوج میں بھرتی کرنا شروع کر دیا لیکن ان پر افسر ہمیشہ انگریز ہی متعین کئے گئے۔

ہندوستانی سپاہی صوبیدار کے عہدے سے آگے ترقی نہیں کر سکتے تھے۔

ہندوستانی سپاہیوں کی تنخواہیں بھی بہت معمولی ہوتی تھیں، جب کہ انگریز افسروں کو بہت زیادہ تنخواہ کے علاوہ بے شمار

دیگر مراعات بھی حاصل ہوتی تھیں۔

۴۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انگریزی فوج میں مقامی سپاہیوں کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا اور ان میں یہ

احساس پیدا ہو گیا کہ ان کی حمایت کے بغیر انگریزی حکومت قائم نہیں رہ سکتی۔

۵۔ انگریزی فوج میں ہندوستانی سپاہیوں کی تعداد تقریباً اڑھائی لاکھ کے قریب ہو گئی تھی، جب کہ انگریز افسروں اور

سپاہیوں کی تعداد صرف چھیالیس ہزار تھی۔

۶۔ برطانوی حکومت نے ہندوستان کی مختلف ریاستوں کو زبردستی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔ ان ریاستوں کے جو

فوجی بے روزگار ہو گئے تھے، ان کی تعداد بھی دو لاکھ سے زیادہ تھی۔ یہ فوجی بیکاری اور مصائب کی وجہ سے انگریزی

حکومت کے خلاف ہو گئے تھے۔

۷۔ انگریزوں نے ہندوستانیوں کی مدد سے ہی برصغیر پر اپنا اقتدار قائم کیا مقامی فوج کا ایک بڑا طبقہ انگریز افسروں کے روئے

اور سہولتوں کی کمی کی وجہ سے ان سے نفرت کرنے لگا تھا۔

۲۶۔ خود آزمائی نمبر ۱

سوال۔ خالی جگہیں پر کریں۔

۱۔ مسلمانوں نے حصول آزادی کی جدوجہد کا آغاز.....ء میں کیا۔

۲۔.....ء میں شاہ عبدالعزیز نے برصغیر کو دارالحرب قرار دیا۔

۳۔.....ء میں تحریک جہاد بالاکوٹ کے مقام پر ناکام ہوئی۔

۴۔ انگریزوں نے.....ء بہتر اسلحے اور.....ء کی وجہ سے مقامی حکمرانوں پر غلبہ حاصل کیا۔

۵۔ انگریزی فوج میں ہندوستانی سپاہیوں کی تعداد تقریباً.....ء تھی، جب کہ انگریز افسر اور سپاہی صرف.....ء تھے۔

۳۔ جنگ آزادی کا آغاز

پچھلے سیکشن میں دیئے گئے مذہبی، سیاسی، معاشی، معاشرتی اور فوجی اسباب کی وجہ سے انگریزوں کے خلاف نفرت کے باعث جدوجہد کے آثار تو واضح طور پر نظر آنے لگے تھے لیکن جنگ آزادی کی آگ ۱۸۵۷ء میں جس فوری سبب سے اچانک بھڑک اٹھی وہ درج ذیل ہے۔

انگریزی فوج میں جو کارتوس استعمال ہوتے تھے، ان کو زیادہ محفوظ بنانے کے لئے ان پر چربی لگادی جاتی تھی۔ استعمال کے وقت وہ چربی ہٹانی پڑتی تھی جسے عام طور پر سپاہی اپنے دانتوں سے ہٹاتے تھے۔

۱۸۵۷ء کے ابتدائی مہینوں میں برصغیر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ کارتوسوں میں استعمال ہونے والی چربی گائے اور سور کی ہے۔ اس افواہ کے باعث ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک شدید رد عمل پیدا ہوا کیونکہ گائے کی چربی ہندو فوجیوں کے مذہبی قائد کے خلاف تھی اور سور کی چربی مسلمان فوجیوں کے لئے قابل قبول نہ تھی۔ اس افواہ نے انگریزی فوج کے مقامی سپاہیوں، اچانک بے چینی پیدا کر دی اور مختلف مقامات پر مقیم فوجی کیپوں میں شورش برپا ہونے لگی۔

۱۸۵۷ء کے موسم بہار میں کلکتہ کے قریب بارک پور کے فوجی کیمپ میں شورش برپا ہوئی جسے انگریز کمانڈر نے سختی سے دیا مگر افواہ پھیلتی رہی اور ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کو یکایک میرٹھ چھاؤنی میں ہندوستانی فوجیوں نے بغاوت کر دی۔ ان فوجیوں نے صرف انگریز افسروں کو قتل کر دیا بلکہ ان کے بنگلوں میں آگ لگادی اور پھر دہلی کی طرف چل پڑے۔ ۱۱ مئی کو دہلی پہنچ نہوں نے کچھ لوٹ مار کی، بعض انگریزوں کو قتل کیا اور اس کے بعد برصغیر کے آخری مسلمان حکمران بہادر شاہ ظفر کی ت میں پہنچ گئے کہ وہ انگریزوں کے خلاف جدوجہد کی قیادت کریں۔

۳۔ جنگ آزادی کے اہم واقعات

جنگ آزادی کے آغاز کے فوراً بعد بہادر شاہ ظفر کی جانب سے ایک اعلان آزادی جاری ہوا جس کے نتیجے میں دہلی سے ان کا صفایا کر دیا گیا، ان کی املاک کو لوٹا گیا اور ان کے گھروں کو جلا دیا گیا۔ بہادر شاہ ظفر نے اپنے نئے عہد حکومت میں دہلی شہر کے دورے سے کیا۔ شاہی جلوس نکلنے کے بعد شہر کے حالات معمول پر آ گئے اور دہلی سے انگریزی اثرات صے کے لئے بالکل ختم ہو گئے۔

میرٹھ کی بغاوت اور دہلی سے انگریزی اقتدار کے خاتمے کی خبر پورے برصغیر میں تیزی سے پھیل گئی اور مختلف علاقوں میں انگریزوں کے خلاف جنگ شروع ہو گئی اور بعض مقامات پر ابتدائی کامیابیاں بھی حاصل کر لی گئیں اور یہ علاقے انگریزوں سے خالی کروائے گئے۔

دہلی سے جہانسی تک تو جنگ آزادی میں شدت رہی اور شمالی ہند کا یہ علاقہ کچھ عرصے کے لئے انگریزی غلبے سے آزاد ہو گیا۔ پنجاب، سرحد، سندھ اور بنگال کے علاقوں میں بھی کہیں کہیں انگریز افسروں کو قتل کیا گیا مگر ان علاقوں میں کوئی بڑی تبدیلی رونما نہ ہو سکی۔ انگریزوں نے جلد ہی حالات پر قابو پا لیا۔ جنگ آزادی کی باقاعدہ ابتدا مئی ۱۸۵۷ء میں ہوئی جو ستمبر ۱۸۵۷ء تک جاری رہی لیکن اس میں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

۳۶۲۔ خود آزمائی نمبر ۲

سوال۔ غلط/درست کی نشان دہی کریں۔

- ۱۔ جنگ آزادی کا فوری سبب انگریزی فوج کے زیر استعمال چربی لگے کارتوس تھے۔ غلط/درست
- ۲۔ ۱۸۵۷ء کے موسم بہار میں کلکتہ کے قریب بارک پور کے فوجی کیمپ میں شورش برپا ہوئی۔ غلط/درست
- ۳۔ جنگ آزادی کے نتیجے میں دہلی سے انگریزی اثرات کچھ عرصے کے لئے ختم ہو گئے۔ غلط/درست
- ۴۔ دہلی سے جہانسی تک جنگ آزادی میں شدت رہی اور شمالی ہند کا یہ علاقہ کچھ عرصے کے لئے غلط/درست
- انگریزی غلبے سے آزاد ہو گیا۔
- ۵۔ جنگ آزادی کی باقاعدہ ابتدا مئی ۱۸۵۷ء سے ہوئی۔ یہ جنگ ستمبر ۱۸۵۷ء تک جاری رہنے غلط/درست
- کے بعد کامیابی سے دوچار ہو گئی۔

۴۔ جنگ آزادی کی ناکامی کے اسباب

جنگ آزادی کی ناکامی کے اسباب کا تفصیلی جائزہ تو یہاں ممکن نہیں ہے، تاہم جن اسباب کی وجہ سے یہ جنگ ناکام ہوئی، ان کی ایک مختصر سی فہرست درج ذیل ہے۔

- جنگ آزادی کا آغاز چونکہ اچانک اور کسی منصوبہ بندی کے بغیر ہوا تھا، لہذا اس کے لئے کوئی مشترکہ لائحہ عمل نہ اپنایا جاسکا۔ اسی طرح مختلف مقامات پر جنگ لڑنے والوں میں باہمی ربط قائم نہیں کیا جاسکا جس کی وجہ سے جنگ زیادہ دیر جاری نہ رہ سکی۔
- جن علاقوں کو انگریزوں سے خالی کروالیا گیا تھا، ان میں کوئی متبادل قیادت اور کامیاب نظام حکومت قائم نہ کیا جاسکا۔ جنگ آزادی لڑنے والوں کو سارے ہندوستانی عوام کی حمایت حاصل نہ ہو سکی بلکہ بہت سے لوگوں نے خفیہ طور پر یا کھلم کھلا انگریزوں کی حمایت جاری رکھی اور عملاً ان کی مدد بھی کرتے رہے۔
- سکھ اور گورکھا (پہاڑی علاقوں کے ہندو سپاہی) انگریز افسروں کے وفادار رہے اور انہی کی مدد سے انگریزوں نے دوبارہ دہلی، لکھنؤ اور دوسرے آزاد کروائے گئے علاقوں پر اپنا قبضہ بحال کر لیا۔
- جدوجہد آزادی کا دائرہ برصغیر کے صرف چند علاقوں (شمالی ہند) تک ہی محدود رہا، جنوبی ہند اس سے لاتعلق رہا۔ گجرات اور سندھ کے عوام بھی اس جنگ میں شامل نہیں ہوئے، جبکہ پنجاب، سرحد، بنگال اور بہار میں معمولی شورشیں ہوئیں جن پر قابو پالیا گیا۔ لہذا اس جدوجہد آزادی کو کل ہند جنگ آزادی سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔
- بیرون ملک سے کسی مسلمان حکمران نے بہادر شاہ ظفر یا مجاہدین آزادی کی کوئی مدد نہ کی اور نہ اس سلسلے میں انگریزوں پر کوئی دباؤ ڈالا گیا۔
- ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی، برصغیر کے زوال پذیر معاشرے کو بچانے کی آخری کوشش تھی۔ انگریز برصغیر کے سیاہ و سپید کے مالک بن چکے تھے۔ بعض علاقوں کے حکمران ان کے باج گزار تھے اور بہت سے ان سے پٹن لیتے تھے۔ جن میں دہلی کا مغل تاج دار بھی شامل تھا۔ برصغیر کا معاشرہ اتنا زیادہ بگڑ چکا تھا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کو آزادی کی قدر نہ رہی تھی۔ پھر یہاں غداروں کی کمی نہ تھی جن سے انگریزوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور ان کی مدد سے دوبارہ اپنا اقتدار بحال کر لیا۔
- انگریزوں کی فوجی طاقت مسلمانوں اور ہندوؤں کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھی۔ وہ اپنے تنظیمی ڈھانچے اور تربیت کی وجہ سے بھی مقامی لوگوں پر برتری رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے پاس اچھے ہتھیار اور جنگ آلات بھی موجود تھے

جنگ آزادی نہ لڑ سکیں۔

- ملکہ وکٹوریہ نے ریاستوں کے الحاق کی پالیسی ختم کر دی اور ہندوستانی ریاستوں کی بڑی تعداد کو برطانیہ سے وفاداری کا عہد لے کر باقی رہنے دیا۔
- ہندوستان میں برطانوی آئین کے مطابق ایک قابل مواخذہ حکومت کا قیام عمل میں آیا اور قانون سازی کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔
- برصغیر میں سیاسی بے یقینی کا خاتمہ ہو گیا۔ دم توڑتی ہوئی مغل بادشاہت اپنے انجام کو پہنچ گئی اور پورے برصغیر میں برطانوی اقتدار کو تسلیم کر لیا گیا۔
- برطانوی حکومت نے اپنا دار الحکومت کلکتہ سے دہلی منتقل کر لیا جس سے دہلی کی سیاسی اور معاشرتی اہمیت نئے سرے سے قائم ہو گئی۔
- جنگ آزادی کے خاتمے کے بعد برطانوی حکومت نے برصغیر میں استحکام حاصل کر کے مختلف قسم کی سیاسی، معاشرتی، معاشی اور تعلیمی اصلاحات نافذ کیں، صوبائی نظم و نسق کو بہتر بنایا اور فوجی اصلاحات بھی کیں جن کے نتیجے میں برصغیر میں پرانے اور فرسودہ نظام کی جگہ ایک نیا نظام قائم ہو گیا۔

۵۶۔ خود آزمائی نمبر ۴

- سوال۔ خالی جگہیں پر کریں۔
- ۱۔ یکم نومبرء کو ایک شاہی اعلان کے ذریعے سے کمپنی حکومت کا خاتمہ ہوا۔
 - ۲۔ انگریزوں نے کو جنگ آزادی کا ذمہ دار ٹھہرایا۔
 - ۳۔ شمالی ہند کے مسلمان جنگ آزادی کی وجہ سے اور بد حالی کا شکار ہو گئے۔
 - ۴۔ جنگ آزادی کے بعد برصغیر میں سیاسی کا خاتمہ ہو گیا۔
 - ۵۔ جنگ آزادی کے بعد برطانوی حکومت نے اپنا دار الحکومت سے منتقل کر لیا۔

۶۔ تحریک علی گڑھ

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی سے برصغیر کے مسلمانوں پر باقی اقوام کی نسبت زیادہ برا اور شدید اثر پڑا کیونکہ ایک طرف تو انگریز انہیں اپنا سب سے بڑا مخالف قرار دیتے تھے اور دوسری طرف ہندو اپنی وفاداریاں تبدیل کر کے انگریزی عمل داری سے فوائد حاصل کرنے لگے تھے۔ ہندو جلد ہی تجارت، صنعت اور ملازمتوں پر حاوی ہو گئے اور مسلمانوں کو مزید ایک صدی پیچھے دھکیل دیا۔ اس صورت حال نے برصغیر کے مسلمانوں میں ایک نئی فکر اور قومی تشخص کے تحفظ کا احساس پیدا کیا۔ مسلمانوں نے اپنی بقاء کی جنگ لڑنے کے لئے ایک نئی حکمت عملی اپنانے کا فیصلہ کیا۔

سر سید احمد خان، وہ عظیم رہنما تھے جنہوں نے برصغیر کے بدلتے ہوئے حالات کا بغور جائزہ لیا اور نہایت تدبر اور فہم و فراست سے کام لے کر ایک تباہ شدہ معاشرے کے لئے نئی زندگی کا سامان پیدا کیا۔ سر سید احمد خان نے مسلمانوں میں نئی زندگی کے آغاز کے لئے تین طرح کی کوششیں کیں۔

۱۔ حکومت اور عوام (خصوصاً مسلمانوں) کے درمیان اعتماد کی فضا کی بحالی۔

۲۔ مسلمانوں کو جدید علوم اور انگریزی زبان سیکھنے کی ترغیب۔

۳۔ احتجاجی سیاست سے گریز۔

مندرجہ بالا مقاصد کے حصول کی خاطر سر سید احمد خان نے جو تحریک شروع کی، اسے ”تحریک علی گڑھ“ کہا جاتا ہے۔

۶۱۔ تحریک علی گڑھ کا سیاسی پہلو

تحریک علی گڑھ کی ابتدا میں سر سید احمد خان نے ایک رسالہ ”اسباب بغاوت ہند“ شائع کیا۔ جس میں انہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے اسباب کی نشان دہی کی اور اس بات پر زور دیا کہ ہندوستانیوں کو قانون ساز کونسلوں میں نمائندگی ملنی چاہئے تاکہ عوام کی آواز حکومت تک براہ راست پہنچ سکے۔ اس مطالبے کو ۱۸۶۱ء میں منظور کر لیا گیا اور برصغیر کے مقامی باشندوں کو کونسلوں میں کسی حد تک نمائندگی مل گئی۔

۶۲۔ تحریک علی گڑھ کا معاشرتی پہلو

سر سید احمد خان نے حکمران طبقے اور مسلمانوں کی باہمی دوری کو کم کرنے اور غلط فہمیوں کے خاتمے کے لئے بہت سے

مضامین لکھے اور اس بات پر بھی زور دیا کہ مسلمان اور عیسائی دونوں اہل کتاب ہیں اور انہیں ایک دوسرے کے زیادہ قریب آنا چاہئے۔ ان کی ایسی کوششوں کے نتیجے میں مسلمانوں اور انگریزوں کے تعلقات نسبتاً بہتر ہو گئے اور انگریزوں کی مسلم دشمنی کی شدت میں بھی کسی حد تک کمی آ گئی۔

۶۶۳۔ تحریک علی گڑھ کا علمی پہلو

سر سید نے علمی خدمات کے ساتھ ساتھ عملی طور پر بھی ایسی کوششیں کیں کہ مسلمانوں میں جدید علوم سیکھنے کا شوق پیدا ہو تاکہ وہ ترقی اور کامیابی سے ہم کنار ہو سکیں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے جو اقدامات کئے، ان میں سے چند اہم درج ذیل ہیں۔

- ۱۔ سائنسیک سوسائٹی کا قیام
- ۲۔ سماجی اور تعلیمی مہم کا آغاز
- ۳۔ جدید علوم کی معیاری کتب کے اردو تراجم
- ۴۔ پریس کا قیام
- ۵۔ ”علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ“ کے نام سے اخبار کا اجرا۔
- ۶۔ ۱۸۶۶ء میں ”برٹش انڈین ایسوسی ایشن“ کا قیام۔
- ۷۔ ۱۸۶۹ء میں شمالی ہند میں ایک اردو یونیورسٹی کے قیام کی تجویز
- ۸۔ ۱۸۶۹ء میں برطانوی طریقہ تعلیم کا مطالعہ کرنے کے لئے انگلستان کا دورہ۔
- ۹۔ ۱۸۷۵ء میں علی گڑھ میں ایک سکول کا قیام
- ۱۰۔ ۱۸۷۷ء میں سکول کو کالج کا درجہ دینا
- کالج کا نام ”محمدن اینگلو اورینٹل کالج“ (ایم۔ اے۔ او کالج) رکھا گیا۔
- ۱۱۔ ۱۸۸۶ء میں ”محمدن ایجوکیشنل کانفرنس“ کا قیام

۶۶۴۔ تحریک علی گڑھ کے اثرات و نتائج

سر سید احمد خان کی بے لوث کوشش اور مسلمانوں کی کامیابی اور ترقی کے لئے کئے جانے والے کاموں کے اچھے اثرات بہت جلد سامنے آنے لگے اور علی گڑھ کو مسلمانوں کی سیاست میں ایک مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی۔ علی گڑھ کالج کے تعلیم یافتہ نوجوانوں نے قومی اتحاد اور ترقی کا سبق ملک کے گوشے گوشے میں پھیلا دیا۔ اس طرح اردو ادب اور جدید علوم

کو فروغ حاصل ہوا، مسلمانوں میں تعلیم حاصل کرنے کا رجحان پیدا ہوا اور وہ ذہنی پستی اور احساس کمتری سے نجات پانے اور بحیثیت قوم ہندوؤں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہونے لگے۔ انہوں نے سرکاری ملازمتوں میں اپنے حق کے لئے کوشش شروع کر کے غربت کے خاتمے اور سیاسی حقوق کے حصول کے لئے بھی راہ ہموار کرنی شروع کر دی۔

سر سید احمد خان کی تحریک کے گہرے اثرات کے نتیجے میں مسلمانوں کی معاشرتی اور معاشی ترقی کی جدوجہد کو تیز کرنے کی خاطر اسی قسم کی بہت سی دوسری انجمنیں قائم ہو گئیں اور برصغیر کے مختلف علاقوں میں مسلمانوں کو تعلیمی خدمات فراہم کر کے ان میں ایک نیا شعور جاگنے لگیں۔

سر سید احمد خان کی وفات کے بعد نواب محسن الملک نے علی گڑھ کالج کو یونیورسٹی کے درجے تک پہنچانے کی کوششیں جاری رکھیں اور ۱۹۲۰ء میں اسے یونیورسٹی کا درجہ حاصل ہو گیا۔ اس طرح یہ ادارہ سر سید احمد خان کی وفات کے بعد بھی ان کے مشن کی تکمیل میں مصروف رہا۔

۶۶۵۔ سر سید احمد خان اور دو قومی نظریہ

سر سید احمد خان نے شروع میں معاشرہ کی اصلاح اور تعلیم کی ترقی کے لئے جو بھی کوششیں کیں، وہ برصغیر کے تمام باشندوں کے لئے تھیں۔ وہ ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو کبھی بھی الگ قوم نہ کہا۔ آہستہ آہستہ ہندوؤں کی تنگ نظری کو دیکھتے ہوئے انہیں احساس ہوا کہ ہندو اور مسلمان دو الگ قومیں ہیں جو کبھی بھی اکٹھی نہیں رہ سکتیں۔ سر سید وہ پہلے مسلمان سیاسی رہنما تھے جنہوں نے مسلمانوں کے لئے لفظ قوم استعمال کیا اور دو قومی نظریہ پیش کیا جو بعد میں قیام پاکستان کی بنیاد بنا۔

کسی تہذیبی، سیاسی یا معاشرتی تحریک کی بنیاد کسی نہ کسی نظریے پر ہوتی ہے۔ تحریک پاکستان کی بنیاد ”دو قومی نظریے“ پر رکھی گئی تھی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں دو بڑی قومیں آباد ہیں۔ ہندو اور مسلمان۔ اگرچہ یہ دونوں قومیں صدیوں تک ایک دوسرے کے ساتھ رہیں لیکن آپس میں گھل مل نہ سکیں۔ ہندوؤں نے کبھی بھی مسلمانوں کو مساوی مقام نہ دیا بلکہ ہمیشہ ان کی مخالفت کی جس کی وجہ سے ہندو مسلمانوں کو ایک الگ ملک کا مطالبہ کرنا پڑا۔

۶۶۔ خود آزمائی نمبر ۵

سوال۔ کیا یہ درست ہے کہ

۱۔ جنگ آزادی کی ناکامی سے برصغیر کے مسلمانوں پر باقی اقوام کی نسبت زیادہ برا اور شدید اثر ہاں / نہیں پڑا۔

۲۔ سرسید احمد خان نے برصغیر کے مسلمانوں کو دو قومی نظریہ دیا۔ ہاں / نہیں

۳۔ سرسید نے احتجاجی سیاست سے گریز کی پالیسی اپنائی۔ ہاں / نہیں

۴۔ ۱۸۶۱ء میں برصغیر کے مقامی باشندوں کو کونسلوں میں نمائندگی ملی۔ ہاں / نہیں

۵۔ ۱۹۲۰ء میں علی گڑھ کالج کو یونیورسٹی کا درجہ حاصل ہو گیا۔ ہاں / نہیں

۷۔ آل انڈیائی نیشنل کانگریس کا قیام

آل انڈیائی نیشنل کانگریس برصغیر پاک و ہند میں ہندوؤں کی سیاسی جماعت کے طور پر مشہور ہے۔ اس کا قیام ۱۸۸۵ء میں عمل میں آیا۔ یہ جماعت ہیوم نامی ایک انگریز نے قائم کی تھی۔ اس جماعت کے قیام کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ہندوستانی عوام انگریزوں کی مخالفت میں صف آرا ہونے کے بجائے ایک سیاسی پلیٹ فارم بنائیں اور اپنے حقوق کی حفاظت کریں لیکن اس جماعت میں ہندوؤں کی اکثریت شامل ہو گئی اور یہ مکمل طور پر ہندوؤں کی سیاسی جماعت بن گئی۔ اس جماعت نے مسلمانوں کے مفادات کو نہ صرف نظر انداز کیا بلکہ اس کی مخالفت کی۔ اس وجہ سے سرسید نے مسلمانوں کو کانگریس سے الگ رہنے کا مشورہ دیا۔

۸۔ تقسیم بنگال (۱۹۰۵ء)

بنگال برصغیر کا ایک بہت بڑا صوبہ تھا اور یہ انتظامی لحاظ سے برطانوی حکومت کے لئے ایک مسئلہ بنا ہوا تھا۔ اس صوبے کی تقسیم کی تجاویز ۱۸۵۳ء میں لارڈ ڈلہوزی کے دور سے ہی زیر غور چلی آ رہی تھیں۔ اس صوبے کو ایک انتظامی گورنر کے ماتحت چلانا تقریباً ناممکن تھا جس وجہ سے صوبے کی معاشی اور انتظامی حالت روز بروز خراب ہوتی جا رہی تھی۔ حکومت برطانیہ نے انتظامی ڈھانچے کو بہتر اور موثر بنانے کی خاطر ۱۹۰۳ء میں اس منصوبے کا اعلان کیا اور ۱۹۰۵ء میں اس پر عمل درآمد کرتے ہوئے بنگال کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک مغربی بنگال، دوسرا مشرقی بنگال۔ مغربی بنگال کے علاقے میں آبادی کی اکثریت ہندو تھی جبکہ مشرقی بنگال میں مسلمان اکثریت میں تھے۔

مشرقی بنگال میں آسام کو بھی شامل کیا گیا اور اس کا مرکز ڈھاکہ بنادیا گیا۔ اس صوبے میں علیحدہ قانون ساز کونسل، بورڈ آف ریونیو اور ہائی کورٹ بار قائم ہوئے اور دیگر سہولتیں بھی دے دی گئیں۔ اس نئے صوبے کی آبادی میں چونکہ اکثریت مسلمانوں کی تھی اور ان نئی انتظامی اصلاحات سے انہیں کئی طرح کے فائدے حاصل ہو سکتے تھے، لہذا ہندوؤں نے اس تقسیم کی سخت مخالفت کی اور اسے منسوخ کروانے کے لئے ایک منظم تحریک چلائی جس میں ہر جاز اور ناجاز طریقے سے انگریز حکومت پر دباؤ ڈالنے اور مسلمانوں کو تنگ کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کئے گئے۔

- ۱۔ بندے ماترم (ہندوؤں کا قومی ترانہ) اور دھرتی ماتا کی تقسیم کو اس تحریک کی بنیاد بنایا گیا۔
- ۲۔ مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا۔
- ۳۔ انگریزوں پر حملے کئے گئے۔
- ۴۔ مشرقی بنگال کے نئے گورنر پر ہندو اخبارات نے کڑی تنقید شروع کر دی۔
- ۵۔ ہندوؤں نے انگریزوں کے مال کا بایکاٹ شروع کر دیا۔
- ۶۔ مقامی لوگوں کو انگریزی اشیاء کے استعمال اور خریداری سے روکنے کی کوشش کی گئی۔
- ۷۔ ہندو دکانداروں سے انگریزی مال جمع کر کے سڑکوں پر چلایا گیا۔

برطانوی حکومت ان حربوں کی وجہ سے دباؤ میں آ گئی اور اس نے ۱۹۱۱ء میں تقسیم بنگال کا حکم منسوخ کر دیا اور متحدہ بنگال کو دوبارہ ایک صوبہ بنادیا حالانکہ مسلمان اس تقسیم کو برقرار رکھنے کے حق میں تھے۔

۹۔ شملہ وفد (اکتوبر ۱۹۰۶ء)

۱۹۰۵ء میں برطانیہ میں سیاسی تبدیلی آئی اور وہاں لبرل پارٹی کی حکومت قائم ہوئی۔ اس پارٹی کے لوگ اس بات پر حق میں تھے کہ برصغیر کے مقامی تعلیم یافتہ افراد کو قانون ساز کونسلوں میں شریک کیا جائے، چنانچہ اپریل ۱۹۰۶ء میں بجٹ تقریر کے دوران وزیر امور ہند لارڈ مارلے نے دارالعوام میں آئینی اصلاحات کا تذکرہ کیا۔ مسلمانوں کے لئے یہ ایک سنہرا موقع تھا کہ وہ اپنی اجتماعی کوشش سے اپنے لئے کچھ سہولتیں حاصل کر سکیں۔ اس وقت تک چونکہ مسلمانوں کی کوئی سیاسی جماعت نہ تھی، لہذا وہ اب تک برطانوی حکومت سے کسی قسم کی مراعات اور سیاسی مفادات حاصل کرنے میں ناکام رہے تھے۔ اس کے برعکس ہندوؤں کی سیاسی جماعت آل انڈیا نیشنل کانگریس ۱۸۸۵ء میں قائم ہو چکی تھی۔ ہندو اپنی کوشش سے ۱۸۹۲ء میں ایسی آئینی اصلاحات کروا چکے تھے جو ان کے لئے فائدہ مند تھیں۔ اب جب کہ برطانوی حکومت نئی آئینی اصلاحات کرنا چاہتی تھی تو مسلمانوں نے بھی اس موقع سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا۔

نواب محسن الملک نے برصغیر کے مسلمانوں میں سے ایک ۳۶ رکنی وفد تیار کیا جو یکم اکتوبر ۱۹۰۶ء کو شملہ کے مقام پر وائسرائے ہند لارڈ منٹو سے ملا اور اپنا نقطہ نظر پیش کرتے ہوئے کچھ مطالبے پیش کئے جن میں سے خاص دو یہ تھے۔

۱۔ مسلمانوں کی نمائندگی کے لئے مخصوص نشستوں اور علیحدہ حلقہ انتخاب کا مطالبہ کیا گیا۔

۲۔ سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کے لئے مخصوص کوٹے کا مطالبہ کیا گیا۔

وائسرائے ہند نے وفد کو یقین دلایا کہ مسلمانوں کے سیاسی حقوق و مفادات کی حفاظت کی جائے گی۔ ۱۹۰۹ء کی منٹو مارلے اصلاحات میں شملہ وفد کے مطالبات شامل کر لئے گئے اور یہ منظوری برصغیر کی سیاست میں ایک نیا موڑ ثابت ہوئی۔

۹۶۱۔ خود آزمائی نمبر ۶

سوال۔ غلط/درست کی نشان دہی کریں۔

- ۱۔ صوبہ بنگال کی تقسیم کی تجاویز ۱۸۵۳ء میں پہلی بار زیر غور آئی۔ غلط/درست
- ۲۔ ۱۹۰۳ء میں تقسیم بنگال کے منصوبے کا اعلان کیا گیا۔ غلط/درست
- ۳۔ تقسیم بنگال کے بعد ہندوؤں نے مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ غلط/درست
- ۴۔ ۱۹۰۴ء میں تقسیم بنگال کو منسوخ کر دیا گیا۔ غلط/درست
- ۵۔ ۱۹۰۹ء میں منٹو مارلے اصلاحات میں شملہ وفد کے مطالبات شامل کر لئے گئے۔ غلط/درست

۱۰۔ مسلم لیگ کا قیام (دسمبر ۱۹۰۶ء)

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے ۱۹۰۶ء تک نصف صدی کے دوران ایسے بے شمار سیاسی اور معاشرتی واقعات ہوئے جن کے نتیجے میں برصغیر میں بسنے والی تمام قوموں میں ایک عمومی بیداری کی لہر دوڑ گئی اور سیاسی شعور اجاگر ہونے لگا۔ اس عرصے میں دو ایسے نمایاں واقعات بھی ہوئے جن کے نتیجے میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں قومی تشخص کا احساس نمایاں ہوا اور وہ الگ الگ قوموں کی حیثیت سے آزادی کی جنگ لڑنے کی تیاری کرنے لگے۔ یہ دو واقعات درج ذیل تھے۔

۱۔ ۱۸۸۵ء میں آل انڈیا نیشنل کانگریس کا قیام

۲۔ ۱۹۰۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام

کانگریس کے قیام اور مسلمانوں کے حقوق کے بارے میں کانگریسی رہنماؤں کے منفی رویے، تقسیم بنگال کے خلاف ہندوؤں کی شورش اور شملہ وفد کی کامیابی کے بعد مسلمان رہنماؤں میں بڑی شدت سے یہ احساس پیدا ہوا کہ ہندوستانی مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے ایک الگ سیاسی پلیٹ فارم قائم کیا جائے جس کے ذریعے سے شملہ وفد کے مطالبات کو عملی جامہ بھی پہنایا جائے، چنانچہ مڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس کے خاتمے پر ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو ڈھاکہ میں ایک اجلاس ہوا جس کی صدارت نواب وقار الملک نے کی۔ اس موقع پر نواب سلیم اللہ نے ایک قرارداد پیش کی جس میں مسلمانوں کے لئے ایک الگ سیاسی پارٹی کی بنیاد رکھنے کی تجویز پیش کی گئی تھی۔ اس تجویز کی تائید حکیم اجمل خان، مولانا محمد علی اور مولانا ظفر علی خان نے کی۔ اس نئی سیاسی پارٹی کا نام ”آل انڈیا مسلم لیگ“ رکھا گیا جس کے بنیادی اغراض و مقاصد مندرجہ ذیل تھے۔

- ۱۔ حکومت برطانیہ کے لئے مسلمانوں میں وفاداری کے جذبات کو فروغ دینا اور حکومت کے متعلق ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا۔
- ۲۔ مسلمانوں کے سیاسی، مذہبی اور معاشرتی حقوق کا تحفظ کرنا اور حکومت تک مسلمانوں کے مطالبات پہنچانے کا انتظام کرنا۔
- ۳۔ مسلمانوں میں دوسری قوموں کے خلاف جذبات کی حوصلہ شکنی کرنا، غیر مسلمانوں کے ساتھ تعاون کی حدود کا تعین کرنا اور اختلافات کے خاتمے کے لئے جدوجہد کرنا۔
- اس اجلاس میں جو دیگر فیصلے کئے گئے، ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔
- ۱۔ نواب وقار الملک کو آل انڈیا مسلم لیگ کا پہلا سیکرٹری منتخب کیا گیا۔

۲- نواب محسن الملک کو جانٹ سیکرٹری مقرر کیا گیا۔

۳- نواب وقار الملک کی سربراہی میں ایک عبوری کمیٹی قائم کی گئی جسے مسلم لیگ کا دستور بنانے کا کام سونپا گیا، چنانچہ مارچ ۱۹۰۸ء میں مسلم لیگ کا پہلا آئین تیار ہو گیا۔

۴- اجلاس میں یہ بھی طے پایا کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا صدر دفتر علی گڑھ میں قائم کیا جائے۔

مارچ ۱۹۰۸ء میں جب مسلم لیگ کا آئین تیار ہوا تو اس کے ایک اجلاس میں سر آغا خان کو لیگ کا پہلا باقاعدہ صدر منتخب کیا گیا اور نواب وقار الملک کو مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری کے عہدے پر مستقل کر دیا گیا۔ یہ اجلاس علی گڑھ میں منعقد ہوا۔

۱۹۰۸ء کے دوران میں ہی ہندوستان کے مختلف صوبوں اور اضلاع میں مسلم لیگ کی شاخیں قائم کر دی گئیں اور ایک شاخ لندن میں بھی قائم ہوئی جس کے صدر سید امیر علی اور سیکرٹری ابن حسن مقرر ہوئے۔

مسلم لیگ کے قیام کے فوراً بعد ایک اہم مسئلہ ان مقاصد کی تکمیل کے لئے جدوجہد تھی جو شملہ وفد نے وائسرائے ہند کو پیش کئے تھے۔ ہندوستان کی حکومت نے آئینی اصلاحات سے متعلق تجاویز میں مسلمانوں کے لئے جداگانہ انتخابات کی سفارش تو کی تھی جب کہ انگلستان میں وزیر برائے امور ہند اس کے لئے رضامند نہیں تھے لیکن مسلم لیگ کی لندن برانچ کے صدر سید امیر علی نے اپنی کوششوں سے لارڈ مارلے کو قائل کر لیا اور ۱۹۰۹ء میں آئینی اصلاحات میں انگریزوں نے مسلمانوں کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے جداگانہ انتخابات کا مطالبہ مان لیا۔ درحقیقت برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں اس حق کے تسلیم کئے جانے کا مطلب مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کو دو الگ الگ قومیں تسلیم کرنے کے مترادف تھا۔ بعض انتہا پسند ہندو مورخ بھی اس بات پر متفق ہیں کہ پاکستان کے قیام کا بنیادی محرک ہی مسلمانوں کے لئے جداگانہ انتخابات کے حق کو تسلیم کرنا تھا۔ خود ہندوؤں نے ۱۹۱۶ء میں اس نظریے کو تسلیم کیا۔

مسلم لیگ کے مندرجہ بالا مقاصد ابتدائی نوعیت کے تھے جن میں بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ تبدیلی آتی گئی اور مسلم لیگ نے ایک زیادہ عملی اور کارآمد پالیسی اختیار کر لی۔ ابتدا میں مسلم لیگ حکومت سے وفاداری اور ہندو مسلم تعاون کے فروغ کی پالیسی پر قائم رہی لیکن مسلمانوں میں سیاسی شعور کی بیداری، ہندوؤں کی عدم تعاون اور برطانوی حکومت کے منہ پر روئے کی وجہ سے مسلم لیگ کی وفاداری اور غیر مسلمانوں سے تعاون کی پالیسی زیادہ پائیدار نہ ثابت ہو سکی اور ایک آزاد اور خود مختار مملکت کے قیام کی کوششیں ان کا نظریہ بنتی گئیں، یہاں تک کہ برصغیر میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی علیحدہ علیحدہ ریاستوں کے قیام کا خواب پورا ہو گیا اور ۱۹۴۷ء میں مملکت خداداد پاکستان وجود میں آ گئی۔

۱۰۶۔ خود آزمائی نمبر ۷

سوال۔ خالی جگہیں پر کریں۔

- ۱۔ سن میں آل انڈیا نیشنل کانگریس کا قیام عمل میں آیا۔
- ۲۔ سن میں مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔
- ۳۔ نواب نے مسلمانوں کے لئے ایک الگ سیاسی جماعت کے قیام کی تجویز پیش کی۔
- ۴۔ نواب کو آل انڈیا مسلم لیگ کا پہلا سیکرٹری منتخب کیا گیا۔
- ۵۔ مارچ میں مسلم لیگ کا آئین تیار ہوا۔

۱۱۔ تشریحات

پس منظر	کسی بات کے اسباب جو اس کے	منزل مقصود	وہ جگہ جہاں پہنچنے کا ارادہ ہو مراد
تشخص	پہچان	سرگرمیاں	کامیابی
سرپرستی	حمایت کرنا	دارالحرب	مختلف کام
			جہاں غیر مسابوں کی حکومت ہو
			اور مسلمانوں کو فریضہ
			ادا کرنے سے روکا جائے
عمل داری	حکومت، اختیار	ہوس زرگری	دولت رکھنے کی لالچ
رانج	کسی چیز کو عام کرنا	مم	خاص کام
مصائب	مشکلات	آثار	نشان
شورش	بغاوت	مشتکہ لائحہ عمل	مشتکہ پروگرام
باجسوز	رعیت، محصول دینے والا	قابل مواخذہ	بازپرسی کے قابل، جواب طلبی کے قابل
فہم و فراست	عقل و دانش	فرسودہ	پرانے
بقا	قائم رکھنا	ترغیب	راغب کرنا
بے لوث مساعی	بغیر لالچ کسی کی مدد کرنا	شعور اجاگر کرنا	شعور میں اضافہ کرنا
گریز	روکنا	منسوخ	رد کرنا
کڑی تنقید	سخت قسم کا تبصرہ کرنا	مورخ	تاریخ لکھنے والا
مترادف	مطابق	منفی رویہ	خلاف رویہ
وجود	پیدائش		

۱۲۔ جوابات

خود آزمائی نمبر ۱

- ۱۔ ۱۸۵۷ء ۲۔ ۱۸۰۶ء ۳۔ ۱۸۳۱ء ۴۔ فوجی قوت، تربیت
۵۔ ڈھائی لاکھ، چھیالیس ہزار

خود آزمائی نمبر ۲

- ۱۔ درست ۲۔ درست ۳۔ درست ۴۔ درست ۵۔ غلط

خود آزمائی نمبر ۳

- ۱۔ ہاں ۲۔ ہاں ۳۔ ہاں ۴۔ نہیں ۵۔ ہاں

خود آزمائی نمبر ۴

- ۱۔ ۱۸۵۸ء ۲۔ مسلمانوں ۳۔ معاشی، معاشرتی ۴۔ بے یقینی
۵۔ کلکتہ، دہلی

خود آزمائی نمبر ۵

- ۱۔ ہاں ۲۔ ہاں ۳۔ ہاں ۴۔ ہاں ۵۔ ہاں

خود آزمائی نمبر ۶

- ۱۔ درست ۲۔ درست ۳۔ درست ۴۔ غلط ۵۔ درست

خود آزمائی نمبر ۷

- ۱۔ ۱۸۸۵ء ۲۔ ۱۹۰۶ء ۳۔ سلیم اللہ ۴۔ وقار الملک ۵۔ ۱۹۰۸ء

تحریک پاکستان - ۱۱

(۱۹۱۶ء - ۱۹۳۹ء)

شمینہ امان

تحریر

ڈاکٹر امان اللہ مبین

نظر ثانی

یونٹ کا تعارف

پاکستان دو قومی نظریے کی بنیاد پر وجود میں آیا۔ اس نظریے کے مطابق ہندوستان ایک ملک نہیں بلکہ برصغیر تھا جس میں کئی قومیں آباد تھیں۔ ان میں سے ہندو اور مسلمان دو بڑی قومیں تھیں۔

برصغیر کے مسلمان اپنے مذہب، تہذیب و ثقافت اور اقدار کے حوالے سے جداگانہ تشخص رکھتے تھے۔ اس لئے ایک ہی آئین کے تحت دونوں اقوام یعنی ہندو اور مسلمانوں کا رہنا ممکن نہیں تھا۔ اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے برصغیر کے مسلمانوں نے قائد اعظم محمد علی جناح کی قیادت میں اپنے لئے علیحدہ وطن کے قیام کا مطالبہ کیا اور ایک طویل اور کٹھن جدوجہد کے بعد اپنی منزل حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

یونٹ کے مقاصد

ہمیں امید ہے کہ یونٹ کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ :-

- ۱۔ جدوجہد آزادی میں پیش آنے والے اہم واقعات اور عوامل کو بیان کر سکیں۔
- ۲۔ یہ بتا سکیں کہ قیام پاکستان کے سلسلے میں مسلم لیگ نے کیا کردار ادا کیا۔
- ۳۔ اس موضوع پر تفصیل سے بحث کر سکیں کہ وہ کیا حالات تھے جن کی وجہ سے مسلمانوں نے علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا۔

فہرست مضامین

51	یونٹ کا تعارف
51	یونٹ کے مقاصد
53	۱۔ میثاق لکھنؤ
54	۲۔ تحریک خلافت
55	۲۶۱۔ ہجرت تحریک
55	۲۶۲۔ شدھی اور سنگین کی تحریک
56	۳۔ دہلی تجاویز
56	۴۔ نہرو رپورٹ
57	۵۔ قائد اعظم کے چودہ نکات
58	۵۶۱۔ خود آزمائی نمبر ۱
60	۶۔ خطبہ الہ آباد
61	۷۔ گول میز کانفرنس
61	۸۔ ۱۹۳۵ء کا آئین
62	۹۔ ۱۹۳۷ء کے انتخابات اور کانگریسی وزارتیں
63	۹۶۱۔ خود آزمائی نمبر ۲
64	۱۰۔ تشریحات
65	۱۱۔ جوابات

۱۔ میثاق لکھنؤ

۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کے قیام کے بعد برصغیر کے مسلمان سیاسی طور پر منظم ہونا شروع ہو گئے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ برصغیر میں بسنے والی دوسری اقوام کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم کئے جائیں۔ ۱۹۱۳ء میں قائد اعظم مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔ ہندوؤں کے معتمد روسیے کے باوجود وہ ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ہندو مسلم اتحاد کے نتیجے میں انگریزوں سے اقتدار حاصل کرنا آسان ہو جائے گا لیکن اس کے ساتھ انہیں یہ بھی خدشہ تھا کہ اگر انگریز مغربی جمہوریت کے اصولوں پر ہندوستان کو خود مختاری دے گئے تو ہندو اکثریت میں ہونے کی بناء پر حکومت کے وارث بن جائیں گے۔ اس لئے ان کی یہ کوشش تھی کہ انگریزوں کے ہندوستان چھوڑنے سے پہلے کوئی ایسا آئینی سمجھوتہ عمل میں آئے جو مسلمانوں کے سیاسی، سماجی اور مذہبی حقوق کے تحفظ کا ضامن ہو۔

اس ضمن میں میثاق لکھنؤ ایک اہم کوشش تھی جس کا سر ا قائد اعظم کے سر ہے۔ ۱۹۱۶ء میں کانگریس اور مسلم لیگ کا مشترکہ اجلاس لکھنؤ میں ہوا۔ اس اجلاس میں دونوں قوموں کے مابین ایک سمجھوتہ طے پایا جسے ”میثاق لکھنؤ“ کا نام دیا گیا۔ اس معاہدے کی رو سے:

- ہندوؤں نے مسلمانوں کے جداگانہ انتخاب کا اصول تسلیم کر لیا۔
- اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ کسی بھی مجلس قانون ساز میں کوئی ایسا بل یا قرارداد زیر بحث نہ لائی جائے گی جس کی مخالفت کسی ایک فرقے کے ارکان کی تین چوتھائی تعداد نے کی ہو۔
- مرکزی قانون ساز اسمبلی میں مسلمانوں کی نمائندگی کا تناسب ۳۳ فیصد مقرر کیا گیا اور مسلم اقلیتی صوبوں میں آبادی کے تناسب سے زیادہ نشستیں دینے پر اتفاق ہوا۔

میثاق لکھنؤ کے نتیجے میں ۱۹۱۹ء میں حکومت ہند نے قانونی طور پر جداگانہ انتخابات کے حق کو تسلیم کر لیا۔ اس طرح ہندو مسلم یگانگت کے ایک دور کا آغاز ہوا۔ اور یہ دور خلافت تحریک کے اختتام تک جاری رہا۔

۲۔ تحریک خلافت

برصغیر پاک و ہند کے مسلمان ترکی کی عثمانی خلافت کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ پہلی جنگ عظیم میں ترکی نے انگریزوں کے خلاف جرمی کا ساتھ دیا۔ جنگ کے دوران میں برصغیر کے مسلمانوں کا تعاون حاصل کرنے کے لئے انگریز حکومت نے ان سے وعدہ کیا کہ اگر انہیں جنگ میں کامیابی ہوئی تو ترکی کی خلافت کی حیثیت کو برقرار رکھا جائے گا اور مسلمانوں کے مقدس مقامات کا تحفظ کیا جائے گا لیکن جب جنگ میں انگریزوں کو فتح حاصل ہوئی تو وہ اپنے وعدے بھول کر عثمانی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے پر تل گئے۔ عثمانی سلطنت میں 'حجاز' عراق اور مشرق وسطیٰ کے کئی ممالک شامل تھے۔ لہذا مسلمانوں کو یہ پریشانی لاحق تھی کہ اگر انگریزوں نے ان علاقوں پر قبضہ کر لیا تو بیت المقدس، مکہ، مدینہ اور دوسرے مقدس مقامات کے تقدس پر حرف آئے گا۔ یہ وہ حالات تھے جن کی وجہ سے برصغیر کے مسلمان ایک تحریک شروع کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اس تحریک کو ”تحریک خلافت“ کہا جاتا ہے۔ یہ تحریک ۱۹۱۹ء میں شروع ہوئی۔ تحریک خلافت کے بنیادی مقاصد مندرجہ ذیل تھے۔

- ترکی کی خلافت کو برقرار رکھا جائے۔
- مسلمانوں کے مقدس مقامات کی حفاظت کی جائے۔
- سلطنت عثمانیہ کی وہی حدود برقرار رکھی جائیں جو جنگ سے پہلے تھیں۔

مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کی قیادت میں تحریک زور شور سے جاری تھی کہ کانگریس بھی اس تحریک میں شامل ہو گئی اور مشترکہ طور پر عدم تعاون کی تحریک کا آغاز ہوا۔ تحریک خلافت کو تقویت دینے کے لئے اس تحریک کے دوران میں عوام کو سول اور فوجی نوکریاں ترک کرنے کو کہا گیا۔ سرکاری ملازموں نے انگریزی حکومت کی ملازمتیں ترک کر دیں۔ اس کے علاوہ انگریزی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جس سے صنعت کاروں کو کافی نقصان ہوا۔ والدین نے اسکولوں اور کالجوں میں بچوں کو بھیجا بند کر دیا۔ اس صورت حال نے انگریز حکومت کو کافی پریشان کیا۔ قریب تھا کہ انگریز اس قوت کے سامنے جھک جائے کہ ایک گاؤں چوراہوری میں مشتعل ہجوم نے ایک پولیس چوکی کو عملے سمیت آگ لگا کر جلا دیا۔ اس واقعے سے مشتعل ہو کر گاندھی نے تحریک عدم تعاون ختم کرنے کا اعلان کر دیا جس کی وجہ سے تحریک خلافت بھی بے دم ہو کر رہ گئی۔ آخر ۱۹۳۲ء میں مصطفیٰ کمال پاشا نے ترکی میں خلافت کے خاتمے کا اعلان کر دیا۔ اس طرح خلافت تحریک اپنے انجام کو پہنچی۔

انسانی زندگی میں جو کچھ مسلمانوں نے یہ فتویٰ جاری کیا کہ ہندوستان ”دارالحرب“ ہے لہذا مسلمانوں کو اس میں داخلہ نہیں دینا چاہیے۔ اس کے نتیجے میں تقریباً اٹھارہ ہزار افراد ملازمتیں چھوڑ کر ہجرت کر گئے۔ ان میں سے بہت سے لوگ پاکستان چلے گئے۔ افغانستان کی حکومت نے شروع میں مہاجرین کی کچھ تعداد کاغذی سند دی۔ ان سندیں سے ملک میں مہاجرین کے داخلے پر پابندی مائل کر دی۔ افغانستان کے اس فیصلے پر مجبوراً کئی لوگوں کو واپس آنا پڑا۔ راستے کی تکالیف، موسمی شدت اور روپے پیسے کی کمی کی وجہ سے بہت سے لوگ راستے میں پیاریوں میں مبتلا ہو کر مر گئے۔ جو لوگ واپس پہنچے وہ ایک عرصے تک بے شمار مالی اور سماجی مشکلات سے دوچار رہے۔ یوں یہ تحریک جو خلافت تحریک کا حصہ تھی انا کامی کا شکار ہو گئی۔

تحریک خلافت کا بڑا نقص یہ رہا لیکن اس کی وجہ سے نہ صرف مسلمانوں میں سیاسی بیداری پیدا ہوئی بلکہ برطانوی حکومت کو مسلمانوں کی یک جہتی کا احساس بھی ہوا۔ اس تحریک سے مسلمانوں نے یہ سبق حاصل کیا کہ اب انہیں کبھی بھی انگریزوں اور ہندوؤں پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔

ہندوؤں نے محض اپنے سیاسی مفادات حاصل کرنے کے لئے تحریک خلافت کا ساتھ دیا لیکن ۱۹۲۲ء میں جیسے ہی یہ تحریک اپنے انجام کو پہنچی تو ہندو مسلم اختلافات نے پھر شدت اختیار کر لی۔

۲۶۲۔ شدھی اور سمنگھٹن کی تحریکیں

انتہاپسند ہندوؤں نے ہندوستان میں بسنے والی اقلیتوں کے جذبات اور حقوق کا خیال رکھے بغیر شدھی اور سمنگھٹن کی تحریکیں شروع کیں۔ ان تحریکوں کا مقصد ہی مسلمانوں کے وجود کو ختم کر کے ہندوؤں کو ایک طاقتور قوم بنانا تھا۔

”شدھی“ سنسکرت زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ”پاک کرنا“۔ اس تحریک کا مقصد ان لوگوں کو شدھی کر کے پھر سے ہندو بنانا تھا جو ہندو مذہب کو چھوڑ کر اسلام قبول کر چکے ہیں، جبکہ سمنگھٹن کی تحریک کا مقصد ہندوؤں میں جنگجو صلاحیتوں کو ابھار کر انہیں شدھی اور سمنگھٹن جیسی انتہاپسندانہ تحریکوں نے ہندو مسلم تعلقات کو خراب کرنے میں جلتی پر تیل کا کام کیا۔ مسجدوں کی بے حرمتی، گائے کے ذبیحے جیسے مسائل پر دونوں قوموں میں کشیدگی دن بدن بڑھتی چلی گئی۔ نتیجتاً ہندوستان میں ہندو مسلم فسادات کا ایک دور شروع ہوا جس میں ہزاروں لوگ مارے گئے۔

نفرت اور تعصبات کی اس فضا میں حکومت نے مسلمانوں اور ہندوؤں سے آئینی اصلاحات کے سلسلے میں تجاویز طلب کیں۔ ان حالات میں قائد اعظم نے سوچا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مشترکہ اتحاد کے بغیر اس مسئلہ کی حل دہلی کا خواب پورا نہیں ہو سکتا لہذا آپ نے دونوں قوموں کو اس بارے میں ایک اور مشترکہ اتحاد کی دعوت دی۔ قائد اعظم نے مسلمان رہنماؤں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہندوؤں کا یہ بیان بھی ختم کر کے دیکھ لیا جائے کہ ہندو مسلمان اتحاد میں مسلمانوں کا جہاں جہاں انتخابات کا مطالبہ حائل ہے۔ اس مقصد کے لئے ایک آئینی فارمولہ بنایا گیا جو ۱۹۲۷ء میں دہلی میں منعقدہ تمام رہنماؤں کی ایک کانفرنس میں منظور کیا گیا۔ اس فارمولے کے مطابق مسلمان جداگانہ انتخاب کے مطالبے سے دستبردار ہو گئے اور دہلی تجاویز کے مطابق مسلمانوں نے مستقبل کے آئین میں اپنی طرف سے مندرجہ ذیل نکات شامل کرنے کا فارمولہ پیش کیا۔

- ۱۔ سندھ کو بمبئی سے الگ کر کے علیحدہ صوبہ بنا دیا جائے۔
- ۲۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان میں دوسرے صوبوں کی طرح اصلاحات نافذ کر دی جائیں۔
- ۳۔ پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کی نمائندگی ان کی آبادی کے تناسب سے دی جائے۔
- ۴۔ مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کی نمائندگی ایک تہائی (1/3) ہو۔

۴۔ نہرو رپورٹ

دہلی مسلم تجاویز پر کانگریس کا رد عمل کوئی مثبت نہیں تھا۔ ادھر برطانوی حکومت کافی وقت سے برصغیر میں اصلاحات کرنا چاہ رہی تھی لیکن مسلمان اور ہندو کسی متفقہ فارمولے پر رضامند نہیں ہو رہے تھے۔ آخر ۱۹۲۷ء میں حکومت برطانیہ نے سر جان سائمن کی قیادت میں ایک وفد ہندوستان بھیجا تاکہ اصلاحات کے نفاذ سے پہلے ہندوستانی لیڈروں سے بات چیت کی جائے۔ چونکہ اس وفد میں ہندو اور مسلمانوں کا کوئی نمائندہ شامل نہیں تھا، اس لئے برصغیر کے لوگوں نے سائمن کمیشن کا بایکاٹ کیا۔ ۱۹۲۸ء میں دہلی میں ہندوستان کی تمام سیاسی جماعتوں کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں چنڈت موتی لال نہرو کی قیادت میں ایک کمیٹی بنائی گئی۔ اس کمیٹی کو متفقہ دستوری خاکے کی تیاری کا کام سونپا گیا۔ کمیٹی نے دسمبر ۱۹۲۸ء میں اپنی رپورٹ پیش کی۔ یہ رپورٹ ”نہرو رپورٹ“ کے نام سے مشہور ہوئی۔ نہرو رپورٹ میں نہ صرف تجاویز دہلی کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیا گیا تھا بلکہ میثاق لکھنؤ کی رو سے پہلے سے دیئے گئے انتخابات کے حق کو بھی مسترد کر دیا۔ قائد اعظم نے نہرو رپورٹ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کلکتہ میں منعقد ہونے والے کانگریس کے اجلاس میں نہرو رپورٹ میں چند ترامیم شامل کرنے کی تجویز پیش کی لیکن یہ ترامیم کانگریس میں ہندوؤں کی اکثریت کی وجہ سے رد کر دی گئی۔ قائد اعظم کانگریس کے اس رویے سے بڑے دل برداشتہ ہوئے۔ انہوں نے اب تک جو ہندو مسلم اتحاد کے لئے کوششیں کی تھیں، وہ بار آور ثابت نہ ہو سکیں اور وہ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ”اب ہندوؤں اور مسلمانوں کے راستے جدا جدا ہیں۔“

۵۔ قائد اعظم کے چودہ نکات

نہرو رپورٹ میں قائد اعظم کی پیش کردہ ترامیم شامل نہ ہونے کے بعد قائد نے ہندوستان کے آئینی مسئلے کو حل کرنے کی ایک اور کوشش کی۔ اس مقصد کے لئے ۱۹۳۹ء میں مسلم لیگ کے اجلاس میں قائد اعظم نے مسلمانوں کی طرف سے آئینی تجاویز پیش کیں جو ۱۴ نکات کے نام سے مشہور ہوئیں۔ ان نکات کے تحت مسلمانوں نے مطالبہ کیا کہ:

- ۱۔ آئندہ آئین وفاقی ہو جس میں صوبوں کو زیادہ سے زیادہ خود مختاری دی جائے۔
- ۲۔ تمام صوبوں کو مکمل خود مختاری حاصل ہو اور انہیں یکساں اختیارات دیئے جائیں۔
- ۳۔ صوبوں میں اقلیتوں کو مؤثر نمائندگی دی جائے۔
- ۴۔ مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کی نمائندگی ایک تہائی سے کم نہ ہو۔
- ۵۔ جداگانہ انتخابات کا طریقہ رائج کیا جائے۔
- ۶۔ اگر کبھی صوبوں کی حدود میں تبدیلی کرنا ہو تو اس بات کا خیال رکھا جائے کہ مسلم اکثریت والے صوبوں میں مسلمان اکثریت متاثر نہ ہو۔
- ۷۔ تمام فرقوں کو مکمل اور یکساں مذہبی آزادی کی ضمانت دی جائے۔
- ۸۔ اگر کوئی مسودہ قانون کسی خاص فرقے سے متعلق ہو اور اگر اس فرقے کے تین چوتھائی ارکان اس مسودے کے خلاف رائے دیں تو وہ مسودہ نامنظور سمجھا جائے گا۔
- ۹۔ سندھ کو بمبئی سے الگ کر کے جدا صوبے کی حیثیت دی جائے۔
- ۱۰۔ دیگر صوبوں کی مانند صوبہ سرحد اور بلوچستان میں اصلاحات جاری کی جائیں۔
- ۱۱۔ مسلمانوں کو ملازمتوں میں ان کی اہلیت کے مطابق حصہ دیا جائے۔
- ۱۲۔ مسلمانوں کو مذہبی و ثقافتی تحفظ دیا جائے۔
- ۱۳۔ صوبائی اور مرکزی وزارتوں میں مسلمانوں کو کم از کم ایک تہائی نمائندگی دی جائے۔
- ۱۴۔ صوبوں کی منظوری کے بغیر مرکزی آئین میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے۔

کانگریس اور دیگر ہندو جماعتوں نے ان نکات کو مسترد کر دیا۔ اگر نہرو رپورٹ اور چودہ نکات کا موازنہ کیا جائے تو

پتہ چلتا ہے کہ مسلمان برصغیر میں صرف اپنا علیحدہ تشخص اور آئینی تحفظ چاہتے تھے، جبکہ ہندو رہنما برصغیر میں ایسا آئین نافذ کروانا چاہتے تھے جس کے تحت وہ اکثریت کے بل بوتے پر حکومت کر سکیں اور مسلمانوں کو اپنا محکوم بنا کر ان کا علیحدہ تشخص ختم کر دیں۔

۵۶۔ خود آزمائی نمبر ۱

سوال نمبر ۱۔ مندرجہ ذیل میں سے غلط بیانات کے آگے (x) اور صحیح جوابات کے آگے (✓) کا نشان لگائیں۔

- ۱۔ میثاق لکھنؤ میں کانگریس نے مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت کو تسلیم کیا تھا۔ ()
- ۲۔ ۱۹۲۹ء میں قائد اعظم نے برصغیر کی تقسیم کا تصور پیش کیا۔ ()
- ۳۔ قائد اعظم نے اپنے چودہ نکات میں سندھ کو بمبئی سے الگ کر کے علیحدہ صوبہ بنانے کی تجویز پیش کی تھی۔ ()
- ۴۔ پہلی جنگ عظیم میں ترکی نے جرمنی کے خلاف انگریزوں کا ساتھ دیا۔ ()
- ۵۔ مصطفیٰ کمال پاشا نے ۱۹۲۳ء میں انقلاب لاکر ترکی میں خلافت کی بنیاد ڈالی۔ ()

سوال نمبر ۲۔ مندرجہ ذیل خالی جگہیں پر کریں۔

- ۱۔ اور متعصب تحریکوں کا مقصد ہی مسلمانوں کے وجود کو ختم کر کے ہندوؤں کو طاقتور قوم بنانا تھا۔
- ۲۔ برصغیر کے لوگوں نے کمیشن کا بائیکاٹ اس لئے کیا کہ اس میں ہندو اور مسلمانوں کا کوئی نمائندہ شامل نہیں تھا۔
- ۳۔ قائد اعظم نے اپنے چودہ نکات میں صوبہ اور میں اصلاحات جاری کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔
- ۴۔ اگر تجاویز کو قبول کیا جاتا تو مسلمان اپنے جداگانہ انتخاب کے حق سے بھی دست بردار ہونے کو تیار تھے۔
- ۵۔ اگر انگریز مغربی جمہوری اصولوں پر ہندوستان کو خود مختاری دے جاتے تو حکومت کے وارث بنتے۔

سوال نمبر ۳۔ مختصر جواب لکھیں۔

- ۱۔ قائد اعظم نے کب مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی؟
- ۲۔ سلطنت عثمانیہ میں کون کون سے علاقے شامل تھے؟
- ۳۔ خلافت تحریک کے دوران مسلمانوں نے کس ملک کی طرف ہجرت کی؟
- ۴۔ دہلی تجاویز میں مرکزی اسمبلی کے اندر مسلمانوں کی کتنی نمائندگی کا مطالبہ کیا گیا تھا؟
- ۵۔ نہرو رپورٹ میں قائد اعظم کی طرف سے پیش کردہ ترامیم شامل کرنے کی تجویز رد ہونے پر آپ نے کیا کہا؟

۶۔ خطبہ الہ آباد

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انگریزوں اور ہندوؤں کی مسلمان دشمنی عیاں ہوتی گئی۔ مسلمان یہ محسوس کرنے لگے کہ انگریز حکومت اور ہندو برصغیر کے مسائل کو جس طریقے سے حل کرنا چاہتے ہیں، اس کے مطابق تو مسلمان ہمیشہ کے لئے ایک اقلیت بن کر رہ جائیں گے۔ ان حالات کو دیکھ کر عظیم مفکر اور شاعر علامہ محمد اقبال نے ملکی سیاست کا بغور مطالعہ کیا اور ایک نیا سیاسی لائحہ عمل پیش کیا جسے آزادی کی تاریخ میں ”خطبہ الہ آباد“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

دسمبر ۱۹۳۰ء میں الہ آباد کے مقام پر مسلم لیگ کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا جس کی صدارت علامہ اقبال نے کی۔ آپ نے اپنے صدارتی خطبے میں برصغیر کی تقسیم کا منصوبہ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ

”میری خواہش ہے کہ پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک ریاست بنا دیا جائے، خواہ یہ مملکت، سلطنت برطانیہ کے اندر وہ کہ آزادی حاصل کرے، خواہ اس سے باہر۔ مجھے شمال مغربی مسلم ریاست کا قیام، مسلمانوں یا کم از کم شمالی مغربی علاقوں کے مسلمانوں کا مقدر نظر آتا ہے۔“

علامہ اقبال کا یہ خطبہ مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوا۔ اس میں ایسی منزل کی نشان دہی کی گئی جس کے حصول کے بغیر ان کے مسائل کا حل ہونا ناممکن تھا۔

۷۔ گول میز کانفرنس

برصغیر میں مسائل دن بدن بڑھتے جا رہے تھے۔ ایسے حالات میں برطانوی حکومت نے برصغیر کا آئینی بحران حل کرنے کے لئے گول میز کانفرنس منعقد کی۔ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۱ء تک لندن میں تین گول میز کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔ ان کانفرنسوں میں ہندوستان کے سرکردہ رہنماؤں نے شرکت کی۔ جب یہ کانفرنس بھی کوئی متفقہ آئینی فارمولا بنانے میں ناکام رہی تو برطانوی حکومت نے اپنی مرضی سے ایک دستور بنایا جو ”گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء“ کے نام سے مشہور ہوا۔

۸۔ ۱۹۳۵ء کا آئین

نیا آئین ۱۹۳۵ء میں برصغیر میں نافذ کر دیا گیا۔ اس کی رو سے وفاقی طرز حکومت قائم کر دیا گیا جس میں مرکز کے اختیارات کم کر کے صوبوں کو وسیع اختیارات کا مالک بنا دیا گیا۔ صوبائی گورنروں کو اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے خاص اختیارات دیئے گئے۔ کانگریس کو اس بات پر سخت اعتراض تھا۔ کانگریس کا مطالبہ تھا کہ گورنر کے اختیارات کم کر کے، صوبائی حکومتیں مکمل طور پر وزراء کے حوالے کی جائیں۔

۹۔ ۱۹۳۷ء کے انتخابات اور کانگریسی وزارتیں

۱۹۳۷ء میں نئے آئین کے تحت انتخابات منعقد ہوئے۔ کانگریس نے ہندو اکثریت کے چھ بڑے صوبوں میں نمایاں کامیابی حاصل کر کے ان صوبوں میں اپنی وزارتیں قائم کیں۔ مسلم لیگ ان انتخابات میں کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ کر سکی، صرف چند مسلم لیگی رہنما منتخب ہو کر آئے۔ اقتدار حاصل کرنے کے بعد کانگریسی لیڈروں نے مسلم لیگ کے منتخب ارکان کو اپنی وزارتوں میں شامل کرنے سے انکار کر دیا اور اقتدار میں آتے ہیں مسلمانوں کے لئے مشکلات پیدا کرنا شروع کر دیں۔ اس دور میں مسلمانوں کو اچھی ملازمتوں سے محروم رکھا گیا، تمام سرکاری عمارتوں پر کانگریس کے پرچم لہرائے گئے، گائے کی قربانی پر پابندی عائد کر دی گئی، نماز کے اوقات میں مسجدوں کے سامنے باجے بجائے جاتے تھے، ہندی کو قومی زبان کا درجہ دلانے کے لئے اردو کے خلاف ایک محاذ قائم کر دیا گیا، بندے ماترم کے بنگالی گیت کو قومی ترانہ قرار دیا گیا۔ اس ترانے کے ایک ایک لفظ سے مسلمان دشمنی نظر آتی تھی۔ اس کے علاوہ ودیا مندر اسیم کے تحت تعلیمی نصاب کو مکمل طور پر ہندوانہ رنگ میں رنگنے کی کوشش کی گئی۔ اسکولوں میں گاندھی کی تصویر کو ہاتھ جوڑ کر سلام کیا جاتا تھا اور مسلمان بچوں کو بھی ایسا کرنے کے لئے مجبور کیا جاتا تھا۔

مختصر یہ کہ ہندوستان سے مسلمانوں کے تشخص اور تہذیب کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ ان حالات کو دیکھ کر مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ اگر کانگریس کا تسلط پورے ملک پر قائم ہوا تو مسلمانوں کا مذہبی، لسانی، تہذیبی تشخص ختم ہو جائے گا۔

ستمبر ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم شروع ہو گئی۔ برطانوی حکومت جنگی تیاریوں کے لئے برصغیر کے لوگوں کا تعاون چاہتی تھی۔ اس مقصد کے لئے قائد اعظم اور مہاتما گاندھی سے گفت و شنید کے بعد اعلان کیا گیا کہ جنگ کے بعد ۱۹۳۵ء کے آئین میں جو ترامیم کی جائیں گی، ان کے لئے ہندوستان کے مختلف فرقوں اور سیاسی جماعتوں سے مشورہ کیا جائے گا۔ کانگریسی لیڈر اس اعلان سے بہت پریشان ہوئے کیونکہ وہ تو صرف اس شرط پر انگریز کی مدد کرنے کو تیار تھے کہ جنگ کے بعد برصغیر کی حکومت کانگریس کے حوالے کی جائے گی، چنانچہ انگریز حکومت کے اس اعلان کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے کانگریسی ارکان وزارتوں سے مستعفی ہو گئے۔ ان کا خیال تھا کہ برطانوی حکومت اس طرح ان کے دباؤ میں آکر مطالبات مان لے گی لیکن ان کا یہ اندازہ غلط ثابت ہوا۔

کانگریسی وزارتوں کے خاتمے پر مسلم لیگ نے قائد اعظم کی ہدایت پر ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء کو یوم نجات منایا۔ کانگریسی وزارتوں کا دور حکومت مسلمانوں کے لئے ایک آزمائش کا دور تھا۔ جب اس مشکل دور کا خاتمہ ہوا تو مسلم لیگ کو قائد اعظم نے از سر نو منظم کرنا شروع کیا۔ مسلم لیگ اس کے بعد اس قدر منظم ہو گئی کہ ۱۹۴۰ء میں باضابطہ طور پر پاکستان کا مطالبہ کر دیا گیا، جبکہ اس سے بہت پہلے ۱۹۳۸ء میں صوبہ سندھ کی مسلم لیگ کی صوبائی شاخ نے پاکستان کے قیام کے لئے باقاعدہ قرارداد منظور کر لی تھی۔

۱۹۶۱۔ خود آزمائی نمبر ۲

- ۱۔ ذیل میں دیئے گئے فقرے صحیح لفظوں کی مدد سے مکمل کریں۔
۱۹۳۰ء میں الہ آباد کے مقام پر نے برصغیر کی تقسیم کا تصور پیش کیا۔
(قائد اعظم - علامہ اقبال)
- ۲۔ کانگریسی وزارتوں کے دور حکومت میں اسکولوں میں اردو کی جگہ زبان رائج کر دی گئی۔
(ہندی - سنسکرت)
- ۳۔ ۱۹۳۷ء کے انتخابات میں کو کامیابی حاصل ہوئی۔
(مسلم لیگ - کانگریس)
- ۴۔ ۱۹۳۸ء میں صوبہ کی مسلم لیگ کی شاخ نے پاکستان کے قیام کے لئے قرارداد منظور کی۔
(سندھ - سرحد)
- ۵۔ دوسری جنگ عظیم سن میں شروع ہوئی۔
(۱۹۳۹ - ۱۹۴۵)

۱۰۔ شریحات

قوم کی جمع	اقوام	الگ پہچان	جداگانہ تشخص
حفاظت کا ذریعہ	تحفظ کا ضامن	تعصب والا رویہ	متعصب رویہ
الگ چناؤ	جداگانہ انتخاب	سلسلے میں	ضمن میں
بھلائی، بھائی چارہ	ریگانگی	چار میں سے تین	تین چوتھائی
اکٹھے ہو کر کام کو انجام دینا	مشترکہ طور پر	ختم کی جمع	انقٹام
خوف	خدشہ	تعاون کی کمی	عدم تعاون
دوستی، ایک جیسا ہونا	ہم آہنگی	درمیان	مابین
اتحاد ہونا	یک جہتی	بے عزت ہونا	تقدس پر حرف آنا
اختلافات	کشیدگی	ظاہر کرنا	اجاگر کرنا
چھوڑ دینا	دستبردار	مضبوط	مستحکم
اکٹھا	متفقہ	حق میں ہونا	مثبت
تبدیلیاں کرنا	تزامیم	رد کرنا	مسترد
کامیاب	بار آور	مایوس ہونا	دل برداشتہ
مقابلہ	موازنہ	برابر	یکساں
ظاہر	عمیاں	حکم کے تابع ہونا	محموم
حاصل	حصول	روشن راستہ	مشعل راہ
		بات چیت	گفت و شنید

۱۱۔ جوابات

خود آزمائی نمبر ۱

سوال نمبر ۱۔ (۱) ✓ (۲) x (۳) ✓ (۴) x (۵) x

سوال نمبر ۲۔ (۱) شدھی اور سنگھن (۲) سائنس (۳) سرحد اور بلوچستان

(۴) دہلی (۵) ہندو

سوال نمبر ۳۔ (۱) سن ۱۹۱۳ء (۲) دیکھے یکشن نمبر ۲ (۳) دیکھے یکشن نمبر ۱ء

(۴) دیکھے یکشن نمبر ۳ (۵) دیکھے یکشن نمبر ۴

خود آزمائی نمبر ۲

(۱) علامہ اقبال (۲) ہندی (۳) کانگریس (۴) سندھ (۵) ۱۹۳۹ء

تحریک پاکستان ۱۱۱

۱۹۴۰ء - ۱۹۴۷ء

شمینہ امان

تحریر

ڈاکٹر امان اللہ میمن

نظر ثانی

یونٹ کا تعارف

اس یونٹ میں آپ قرارداد پاکستان ۱۹۴۰ء سے قیام پاکستان ۱۹۴۷ء تک کے اہم واقعات کا مطالعہ کریں گے۔ قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد برصغیر کے مسلمانوں کو جدوجہد کا واضح راستہ مل گیا۔ اب ان کی ساری جدوجہد کا ہدف ایک علیحدہ وطن حاصل کرنا تھا برصغیر کے مسلمانوں نے قائد اعظم کی رہنمائی میں سات سال کے تھوڑے سے عرصے میں اپنا علیحدہ وطن حاصل کر لیا جو دنیا کی تاریخ میں بیسویں صدی کا ایک اہم واقعہ ہے۔ اس یونٹ میں آپ قیام پاکستان کی جدوجہد میں پیش آنے والی مشکلات کا مطالعہ کریں گے جن میں اہم ترین وہ رکاوٹیں ہیں جو قیام پاکستان کی راہ میں ہندوؤں اور انگریزوں کی طرف سے پیدا کی گئیں۔ نیز یہ بھی پڑھیں گے کہ پاکستان کی نوزائیدہ مملکت کو ریاستی و انتظامی کاروبار چلانے میں کیا مشکلات پیش آئیں۔

یونٹ کے مقاصد

- یہ یونٹ پڑھنے کے بعد آپ کو اس قابل ہو جانا چاہئے کہ آپ
- جدوجہد آزادی کے اہم عوامل اور اس کے دوران پیش آنے والے اہم واقعات بیان کر سکیں۔
- یہ بتا سکیں کہ متحدہ ہندوستان کی تقسیم میں کس طرح کی نا انصافی کی گئی تھی۔
- قیام پاکستان کے بعد نئی حکومت کو پیش آنے والے مسائل پر بحث کر سکیں۔

فہرست مضامین

67	یونٹ کا تعارف
67	یونٹ کے مقاصد
70	۱۔ قرارداد پاکستان
70	۱ء۱۔ قرارداد پاکستان کا پس منظر
70	۱ء۲۔ قرارداد پاکستان
72	۲۔ کرپس مشن تجاویز
72	۲ء۱۔ رد عمل
73	۳۔ ہندوستان چھوڑ دو تحریک
74	۴۔ انتخابات ۴۶ - ۱۹۴۵ء
74	۵۔ کابینہ وفد
75	۶۔ عبوری حکومت
75	۷۔ ۳ جون کا منصوبہ
76	۸۔ برصغیر کی تقسیم
76	۹۔ ظہور پاکستان
77	۱۰۔ خود آزمائی نمبر ۱
79	۱۱۔ پاکستان کی نئی حکومت کو درپیش مسائل
79	۱۱ء۱۔ مہاجرین کا مسئلہ
79	۱۱ء۲۔ ریاستوں کے الحاق کا مسئلہ
80	۱۱ء۳۔ نہری پانی کا مسئلہ
81	۱۱ء۴۔ اثاثوں کی تقسیم
81	۱۱ء۵۔ فوجی اثاثوں کی تقسیم

۱۱۶۶۔ معاشی مسائل

۱۱۶۷۔ انتظامی مسائل

۱۱۶۸۔ خود آزمائی نمبر ۲

۱۲۔ تشریحات

۱۳۔ جوابات

۱۔ قرارداد پاکستان

۱۶۱۔ قرارداد پاکستان کا پس منظر

کانگریس راج کے بعد حالات نے اس حقیقت کو روز روشن کی طرح عیاں کر دیا کہ ہندوستان میں ایک نہیں بلکہ دو قومیں آباد ہیں اور ایک آئین اور قانون کے تحت ان دونوں اقوام کا یکٹھے رہنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن تھا، کیونکہ دونوں اقوام مختلف بلکہ متضاد سماجی اور سیاسی نظریات رکھتی تھیں۔ ان حالات کی روشنی میں مسلمانوں کے سیاسی رہنماؤں نے انگریزوں پر واضح کر دیا کہ جب تک ان کی علیحدہ سیاسی اور سماجی حیثیت کو تسلیم نہیں کیا جاتا اور انہیں اپنے عقائد اور اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کے مواقع فراہم نہیں کئے جاتے تب تک برصغیر کے سیاسی مسائل کا حل ہونا ممکن نہیں لیکن کانگریس نہ صرف مسلمانوں کے جداگانہ قومی تشخص کو تسلیم کرنے سے انکار کر رہی تھی بلکہ ایسی پالیسیاں اختیار کر رہی تھی جن کا مقصد مسلمانوں کے مفادات کو نقصان پہنچاتا تھا۔ جب مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ کانگریس کا اصل مقصد مسلمانوں کے مذہب، تہذیب و تمدن کو مٹا کر ایک ہندوستانی تہذیب کو تشکیل دینا ہے تو انہوں نے اپنا قومی تشخص برقرار رکھنے کے لئے علیحدہ وطن کا مطالبہ کر دیا۔

۱۶۲۔ قرارداد پاکستان

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس لاہور میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں مسلمانان ہند نے اپنے لئے علیحدہ وطن کا مطالبہ پیش کیا۔ دراصل الگ مسلم ریاست کے قیام کا مطالبہ کوئی نیا نہیں تھا۔ ۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال نے برصغیر میں مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن کا تصور پیش کیا تھا۔ کانگریسی وزارتوں کے تجربے نے مسلمانان ہند کو متحدہ ہونے پر مجبور کیا۔ مسلم لیگ کی تنظیم نو کی گئی اور مسلمانان ہند نے برصغیر کے سیاسی حالات کو ایک نئے انداز سے دیکھنا شروع کیا۔ قائد اعظم جو پہلے ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے وہ اب مسلمانان ہند کے لئے علیحدہ وطن کی جدوجہد کے سپہ سالار بن گئے۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں جو اقبال پارک لاہور میں منعقد ہوا۔ پہلی مرتبہ باضابطہ طور پر ایک الگ مسلم ریاست کے قیام کا مطالبہ کیا گیا۔

۲۲ مارچ کو اجلاس شروع ہوا۔ قائد اعظم نے اپنی صدارتی تقریر میں آزاد وطن کا مطالبہ پیش کرتے ہوئے کہا۔

”مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں، ان کی تہذیب اور ثقافت ہندوؤں کی تہذیب اور ثقافت سے بالکل الگ ہے۔ دونوں کی تاریخی روایات اور رہن سہن کے طریقوں میں بھی بڑا فرق ہے۔ مسلمان صرف اپنی انفرادیت کو قائم رکھنے کے لئے ایک الگ اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اور یہ وطن ان علاقوں پر قائم ہونا چاہئے جہاں مسلمانوں کی آبادی ہندوؤں کے مقابلے میں زیادہ ہے۔“

قائد اعظم کی صدارتی تقریر کے بعد دوسرے دن مولوی فضل حق نے ایک نہایت اہم قرارداد پیش کی جو تاریخ میں ”قرارداد پاکستان“ یا ”قرارداد لاہور“ کے نام سے مشہور ہے۔ اس قرارداد میں یہ مطالبہ کیا گیا کہ ”برصغیر کے شمال مغربی اور شمال مشرقی علاقوں میں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں ہندوستان سے علیحدہ کر کے ایک خود مختار حکومت قائم کی جائے۔“

یہ قرارداد اتفاق رائے سے منظور کی گئی۔ قرارداد پاکستان میں مسلمانوں کے لئے ایک واضح منزل کی نشاندہی کی گئی تھی اور انہیں ایک ایسا راستہ بتایا گیا تھا جس پر چل کر وہ اپنے لئے ایک علیحدہ وطن حاصل کر سکیں۔ قرارداد پاکستان منظور ہوتے ہی ہندو لیڈروں اور ہندی اخبارات نے اعتراضات شروع کر دیئے۔ مسلم لیگی رہنماؤں نے کانگریس اور انگریزوں کے اعتراضات کو مدلل اور موثر طریقے سے رد کرتے ہوئے اپنے مقصد کے حصول کے لئے جدوجہد جاری رکھی اور قائد اعظم کی بے مثال قیادت میں کانگریس اور انگریزوں کے ہر حربے کو ناکام بناتے چلے گئے۔

۲۔ کرپس مشن تجاویز

ہندوستان کے آئینی مسائل کو حل کرنے کے لئے ۱۹۴۲ء میں برطانوی حکومت نے ایک وفد ہندوستان روانہ کیا جو کرپس مشن کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ مشن اس وعدے کے نتیجے میں آیا تھا کہ اگر ہندوستان کے لوگ دوسری جنگ عظیم میں جرمنی اور جاپان کے خلاف برطانیہ کا ساتھ دیں گے تو برطانیہ ہندوستان کو آزاد کر دے گا۔

دوسری جنگ عظیم کا آغاز ۱۹۳۹ء میں ہوا۔ ۱۹۴۱ء میں جاپان بھی جرمنی کا ساتھی بن کر جنگ میں شامل ہو گیا۔ اب برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کو اپنی حیثیت کمزور ہوتی نظر آنے لگی، برطانوی افواج کی تقریباً ہر محاذ پر ہسپائی ہو رہی تھی۔ سنگاپور اور برما کی فتح کے بعد جاپانی فوجیں برصغیر کی سرحد کے قریب پہنچ گئیں تو برطانوی حکومت نے فیصلہ کیا کہ اب برصغیر کے مقامی باشندوں کا تعاون حاصل کیا جائے کیونکہ اس کے بغیر جاپانی فوجوں کا مقابلہ کرنا ناممکن تھا، لیکن برصغیر کے باشندوں نے برطانیہ کی امداد کے لئے یہ شرط لگا دی کہ ہندوستانی عوام اس وقت برطانیہ کی مدد کریں گے جب برطانیہ ہندوستان کو آزاد کرنے کا وعدہ کرے۔

۱۹۴۲ء میں برطانوی وزیر اعظم نے اپنی کابینہ کے ایک اہم رکن سر سٹیفورڈ کرپس کو ہندوستان بھیجا۔ کرپس نے برصغیر کے سیاسی قائدین سے ملاقات کی اور ان کے سامنے ہندوستان کا نیا آئین بنانے کے سلسلے میں چند تجاویز پیش کیں۔ ان تجاویز کو ”کرپس تجاویز“ کا نام دیا گیا۔ ان تجاویز میں وعدہ کیا گیا کہ

- ۱۔ جنگ کے بعد عام انتخابات کے ذریعے وجود میں آنے والی آئین ساز اسمبلی قائم کی جائے گی، جو برصغیر کے لئے آئین سازی کا کام سرانجام دے گی۔

- ۲۔ جنگ کے بعد ہندوستان کو آزادی دی جائے گی، اس میں وہ تاج برطانیہ کے ماتحت ضرور ہو گا لیکن اندرونی اور بیرونی طور پر خود مختار ہو گا۔ ان تجاویز کے ساتھ یہ بھی اعلان کیا گیا کہ جنگ کے دوران کس قسم کی آئینی تبدیلی نہیں لائی جائے گی اور ملک کے دفاع کی تمام تر ذمہ داری حکومت برطانیہ کی ہو گی۔

۲۶۱۔ رد عمل

مسلم لیگ اور کانگریس دونوں نے کرپس کی تجاویز کو رد کر دیا۔ کانگریسی رہنماؤں کا کہنا تھا کہ ان تجاویز میں فوری طور پر آزاد حکومت کے قیام کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور جنگ کے بعد برطانوی حکومت اپنے وعدے پورے کرنے کے قابل ہی

نہیں رہے گی۔ مسلم لیگ نے کرپس کی تجاویز کو اس بنا پر رد کر دیا کہ ان تجاویز میں پاکستان کے قیام کی کوئی واضح ضمانت نہیں دی گئی تھی اور نہ ہی مسلم لیگ کسی ایسے آئین ساز ادارے میں شامل ہونے کو تیار تھی کہ جس کا مقصد پورے ملک کے لئے آئین بنانا ہو، کیونکہ تجربے نے انہیں سکھایا تھا کہ کانگریس برصغیر میں ایسا نظام نافذ کرنا چاہتی ہے جس میں مسلمانوں کے حقوق اور مفادات کو پس پشت ڈال کر مضبوط مرکز کے نام پر ”ہندو راج“ قائم کیا جائے۔

۳۔ ہندوستان چھوڑ دو تحریک

کرپس کی ناکامی کے بعد حالات ایسے پیدا ہو چکے تھے کہ مصالحت کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ کانگریس ہر حال میں پورے برصغیر پر حکومت کرنا چاہتی تھی جبکہ مسلم لیگ ایک الگ ریاست کی خواہاں تھی۔ برطانوی حکومت مسلسل شکست کے سبب مشکلات کا شکار تھی، اس صورت حال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کانگریس نے ”ہندوستان چھوڑ دو“ تحریک شروع کر دی۔ تحریک کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ انگریز حکمران حکومت کانگریس کے حوالے کر کے واپس انگلستان چلے جائیں۔

تحریک کے دوران کانگریسی کارکنوں نے ہندو اکثریتی صوبوں میں شدید لاقانونیت کا مظاہرہ کیا۔ سرکاری عمارتوں کو آگ لگا دی۔ پولیس پر حملے کئے۔ ریل کی پٹریاں اکھاڑ دیں۔ ٹیکس کی ادائیگی بند کر دی اور جگہ جگہ خون ریز فسادات شروع کر دیئے۔ گاندھی کا خیال تھا کہ اس تحریک سے ملک میں بد امنی پھیلے گی اور برطانوی حکومت مجبور ہو کر کانگریس کے مطالبے کو مان کر حکومت ان کے حوالے کر دے گی۔ لیکن حکومت نے سخت کارروائی کرتے ہوئے کانگریسی لیڈروں کو گرفتار کر لیا اور چند ہفتوں میں سختی سے فسادات پر بھی قابو پا لیا۔ مسلمان اس تحریک سے مکمل طور پر الگ رہے کیونکہ وہ کانگریس کے مقاصد سے بخوبی واقف تھے۔

۴۔ انتخابات ۴۶ - ۱۹۴۵ء

۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۵ء تک مسلم لیگ اور کانگریس میں سیاسی سمجھوتے کی کوئی صورت نہ نکل سکی۔ اس دوران جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد برطانیہ کی صورت حال بھی بہتر ہو گئی۔ چنانچہ وائسرائے ہند لارڈ ویول نے اپنی انتظامی کونسل کی تشکیل کے لئے ۱۹۴۵ء میں شملہ کے مقام پر ایک کانفرنس منعقد کی۔ گاندھی کے علاوہ تمام سیاسی جماعتوں کے نمائندے شامل ہوئے لیکن سمجھوتے کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکی اور یہ کانفرنس ناکام رہی۔

۴۶ - ۱۹۴۵ء میں عام انتخابات کروائے گئے۔ ان میں مسلم لیگ نے مرکزی اسمبلی کی تمام مسلم نشستیں (۳۰ نشستیں) جیت لیں۔ جبکہ صوبائی اسمبلی کی ۹۰ فیصد مسلم نشستیں حاصل کیں۔ اس طرح مسلم لیگ نے یہ ثابت کر دیکھا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔

اپنی اس کامیابی پر مسلم لیگ نے ۱۱ جنوری ۱۹۴۶ء کو یومِ فتح منایا۔ اپریل ۱۹۴۶ء میں قائد اعظم نے مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے منتخب شدہ ممبران کا کنوینشن دہلی میں بلایا۔ اس کنوینشن میں ایک بار پھر مسلم اکثریتی علاقوں پر مشتمل ایک آزاد مملکت کے قیام کے مطالبے کو دہرایا گیا۔

۵۔ کابینہ وفد (کیبنٹ مشن)

دہلی کنوینشن کے بعد یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ مسلمان ہر قیمت پر پاکستان حاصل کر کے رہیں گے لیکن برطانوی حکومت کی پھر بھی یہ کوشش تھی کہ مسلمان اس مطالبے سے دستبردار ہو جائیں اور ہندوستان کی تقسیم کرنے کی بجائے ہندوستان کو متحدہ رکھنے کے لئے کوئی آئینی حل ڈھونڈا جائے، اسی مقصد کے لئے ۱۹۴۶ء میں تین برطانوی وزراء پر مشتمل ایک وفد برصغیر آیا جس نے کانگریس اور مسلم لیگ کے لیڈروں سے بات چیت کرنے کے بعد مندرجہ ذیل تجاویز پیش کیں۔

- ۱۔ برصغیر کے تمام صوبوں اور ریاستوں پر مشتمل ایک یونین (یونین آف انڈیا) بنائی جائے جس کے ذمے امور خارجہ، دفاع اور رسل و رسائل کے محکمے ہوں۔

- ۲۔ صوبوں اور ریاستوں کو تین گروپوں میں تقسیم کیا جائے۔ یہ صوبے ہر صورت میں دس سال تک یونین آف انڈیا میں شامل رہیں گے۔ اس کے بعد اگر کوئی صوبہ چاہے تو اسے یونین سے الگ ہونے کا اختیار حاصل ہو گا۔

کابینہ وفد کی تجاویز کو مسلم لیگ نے پہلے تو منظور کیا لیکن جب کانگریس نے ان تجاویز میں رد و بدل کروانی چاہی تو مسلم لیگ نے اپنی منظوری کا فیصلہ واپس لے لیا اور پھر کانگریس نے بھی ان تجاویز کو رد کر دیا۔ ان تجاویز کو مسترد کرنے کے بعد مسلم لیگ نے پاکستان کی حمایت کے لئے ۱۶ اگست ۱۹۴۶ء کو راست اقدام کا دن منایا۔

۶۔ عبوری حکومت

جیسا کہ برطانوی حکومت کا جھکاؤ ہمیشہ کانگریس کی طرف رہا۔ ۱۹۴۶ء میں وائسرائے ہند نے کانگریسی ارکان پر مشتمل عبوری حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان سے مسلمانوں میں بے چینی پھیل گئی اور ہنگامہ آرائی اور فسادات کا سلسلہ شروع ہو گیا، یہ حالات دیکھ کر وائسرائے نے مسلم لیگ کو عبوری حکومت میں شمولیت کی دعوت دی اور مسلم لیگ کے پانچ ارکان حکومت میں شامل ہو گئے، لیکن یہ عبوری حکومت بھی موثر طور پر کام نہ کر سکی کیونکہ دونوں سیاسی جماعتوں کے نقطہ نظر میں شدید اختلاف تھا۔

۷۔ ۳ جون کا منصوبہ

۱۹۴۷ء کے شروع میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو ہندوستان کا وائسرائے مقرر کیا گیا۔ برصغیر کو متحد رکھنے کی آخری کوشش کے طور پر انہوں نے مسلم لیگ اور کانگریس کے لیڈروں سے بات چیت کی۔ لیکن انہیں جلد ہی احساس ہو گیا کہ اب برصغیر کے مسائل کا حل صرف یہ ہے کہ اسے دو ریاستوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے تقسیم کا منصوبہ تیار کیا اور ۳ جون ۱۹۴۷ء کو اس کا اعلان کر دیا۔ اس منصوبے کی رو سے یہ طے کیا گیا کہ:

”اگست ۱۹۴۷ء کو برصغیر کی حکومت دو خود مختار مملکتوں کے سپرد کر دی جائے گی۔ اس مقصد کے لئے یہ بھی اصولی فیصلہ ہوا کہ صوبہ سرحد اور سلٹ کے عوام سے پاکستان میں شمولیت کے لئے استصواب کروایا جائے گا۔ بلوچستان کی شمولیت کے بارے میں فیصلہ وہاں کا شاہی جرگہ کرے گا۔ پنجاب اور بنگال کی تقسیم کے لئے ایک باؤنڈری کمیشن مقرر کیا جائے گا۔“

اگرچہ مسلم لیگ بنگال اور پنجاب کی تقسیم کے فیصلے کو اصولی طور پر قبول نہیں کرتی تھی تاہم اس نے منصوبے کے بنیادی اصولوں کو مصلحتاً قبول کر لیا۔ دونوں جماعتوں کی منظوری کے بعد برطانوی پارلیمنٹ نے تقسیم کو قانونی حیثیت دینے کے لئے ”قانون آزادی ہند“ پاس کر لیا اور منصوبے پر عمل شروع ہو گیا۔

۸۔ برصغیر کی تقسیم

۳ جون کو منصوبے کی منظوری کے بعد اس پر عمل درآمد ہونا شروع ہو گیا۔ سندھ اسمبلی نے متفقہ طور پر پاکستان میں شمولیت کا اعلان کیا، صوبہ سرحد اور سلٹ کے عوام نے استصواب کے بعد پاکستان میں شامل ہونے کا اعلان کیا۔ بلوچستان کے شاہی جرگے نے پاکستان میں شمولیت کا اعلان کیا، پنجاب اور بنگال کی اسمبلیوں کے ارکان نے صوبوں کی تقسیم کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس کے ساتھ بنگال اور پنجاب کی سرحدوں کے تعین کے لئے باؤنڈری کمیشن مقرر کیا گیا اور سرسیدل ریڈ کلف کو اس کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ اس کمیشن نے جو فیصلہ کیا وہ ”ریڈ کلف ایوارڈ“ کے نام سے مشہور ہوا۔

ریڈ کلف نے سرحدوں کی حد بندی میں نہایت ہی جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف آسام کے کئی مسلم اضلاع بھارت میں شامل کرائے بلکہ مشرقی پنجاب کے علاقے گورداس پور، فیروز پور، جالندھر اور بنالہ وغیرہ بھی بھارت کے حوالے کر دیئے۔ مغربی پنجاب کی کئی شہروں کے ہیڈورکس بھارت کو دے کر پاکستان کے لئے پانی کا مسئلہ پیدا کر دیا۔ اس کے علاوہ کشمیر کا مسئلہ بھی ”ریڈ کلف ایوارڈ“ کی نا انصافی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ جس کی تفصیل آپ آگے پڑھیں گے۔

ریڈ کلف کی ان نا انصافیوں کی وجہ سے ایک طرف تو پاکستان اپنے کئی علاقوں سے محروم ہو گیا اور دوسری طرف پانی کی تقسیم اور کشمیر کے تنازعے جیسے مسائل پیدا ہو گئے جو آج تک ہندوستان اور پاکستان کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

۹۔ ظہور پاکستان

برصغیر کی تقسیم کے فیصلے کے بعد برطانوی حکمرانوں نے ۱۹۳۵ء کے قانون میں مناسب ترامیم کر کے اس آئین کو دونوں ممالک میں الگ الگ نافذ کرنے کا فیصلہ کیا۔ ۱۳ اگست ۱۹۴۷ء کو دونوں خود مختار ریاستوں کا اقتدار ان کے نمائندوں کے حوالے کیا گیا۔ قائد اعظم کو مسلم لیگ نے متفقہ طور پر گورنر جنرل بنانے کا فیصلہ کیا اور اس طرح ایک طویل جدوجہد بالآخر کامیاب ہوئی۔

۱۰۔ خود آزمائی نمبر ۱

سوال نمبر ۱۔ ذیل میں دیئے گئے بیانات کو مناسب الفاظ سے پر کریں۔

۱۔ ۴۶ - ۱۹۴۵ء کے انتخابات میں ثابت ہو گیا کہ ہی مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے۔

(مسلم لیگ، کانگریس)

۲۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو مسلم لیگ کے سالانہ جلسے میں پاکستان کی قرارداد نے پیش کی۔

(قائد اعظم، مولوی فضل حق)

۳۔ ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ نے پاکستان کے مطالبے کی حمایت میں کا دن منایا۔

(راست اقدام، یوم تشکر)

۴۔ ”ہندوستان چھوڑ دو“ تحریک کے دوان کارکنوں نے حکومت کے خلاف

مظاہروں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا تھا۔

(کانگریسی، مسلم لیگی)

۵۔ الگ مسلم ریاست کا مطالبہ پہلی دفعہ باضابطہ طور پر میں کیا گیا۔

(قرارداد لاہور، خطبہ الہ آباد)

سوال نمبر ۲۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب تحریر کریں۔

۱۔ مسلم لیگ نے کرپس مشن کو کیوں رد کر دیا؟

۲۔ ۱۹۴۵ء میں وائسرائے ہند نے کس مقصد کے تحت شملہ کانفرنس بلائی تھی؟

۳۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران برصغیر کے باشندے کس شرط پر برطانوی حکومت کی مدد کو تیار تھے؟

۴۔ ۴۶ - ۱۹۴۵ء کے انتخابات میں مسلم لیگ نے کتنی نشستیں حاصل کیں؟

۵۔ عبوری حکومت میں مسلم لیگ کے کتنے ارکان شامل ہوئے تھے؟

سوال نمبر ۳۔ مندرجہ ذیل بیانات میں سے غلط اور صحیح کی نشاندہی کریں۔

۱۔ ۳۳ جون کے منصوبے کے تحت بلوچستان کی پاکستان میں شمولیت کا فیصلہ استصواب رائے کے

ذریعے ہونا تھا۔

صحیح/غلط

۲۔ قائد اعظم کو پاکستان کا پہلا گورنر جنرل مقرر کیا گیا۔

صحیح/غلط

۳۔ مسئلہ کشمیر ریڈ کلف کی نا انصافی کی وجہ سے پیدا ہوا۔

صحیح/غلط

۴۔ مسلم لیگ نے بنگال اور پنجاب کی تقسیم کے فیصلے کو اصولی طور پر قبول کر لیا تھا۔

صحیح/غلط

۵۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو برصغیر کی تقسیم کا منصوبہ تیار کر لیا گیا۔

صحیح/غلط

۱۱۔ پاکستان کی نئی حکومت کو درپیش مسائل

قیام پاکستان کے بعد ایک نئی مملکت کے سامنے بے شمار مسائل اٹھ کھڑے ہوئے۔ آئیے ان میں سے کچھ مسائل کا تفصیل جائزہ لیتے ہیں۔

۱۱ء۱۔ مہاجرین کا مسئلہ

تقسیم برصغیر کے فیصلے کے ساتھ ہی پورے ہندوستان میں فسادات شروع ہو گئے، جن کی وجہ سے دونوں اطراف سے بڑے پیمانے پر نقل مکانی شروع ہو گئی۔ ان فسادات کے نتیجے میں ہندوستان سے بڑے پیمانے پر لٹے پٹے مسلمان اپنی جانیں بچا کر پاکستان میں آ گئے۔ مسلمانوں کے یہ لٹے ہوئے قافلے جب پاکستان پہنچے تو ان کی خوراک، رہائش اور دیگر ضروریات کی فراہمی ایک مسئلہ بن گئی۔ لوگوں کے عارضی قیام کے لئے کیمپ لگائے گئے، مقامی لوگوں نے اپنے اپنے وسائل سے بھرپور مدد کی۔ ایک اندازے کے مطابق تقریباً سو کروڑ مہاجرین پاکستان آئے اور ان میں سے اکثریت بالکل بد حال تھی۔ حکومت نے اپنے محدود وسائل کے باوجود ان کی آباد کاری کے لئے پوری کوشش کی اور مہاجرین کے مسائل کے حل کرنے کے لئے باقاعدہ ایک محکمہ قائم کیا۔

۱۱ء۲۔ ریاستوں کے الحاق کا مسئلہ

قانون آزادی ہند ۱۹۴۷ء کے تحت ہندوستان کی ریاستوں کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ اپنے عوام کی خواہشات یا جغرافیائی صورت حال کے مطابق پاکستان یا ہندوستان میں سے جس کے ساتھ چاہیں الحاق کر سکتی ہیں۔ تقریباً ساری ریاستوں نے پاکستان یا ہندوستان میں سے کسی ایک کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کر دیا لیکن ریاست حیدر آباد، کشمیر اور جونا گڑھ کے الحاق نے تازہ کی صورت اختیار کر لی۔

ریاست حیدر آباد کا نظام مسلمان تھا اور آبادی کی اکثریت بھی مسلمان تھی لیکن حیدر آباد کی سرحدیں پاکستان سے نہ ملنے کی وجہ سے یہ ریاست پاکستان میں شامل نہ ہو سکی۔ کیونکہ یہ اصولی طور پر فیصلہ ہوا تھا کہ ریاستوں کے الحاق میں جغرافیائی حیثیت کو مد نظر رکھا جائے گا۔

ریاست جوناگڑھ کے حکمران مسلمان تھے لیکن وہاں کی ۸۰ فیصد آبادی ہندو تھی۔ جب اس ریاست کے حکمران نے پاکستان کے ساتھ الحاق کی خواہش ظاہر کی تو ماؤنٹ بیٹن نے اسے صرف اس وجہ سے رد کر دیا کہ ریاستوں کے الحاق کے سلسلے میں یہ اصول طے پایا تھا کہ آبادی کی خواہش کا خیال رکھا جائے گا جبکہ جوناگڑھ کے عوام ہندوستان سے الحاق کرنا چاہتے تھے اس لئے جوناگڑھ کے حکمران کے فیصلے کو رد کر دیا گیا اور بھارت نے وہاں فوج بھیج کر علاقے کو اپنے کنٹرول میں کر لیا۔ کشمیر کی ۷۰ فیصد آبادی مسلمانوں پر مشتمل تھی اور کشمیر جغرافیائی طور پر تین ریاستوں سے پاکستان سے ملا ہوا تھا۔ اس کی تقریباً ایک ہزار میل لمبی سرحد پاکستان سے ملتی ہوئی تھی لیکن وہاں کے ہندو راجہ نے الحاق کے بنیادی اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ہندوستان سے الحاق کا فیصلہ کیا تو انگریزوں نے اس پر کوئی رد عمل ظاہر نہ کیا جبکہ وہ جوناگڑھ اور حیدر آباد کے الحاق کے سلسلے میں تو الحاق کے اصولوں پر عمل کروا چکے تھے۔ اس نا انصافی پر کشمیر کے عوام اٹھ کھڑے ہوئے اور احتجاج کا سلسلہ شروع ہوا۔ کشمیر کے ڈوگرہ راجہ نے اپنی اور ہندوستانی فوج کی مدد سے احتجاج کو دبانا شروع کر دیا جب نئے کشمیری دونوں افواج کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہوئے تو انہوں نے پاکستانی عوام سے مدد کی اپیل کی۔ اس اپیل پر صوبہ سرحد سے عوامی لشکر، کشمیری عوام کی مدد کو پہنچ گیا۔ ہندوستان نے اس صورت حال کو پاکستان کی طرف سے حملے سے تعبیر کیا اور اس طرح دونوں ممالک میں کشمیر کے مسئلے پر ۱۹۴۸ء میں پہلی جنگ ہوئی۔ اس جنگ کے دوران ہندوستان سے کشمیر کا ایک حصہ آزاد کروا لیا اور اس طرح آزاد جموں و کشمیر نام کی ایک حکومت قائم کی گئی۔ بھارت یہ صورت حال دیکھ کر مسئلے کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں لے گیا جہاں متفقہ طور پر یہ قرارداد پیش کی گئی کہ ”فوری طور پر جنگ بند کی جائے اور کشمیر کے الحاق کا فیصلہ وہاں کے عوام کی خواہشات کے مطابق کیا جائے اس مقصد کے لئے اقوام متحدہ کی زیر نگرانی استصواب رائے کرایا جائے گا۔“ بھارت نے اس وقت یہ فیصلہ قبول کر لیا لیکن کچھ عرصے کے بعد کشمیر میں استصواب رائے کروانے سے انکار کر دیا اور یہ مسئلہ آج تک دونوں ممالک کے مابین کشیدگی کا سبب بنا ہوا ہے۔

۱۱۶۳۔ نہری پانی کا مسئلہ

علاقوں کی غیر منصفانہ تقسیم کے نتیجے میں یہ مسئلہ بھی پاکستان کو ورثے میں ملا۔ ریڈ کلف نے سرحدی حد بندی کرتے ہوئے پنجاب کے علاقے مادھوپور اور فیروزپور بھارت کے حوالے کر دیئے۔ ان شہروں میں دریائے راوی اور دریائے ستلج سے نکلنے والی نہروں کے ہیڈورکس تھے۔ یہ نہریں پاکستان کے وسیع علاقے کو سیراب کرتی ہیں۔ اپریل ۱۹۴۸ء میں بھارت نے ان ہیڈورکس سے پاکستان کی نہروں کا پانی بند کر دیا۔ بھارت کے اس عمل سے پاکستان کی معیشت کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا۔ چنانچہ پاکستان کا ایک وفد گفت و شنید کے لئے بھارت گیا اور یہ طے ہوا کہ ان ہیڈورکس کی دیکھ بھال کا خرچہ اور پانی کی قیمت پاکستان ادا کرتا رہے گا۔ کچھ عرصے کے بعد بھارت نے مشرقی دریاؤں راوی، ستلج اور بیاس پر بھی ملکیت کا دعویٰ کر

دیا۔ پاکستان نے یہ مسئلہ اقوام متحدہ کے سامنے پیش کیا۔ عالمی بینک نے اس مسئلے میں ثالث کا کردار ادا کیا۔ طویل مذاکرات کے بعد ۱۹۶۰ء میں سندھ طاس کا معاہدہ طے ہوا جس کی توثیق دونوں ممالک نے کی، اس معاہدے میں یہ طے پایا کہ تین مشرقی دریاؤں ستلج، بیاس اور راوی کے پانی پر بھارت کا حق ہو گا اور تین مغربی دریا جہلم، چناب اور سندھ پاکستان کے حوالے کئے جائیں گے۔

۱۱۶۴۔ اثاثوں کی تقسیم

تقسیم ہند کے وقت یہ طے پایا تھا کہ برطانوی ہند کے اثاثوں کی تقسیم دونوں ممالک کے مابین ہوگی مگر کانگریسی لیڈروں کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے بہت کم اور نا کارہ سامان پاکستان کو ملا۔ متحدہ ہندوستان کا ۴ ارب روپے کا محفوظ سرمایہ تھا۔ معاہدے کے مطابق اس کا ایک چوتھائی حصہ پاکستان کو ملنا تھا لیکن بھارت نے صرف ۲۰ کروڑ روپے پاکستان کے حوالے کئے۔ حکومت پاکستان کا مطالبہ تھا کہ اسے اثاثوں میں سے جائز حصہ ملنا چاہئے لیکن بھارت یہ کرنا نہیں چاہتا تھا جس کی وجہ سے دونوں ممالک میں تلخیاں بڑھتی گئیں۔

۱۱۶۵۔ فوجی اثاثوں کی تقسیم

تقسیم کے وقت یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ برطانوی ہند کی فوج کو دونوں ممالک کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا اور فوجی اثاثوں کا ایک تہائی حصہ پاکستان کو دیا جائے گا لیکن فیصلے کے نفاذ کے وقت بھارت نے اثاثے دینے سے انکار کر دیا، اسلحہ ساز فیکٹریاں تو پاکستان منتقل نہ ہوئیں لیکن ڈپوؤں میں موجود اسلحے میں سے بھی پاکستان کو کچھ نہ ملا۔ بھارت کے اس عمل کا مقصد پاکستان کی دفاعی قوت کو کمزور کرنا تھا۔

۱۱۶۶۔ معاشی مسائل

پاکستان جن علاقوں پر قائم ہوا تھا وہ علاقے معاشی طور پر پسماندگی کا شکار تھے کیونکہ انگریز حکومت نے ان علاقوں کی معاشی خوشحالی اور ترقی پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ اکثر کارخانے ہندو اکثریت والے علاقوں میں لگائے گئے تھے جبکہ ان کارخانوں کا خام مال مسلم علاقوں میں پیدا ہوتا تھا۔ آزادی کے بعد ہندوؤں کے یہ صنعتی طور پر ترقی یافتہ علاقے بھارت کے حصے میں چلے گئے، پاکستان کے پاس کوئی خاص صنعت نہیں تھی، اس لئے حکومت مجبور تھی کہ اپنی خام پیداوار بھارت کو دے۔ ایک اندازے کے مطابق برصغیر کے کل ۳۹۴ کارخانوں میں سے صرف ۱۴ پاکستان کے حصے میں آئے۔

متحدہ ہندوستان کے زیادہ تر بینکوں کے صدر دفاتر بھارتی علاقوں میں تھے۔ باقی علاقوں میں ان بینکوں کی شاخیں تھیں۔ جنہیں ہندو ساہوکار چلاتے تھے۔ تقسیم سے پہلے ان ساہوکاروں نے اثاثے اور روپے بھارت منتقل کر دیئے۔ اس سے ایک طرف تو بینکوں اور عملے کی کمی واقع ہو گئی دوسری طرف سرمائے کی قلت پیدا ہوئی جو معاشی ترقی میں رکاوٹ کا سبب بنی۔

قیام پاکستان کے وقت ذرائع آمدورفت بھی کچھ بہتر حالت میں نہیں تھے۔ سڑکیں، ریل اور پل خستہ حالت میں تھے۔ بڑی بندرگاہیں بھارت کے علاقے میں موجود تھیں۔ پاکستان کے پاس کراچی اور چٹاگانگ کی بندرگاہ تھی لیکن مال بردار جہاز برائے نام تھے۔

۱۱۷۔ انتظامی مسائل

ایک نئی مملکت کی نئی حکومت کو نہ صرف مسائل پر قابو پانا تھا بلکہ ایک نئی انتظامیہ بھی تشکیل دیتی تھی جو ملک کا نظم و نسق چلا سکے، اس کے لئے جو نیز ملازمین کو ترقیوں دی گئیں اور چند انگریز افسروں سے درخواست کی گئی کہ اس وقت تک انتظامیہ کو چلانے میں مدد کریں جب تک اپنے افسران ان کی جگہ لے لیں۔

مرکزی حکومت کا قیام کراچی میں عمل آیا اور کراچی کو پاکستان کا صدر مقام قرار دیا گیا۔

۱۱۶۸۔ خود آزمائی نمبر ۲

سوال نمبر ۱۔ ذیل میں دیئے گئے سوالوں کے جواب تحریر کریں۔

- ۱۔ قیام پاکستان کے وقت کتنی تعداد میں مہاجرین نے پاکستان کی طرف ہجرت کی تھی؟
 - ۲۔ سندھ طاس کے منصوبے کے تحت پاکستان کے حصے میں کن دریاؤں کا پانی آیا؟
 - ۳۔ قیام پاکستان کے وقت ملک میں کتنی اور کون سی بندرگاہیں تھیں؟
 - ۴۔ ۱۹۴۸ء میں اقوام متحدہ نے کشمیر کے مستقبل کے بارے میں کیا فیصلہ دیا؟
 - ۵۔ تقسیم ہند کے وقت فوجی اثاثوں کا کتنا حصہ پاکستان کو دینے کا فیصلہ کیا گیا تھا؟
- مندرجہ ذیل خالی جگہیں پر کریں۔

سوال نمبر ۲۔

- ۱۔ ریاست جوناگڑھ کا حکمران تھا اور آبادی کی اکثریت
- ۲۔ کشمیر جغرافیائی طور پر راستوں سے پاکستان سے ملا ہوا ہے۔
- ۳۔ قیام پاکستان کے وقت کل کارخانے پاکستان کے حصے میں آئے تھے۔
- ۴۔ متحدہ ہندوستان کے محفوظ سرمائے میں سے پاکستان کو ملے۔
- ۵۔ کشمیر کے مسئلے پر پہلی جنگ سن میں پاکستان اور ہندوستان کے مابین ہوئی۔

۱۲۔ تشریحات

کم عرصہ

برعکس

بنانا

دلیل اور اثر والا

ٹھکست

برطانوی حکومت کے زیر اثر ہونا

مشورہ لینا، رائے لینا

کسی ایک کی طرف داری

جھگڑے

ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا

تھوڑے عرصے کے لئے قیام

ملانا

انکار کرنا

صلح کروانے والا

ملکیت

ضد پر قائم رہنا

غیر ترقی یافتہ

سود کا کاروبار کرنے والے

انتظام

قلیل عرصہ

متضاد

تشکیل دینا

مدلل و موثر

پسپائی

تاج برطانیہ کے ماتحت

استصواب

جانب داری

تنازعے

نقل مکانی

عارضی قیام

الحاق

نفی

ثالث

اثاثوں

ہٹ دھری

پسماندگی

سماہو کار

نظم و نسق

ارض پاکستان

زاہد قاضی

عبدالحقیدراٹھور

ڈاکٹر امان اللہ میمن

تحریر

نظر ثانی

یونٹ کا تعارف

موجودہ یونٹ میں آپ پاکستان کے جغرافیائی حالات کے بارے میں پڑھیں گے کہ ہمارے ملک کا محل وقوع کیا ہے؟
یعنی کہاں واقع ہے؟ اور اپنے محل وقوع کے لحاظ سے ہمارے ملک کی کیا اہمیت ہے۔

محل وقوع کے بعد آپ پاکستان کی سطح کے بارے میں پڑھیں گے۔ اس یونٹ میں آپ کو موسم اور آب و ہوا کے بارے میں بھی معلومات حاصل ہوں گی کہ وہ کس قسم کے ہیں اور اس کے انسانی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

یونٹ کے مقاصد

- ہمیں امید ہے کہ اس یونٹ کو پڑھنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:
- ۱۔ پاکستان کے محل وقوع اور اس کی اہمیت کے بارے میں وضاحت کر سکیں۔
 - ۲۔ ملک کی سطح زمین کے چار مختلف حصوں کے متعلق بحث کر سکیں۔
 - ۳۔ پاکستان کی آب و ہوا کے انسانی زندگی پر مرتب ہونے والے اثرات کا جائزہ لے سکیں۔

فہرست مضامین

پونٹ کا تعارف

پونٹ کے مقاصد

۱۔ ارض پاکستان

۱۶۱۔ پاکستان کا محل وقوع

۱۶۲۔ محل وقوع کی اہمیت

خود آزمائی نمبر ۱

۲۔ طبعی خدو خال

۲۶۱۔ پہاڑی علاقے

۲۶۲۔ سطح مرتفع

۲۶۳۔ دریائے سندھ کا میدان

۲۶۴۔ ساحلی علاقے

خود آزمائی نمبر ۲

۳۔ آب و ہوا

۳۶۱۔ سمندر سے فاصلہ

۳۶۲۔ سطح سمندر سے اونچائی

۳۶۳۔ پہاڑوں کی بلندی اور ان کا رخ

۳۶۴۔ ہواؤں کا رخ

خود آزمائی نمبر ۳

۴۔ موسمی تبدیلیاں

۴۶۱۔ سیلاب

۴۶۲۔ آندھیاں اور طوفان

103

104

105

106

۳۶۳۔ آب و ہوا کا انسانی زندگی پر اثر

خود آزمائی نمبر ۴

۵۔ تشریحات

۶۔ جوابات

۱۔ ارض پاکستان

براعظم ایشیا کے نقشے پر نظر ڈالنے سے برصغیر پاک و ہند کا خطہ ایک جزیرہ نما کی مانند نظر آتا ہے۔ یہ خطہ براعظم ایشیا کے جنوب میں واقع ہے۔

جزیرہ نما اس قطعہ زمین کو کہتے ہیں، جو سمندر میں دور دور تک پھیلا ہوا ہو، جس کے تین طرف پانی ہو اور ایک طرف خشکی۔

جغرافیائی، سیاسی اور اقتصادی طور پر یہ خطہ دنیا میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

ایک بڑے قطعہ زمین کو جو براعظم کا حصہ ہو برصغیر کہتے ہیں۔

ہمارا وطن پاکستان، برصغیر پاک و ہند کے شمال مغربی حصے میں واقع ہے۔

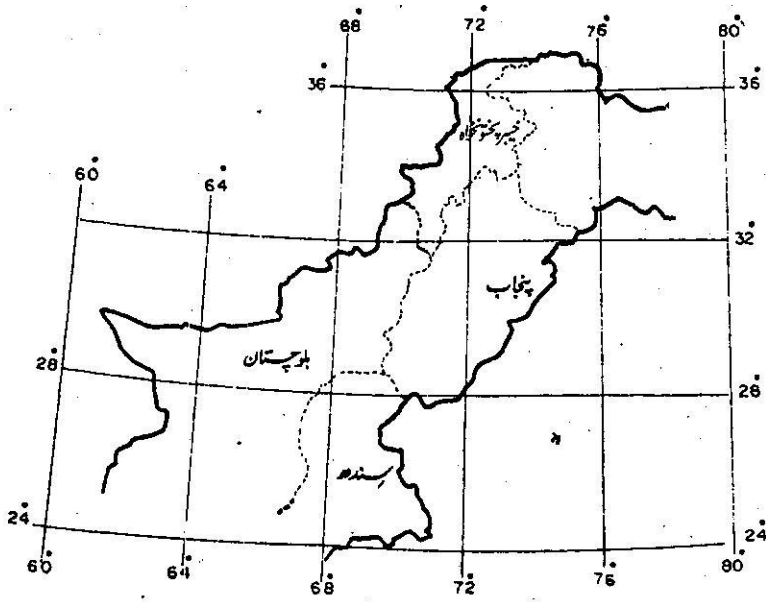
موجودہ یونٹ میں ہم پاکستان کے جغرافیہ کے بارے میں پڑھیں گے۔ کسی ملک کی جغرافیہ میں مندرجہ ذیل اہم عناصر ہوتے ہیں۔

- ۱۔ محل وقوع
- ۲۔ طبعی خدو خال
- ۳۔ آب و ہوا

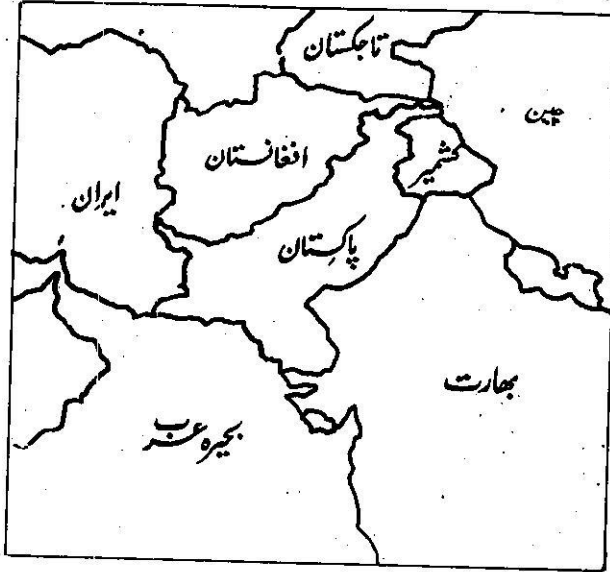
آئیے! سب سے پہلے پاکستان کے محل وقوع کے بارے میں پڑھیں۔

۱۔۱ پاکستان کا محل وقوع

جب ہم دنیا کے نقشے پر نظر ڈالتے ہیں تو پاکستان ہمیں ۲۳°۳۰' ڈگری سے ۳۶°۴۵' ڈگری شمالی عرض بلد اور ۶۱° ڈگری سے ۷۵°۳۱' ڈگری مشرقی طول بلد کے درمیان نظر آتا ہے۔



ہمارے ملک کی سرحدیں شمال مشرق میں چین، شمال مغرب میں افغانستان، مغرب اور جنوب کے درمیان ایران اور مشرق میں بھارت سے ملتی ہیں۔ پاکستان کے تین اطراف خشکی ہے جبکہ جنوب میں بحیرہ عرب واقع ہے۔



پاکستان کا کل رقبہ ۷۹۶ لاکھ ۹۶ ہزار ۹۶ مربع کلومیٹر ہے اور آبادی تقریباً ۱۳ کروڑ ہے۔

۱۶۲۔ محل وقوع کی اہمیت

اپنے محل وقوع کی وجہ سے پاکستان کو دنیا میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ہمارا ملک ایسے مقام پر واقع ہے جو مشرق وسطیٰ اور ایشیائی ریاستوں سے بری اور بحری راستوں سے رابطے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ مشرق وسطیٰ کے ممالک معدنی تیل کے ذخیروں اور پیداوار کے لئے مشہور ہیں۔ مغربی ممالک کی صنعتی ترقی کا انحصار اس تیل پر ہے۔ یہ تیل بحر عرب اور بحر ہند سے گزر کر دیگر ممالک کو پہنچتا ہے۔ کراچی بحیرہ عرب کی اہم بندرگاہ ہے۔ اس لئے پاکستان کی خارجہ حکمت عملی تیل کی آمدورفت پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔ لہذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان کی سیاسی، فوجی اور اقتصادی پالیسیوں پر اس کے محل وقوع کا بہت اثر ہے۔

پاکستان وسطی ایشیائی ریاستوں سے شاہراہ ریشم کے ذریعے ملا ہوا ہے۔ یہ شاہراہ چین سے شروع ہو کر پاکستان اور وسطی ایشیائی ریاستوں سے گزر کر یورپ تک رسائی کا ذریعہ ہے۔

خود آزمائی نمبر ۱

مندرجہ بیانان میں سے غلط اور صحیح کی نشاندہی کریں۔

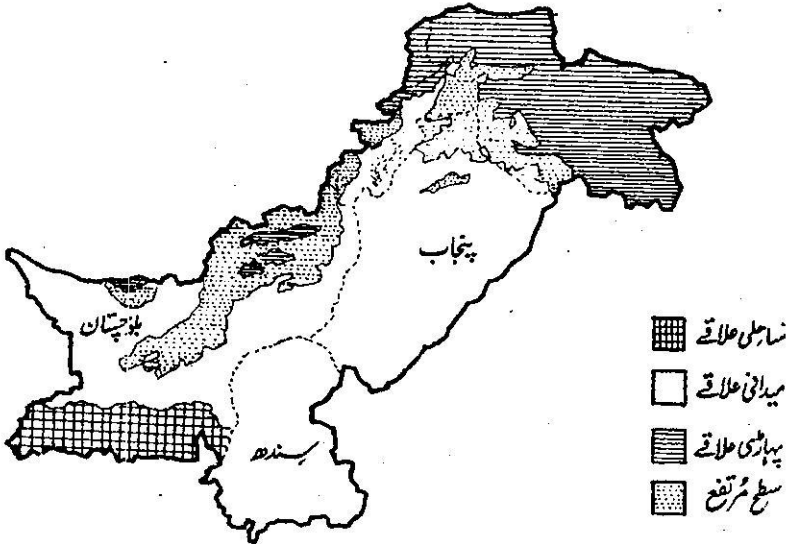
- ۱۔ جزیرہ نما زمین کے تین طرف خشکی اور ایک طرف پانی ہوتا ہے۔ صحیح غلط
- ۲۔ پاکستان 'برصغیر' کے شمال مغربی حصے میں واقع ہے۔ صحیح غلط
- ۳۔ پاکستان کی شمال مشرقی سرحد بھارت سے ملتی ہے۔ صحیح غلط
- ۴۔ پاکستان کے جنوب میں بحیرہ عرب واقع ہے۔ صحیح غلط
- ۵۔ کراچی بحیرہ ہند کی اہم بندرگاہ ہے۔ صحیح غلط

۲۔ طبعی خدو خال

پاکستان کی سطح زمین مختلف خدو خال کی مالک ہے۔ کہیں اونچے برف پوش پہاڑ ہیں تو کہیں سرسبز وادیاں اور ان وادیوں میں بہتے دریا۔ کہیں زرخیز کھلے میدان تو کہیں ریگستان۔ سطح زمین کی ان ہی مختلف صورتوں کو طبعی خدو خال کہتے ہیں۔

پاکستان کی سطح ارض کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

- ۱۔ پہاڑی علاقے
- ۲۔ سطح مرتفع
- ۳۔ دریائے سندھ کا میدان
- ۴۔ ساحلی علاقے



آئیے! سطح ارض کے مختلف حصوں کا تفصیلی جائزہ لیں۔

۲۶۱۔ پہاڑی علاقے

پہاڑی علاقوں کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ (الف) شمالی پہاڑ (ب) مغربی پہاڑ۔

۱ (الف) شمالی پہاڑ

ان پہاڑی سلسلوں میں کوہ ہمالیہ، کوہ قراقرم اور ہندوکش کے پہاڑ شامل ہیں۔ یہ پہاڑ شمال میں مشرق سے مغرب کو پھیلے ہوئے ہیں۔ پاکستان کا شمالی علاقہ ان پہاڑوں کے مغرب میں واقع ہے۔

(۱) کوہ ہمالیہ۔ کوہ ہمالیہ کا پہاڑی سلسلہ برصغیر کے شمالی حصے ایک کمان کی طرح پھیلا ہوا ہے۔ ہمارے ملک کی دوسری بلند ترین چوٹی ناگپربت اسی سلسلے میں واقع ہے۔ اس چوٹی کی بلندی ۸۱۲۶ میٹر ہے۔ کوہ ہمالیہ کی بلند چوٹیاں برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ گرمی کے موسم میں یہ برف پگھل کر ہمارے دریاؤں میں پانی بن کر بہتی ہے۔ پاکستان کی خوبصورت وادیاں کشمیر اور کاغان انہی پہاڑوں کے دامن میں واقع ہیں۔ اس کے علاوہ خوبصورت پہاڑی مقامات مری، ہتھیا گلی، ایوبیہ بھی کوہ ہمالیہ کے سلسلے کا حصہ ہیں۔

(۲) کوہ قراقرم۔ کوہ ہمالیہ کے شمال مغرب میں کوہ قراقرم واقع ہے۔ یہ پہاڑی سلسلہ شمالی کشمیر اور گلگت کے علاقے تک پھیلا ہوا ہے۔ اس پہاڑی سلسلے کی اوسط بلندی ۷۰۰۰ میٹر ہے۔ ہمارے ملک کی بلند ترین چوٹی کے۔ ٹو بھی اس سلسلے میں واقع ہے جس کی بلندی ۸۶۱۱ میٹر ہے۔ کوہ قراقرم اور کوہ ہمالیہ کے درمیان گلگت اور ہنزہ کی وادیاں ہیں۔ یہ پہاڑی سلسلہ پاکستان اور چین کے درمیان واقع ہے جسے کاٹ کر دونوں ممالک کو ملانے کے لئے شاہراہ قراقرم (شاہراہ ریشم) تعمیر کی گئی ہے۔

(۳) کوہ ہندوکش۔ اس سلسلے کے زیادہ تر پہاڑ افغانستان میں واقع ہیں۔ تریچ میر اس سلسلے کی بلند ترین چوٹی ہے۔ (بلندی ۷۷۰۰ میٹر) چترال اور دیر کی وادیاں کوہ ہندوکش کے دامن میں واقع ہیں۔

(ب) مغربی پہاڑ

یہ پہاڑی سلسلہ زیادہ تر شمالاً جنوباً پھیلا ہوا ہے۔ اس سلسلے کے پانچ حصے ہیں۔

(۱) سوات کے پہاڑ۔ اس سلسلے کے تین چھوٹے چھوٹے پہاڑی سلسلے دریائے کابل تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان تینوں سلسلوں کے درمیان تین دریا، دریائے سوات، دریائے کنہار اور دریائے پنجکوڑا بہتے ہیں۔

(۲) کوہ سفید۔ یہ پہاڑی سلسلہ دریائے کابل کے جنوب میں واقع ہے۔ اس کی اوسط بلندی ۳۰۰۰ میٹر ہے۔ مشہور درہ خیبر اسی سلسلے میں پایا جاتا ہے جس کے قریب پشاور کا شہر ہے۔ کوہ سفید کے جنوب میں دریائے کرم بہتا ہے۔

(۳) وزیرستان کی پہاڑیاں۔ اس سلسلے میں درہ ٹوچی اور درہ گول واقع ہیں۔ یہ درے افغانستان جانے کے اہم راستے ہیں۔ دریائے گول ان پہاڑی سلسلوں میں سے نکلنے والا ایک اہم دریا ہے۔

(۴) کوہ سلیمان۔ یہ سلسلہ دریائے گول کے جنوب میں ہے۔ اس سلسلے کی بلند ترین چوٹی تخت سلیمان ہے جس کی بلندی ۳۵۰۰ میٹر ہے۔ دریائے بولان اس سلسلے کا اہم دریا ہے۔ اس دریا کی وادی میں درہ بولان واقع ہے۔ جس کے قریب کوئٹہ کا شہر ہے۔

(۵) کوہ کیرتھر۔ یہ دریائے سندھ کی زریں وادی کے مغرب میں واقع ہے۔ اس سلسلے میں سے دریائے جب اور دریائے لیاری بہتے ہیں۔

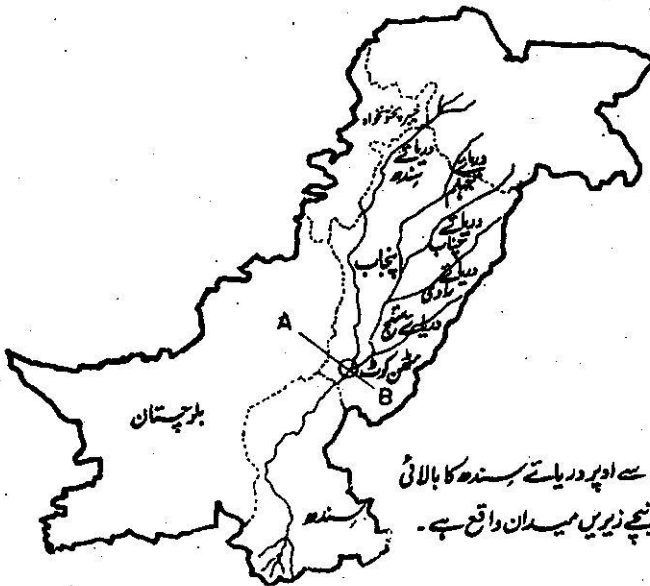
(ب) سطح مرتفع بلوچستان۔ یہ سطح مرتفع کوہ سلیمان اور کوہ کیرتھر کے مغرب میں ۶۰۰ سے ۹۰۰ میٹر کی بلندی پر واقع ہے۔ اس سطح کے کچھ پہاڑی سلسلے بلوچستان کو افغانستان سے جدا کرتے ہیں۔ زیارت اور مسلم باغ ان سلسلوں کی اہم چوٹیاں ہیں جو تقریباً ۲۵۰۰ میٹر بلند ہیں۔ یہ علاقہ قیمتی معدنیات (کونک، قدرتی گیس، کھروسانیت، لوہا اور تانبا) کی وجہ سے مشہور ہے۔ اس سطح کا مشہور دریا، دریائے ژوب ہے جو کوہ سلیمان سے نکل کر دریائے گول میں جا گرتا ہے۔ سطح مرتفع بلوچستان کا شمال مغربی علاقہ ریگستانی ہے۔ یہاں پر پانی کی بہت کمی ہے۔ جھیل ”ہامون“ مشخیل یہاں کی ایک اہم جھیل ہے۔ کوئٹہ اور چمن کے علاقوں میں کاریز کے ذریعے کچھ آبپاشی کی جاتی ہے۔

۲۶۳۔ دریائے سندھ کا میدان

اس علاقے کو دریائے سندھ کی وادی بھی کہا جاتا ہے۔ پاکستان کا یہ خطہ زری طور پر بہت زرخیز و شاداب ہے۔ اس علاقے کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(الف) دریائے سندھ کا بالائی میدان

یہ وسیع علاقہ جو زیادہ تر صوبہ پنجاب کا حصہ ہے دریائے سندھ کے معاون دریاؤں، جلم، چناب، راوی اور ستلج کے درمیان پھیلے ہوئے میدانوں پر مشتمل ہے۔ مٹھن کوٹ کے مقام پر یہ دریا، دریائے سندھ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے مٹھن کوٹ سے اوپر والا میدان دریائے سندھ کا بالائی میدان کہلاتا ہے۔



اس خطے میں چار بڑے دو آب واقع ہیں۔

دو آب، دو دریاؤں کے درمیانی علاقے کو کہتے ہیں۔

- ۱۔ باری دو آب دریائے ستلج اور راوی کا درمیانی میدان
- ۲۔ رچنادو آب دریائے راوی اور چناب کا درمیانی میدان
- ۳۔ چھجے دو آب دریائے چناب اور جہلم کا درمیانی میدان
- ۴۔ سندھ ساگر دو آب دریائے جہلم اور دریائے سندھ کا درمیانی میدان

دریائے سندھ کا یہ بالائی میدانی علاقہ دریاؤں کے ذریعے پہاڑوں سے لائی گئی مٹی سے بنا ہوا ہے، اس لئے زمین زرخیز ہے۔ بارشوں کی کمی کو نہروں سے پانی حاصل کر کے پورا کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے خشک حصے بھی زرخیز اور آباد ہو گئے ہیں۔

دریائے جہلم کے مغرب میں ریگستانی علاقہ ہے جسے تھل کہتے ہیں۔ اس علاقے کو جناح بیراج کی نہریں سیراب کرتی ہیں۔

(ب) دریائے سندھ کا زیریں میدان

مٹھن کوٹ سے نیچے بحیرہ عرب تک کا علاقہ دریائے سندھ کا زیریں میدان کہلاتا ہے۔ اس علاقے میں دریائے سندھ ایک بڑے دریا کی صورت میں بہتا ہے۔ دریا کی گہرائی کم ہونے کی وجہ سے طغیانی کے وقت بہت سا علاقہ ڈوب جاتا ہے۔ یہ میدانی علاقہ کافی زرخیز ہے۔ مختلف مقامات پر بیراج بنا کر علاقے میں نہروں کا ایک جال بچھا دیا گیا ہے جس کی وجہ سے اس علاقے کی خوشحالی میں اضافہ ہوا ہے۔ علاقے کا مشرقی حصہ ریگستان ہے جسے تھر کہتے ہیں۔ ہند کے قریب دریائے سندھ ڈیلٹا بنانا شروع کر دیتا ہے اور کئی شاخوں میں تقسیم ہو کر آگے جا کر بحیرہ عرب میں گرتا ہے۔

۲۶۴۔ ساحلی علاقے

سندھ اور بلوچستان میں بحیرہ عرب کے کنارے پاکستان کا ساحلی علاقہ واقع ہے، جس کی لمبائی تقریباً ۷۰۰ کلومیٹر ہے۔ یہ علاقہ صوبہ سندھ میں بھارتی سرحد رن کچھ سے لے کر ایران کی سرحد تک پھیلا ہوا ہے۔

۲۶۵۔ خود آزمائی نمبر ۲

سوال نمبر ۱۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب تحریر کریں۔

۱۔ شمالی پہاڑوں میں کون کون سے پہاڑی سلسلے شامل ہیں؟

۲۔ پاکستان کی بلند ترین چوٹی کون سی ہے؟

۳۔ پاکستان اور چین کو کس شاہراہ کے ذریعے ملا گیا ہے؟

۴۔ کشمیر اور کاغان کی وادیاں کس پہاڑ کے دامن میں واقع ہیں؟

۵۔ سوات کے پہاڑوں کے درمیان کون کون سے دریا بہتے ہیں؟

سوال نمبر ۲۔ مندرجہ ذیل خالی جگہیں پر کریں۔

۱۔ درہ اور درہ افغانستان جانے کے اہم راستے ہیں۔

۲۔ پاکستان کی دوسری بلند ترین چوٹی ہے۔

۳۔ درہ بولان کے قریب شہر واقع ہے۔

۴۔ کوہ کیرتھر وادی کے مغرب میں واقع ہے۔

۵۔ کو وادی سواں بھی کہتے ہیں۔

سوال نمبر ۳۔ مندرجہ ذیل بیانات میں سے غلط اور صحیح کی نشاندہی کریں۔

۱۔ سطح مرتفع بلوچستان کی بلندی ۳۰۰ سے ۶۰۰ میٹر تک ہے۔

۲۔ زیارت اور مسلم باغ، سطح مرتفع بلوچستان کی اہم پہاڑی چوٹیاں ہیں۔

۳۔ مٹھن کوٹ سے نیچے والا علاقہ دریائے سندھ کا بالائی میدان کہلاتا ہے۔

۴۔ دریائے جلم کے مغرب میں تھر کاریگستان واقع ہے۔

۵۔ دریائے راوی اور چناب کا درمیانی میدان رچنا دو آب کہلاتا ہے۔

صحیح غلط
صحیح غلط
صحیح غلط
صحیح غلط
صحیح غلط

۳۔ آب و ہوا

کسی علاقے میں طویل عرصے تک موسم کی کیفیت کو آب و ہوا کہتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی علاقہ سال کا بیشتر حصہ گرم رہتا ہو تو وہاں کی آب و ہوا کو گرم اور خشک کہتے ہیں اور اگر گرمی کے ساتھ بارش بھی کافی ہوتی ہو تو ایسے علاقے گرم مرطوب کہلاتے ہیں۔ ایسے علاقے جہاں گرمی اور سردی کی شدت نہ ہو تو وہاں کی آب و ہوا معتدل کہلاتی ہے۔

ہمارے ملک کی آب و ہوا پر مندرجہ ذیل چار اہم عوامل اثر انداز ہوتے ہیں۔

۱۶۳۔ سمندر سے فاصلہ

ہمارے ملک کی آب و ہوا پر بحیرہ عرب کی جانب سے آنے والی ہواؤں کا بڑا اثر ہے۔ جنوبی ساحل سے ۶۰ سے ۸۰ کلومیٹر اندرون ملک تک اس امر کی وجہ سے درجہ حرارت معتدل رہتا ہے۔ کراچی اور نہنہ ایسے شہر ہیں جن کی آب و ہوا سمندر کے قریب ہونے کی وجہ سے معتدل رہتی ہے۔

۱۶۴۔ سطح سمندر سے اونچائی

سطح سمندر سے اونچائی آب و ہوا پر اثر انداز ہوتی ہے۔ مثلاً راولپنڈی اسلام آباد اور مری کی پہاڑیاں تقریباً ایک ہی عرض البلد پر واقع ہیں مگر مری میں اونچائی کی وجہ سے درجہ حرارت راولپنڈی اسلام آباد کے مقابلے میں کم رہتا ہے۔

۱۶۵۔ پہاڑوں کی بلندی اور ان کا رخ

اگر پہاڑوں کی رخ موسمی ہواؤں کے متوازی ہو تو پھر موسمی ہوائیں بارش نہیں برساتیں۔ مثال کے طور پر کوہ کیرتھر کا شمالاً جنوباً رخ ہے۔ اس لئے موسم گرما میں مولن سون کی ہواؤں کو نہیں روکتے اور بارش بھی نہیں ہوتی۔

ہواؤں کے راستے میں رکاوٹ بننے والی پہاڑیوں میں مری ایبٹ آباد اور کشمیر کی پہاڑیاں شامل ہیں جن سے ہوائیں ٹکراتی ہیں اور خوب بارش برساتی ہیں۔

۳۶۔ ہواؤں کا رخ اور نمی کی مقدار

کسی ملک کی آب و ہوا میں ہواؤں کا رخ اور نمی کی مقدار اہم عناصر ہیں۔ ہمارے ملک میں دو قسم کی ہوائیں چلتی ہیں جو موسمی تبدیلی کا سبب بنتی ہیں۔

(الف) مون سون ہوائیں

(ب) مغربی ہوائیں

(الف) مون سون ہوائیں

موسم گرمیوں میں سمندر کے اوپر کی ہوا ٹھنڈی ہوتی ہے اور اس وجہ سے ہوا کا دباؤ زیادہ ہوتا ہے جبکہ خشکی پر ہوا گرم ہونے کی وجہ سے ہلکی ہوتی ہے۔ زیادہ دباؤ والے علاقے کی ہوا کم دباؤ والے علاقے کی طرف چلتی ہے۔ انہیں مون سون کی ہوائیں کہتے ہیں۔ گرمیوں کے دنوں میں ہمارے ملک کے درمیانی علاقوں میں ہوا کا دباؤ کم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے بحیرہ عرب کی ہوائیں شمال کی طرف خشکی والے علاقوں کی طرف چلتی ہیں اور سندھ اور پنجاب کے میدانوں سے ہوتی ہوئی شمالی پہاڑوں تک پہنچتی ہیں اور پہاڑوں سے ٹکرا کر بارش برساتی ہے۔

یہ ہوائیں جون کے وسط سے چلنا شروع ہوتی ہیں اور اگست کے آخر تک رہتی ہیں۔ بحر ہند اور خلیج بنگال کی کچھ ہوائیں بھی شمال مشرق کی طرف سے ہمارے ملک میں داخل ہو کر زیادہ تر شمالی حصوں میں بارش برساتی ہیں۔ یہ ہوائیں جب جنوب میں پنجاب سندھ اور مغرب میں بلوچستان کی طرف بڑھتی ہیں تو ان میں نمی کی مقدار بتدریج کم ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مون سون ہوائیں گرمیوں میں شمال میں سب سے زیادہ اور جنوب کی طرف کم بارش برساتی ہیں۔ یہ فرق مندرجہ ذیل تفصیل سے واضح ہے۔

مقام	بارش کی مقدار
مری	۶۰ انچ
سیالکوٹ	۴۰ انچ
لاہور	۲۰ انچ
ملتان	۷ انچ
جیکب آباد	۳ انچ

مغرب میں کوہاٹ اور پشاور کے علاقوں میں ۵ انچ بارش ہوتی ہے جبکہ بلوچستان کا علاقہ خشک رہتا ہے۔

(ب) مغربی ہوائیں

ہمارے ملک میں مغربی ہوائیں بحیرہ روم سے آتی ہیں۔ ایران اور افغانستان سے ہوتی ہوئی پاکستان کے مغربی پہاڑوں کی طرف سے ملک میں داخل ہوتی ہیں۔ سردیوں میں یہ ہوائیں بلوچستان کے پہاڑوں پر خوب بارش برساتی ہیں۔

بلوچستان کی سالانہ بارشیں ۱۰ انچ میں سے ۷ انچ موسم سرما میں اور ۳ انچ موسم گرما میں ہوتی ہیں۔

یہ مغربی ہوائیں شمالی پہاڑوں چترال، دیر، مری، ایبٹ آباد پر بھی بارش اور برف برساتی ہیں۔

پاکستان کے بہت بڑے حصے میں بارش نہ ہونے کے برابر ہے مثلاً جیکب آباد میں گرمیوں میں صرف ۳ انچ بارش ہوتی ہے اور یہ پاکستان کا گرم ترین علاقہ ہے۔ پنجاب کے جنوبی میدان اور سندھ کے وسطی اور شمالی علاقے بلوچستان کے جنوبی اور وسطی علاقے بارش نہ ہونے کی وجہ سے گرمیوں میں گرم اور خشک اور سردیوں میں سرد اور خشک رہتے ہیں مگر ساحلی علاقوں میں دونوں موسم معتدل رہتے ہیں۔

۴۔ موسمی تبدیلیاں

آب و ہوا کی بدلتی ہوئی کیفیت کا انسانی زندگی پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ نہ صرف انسانی زندگی بلکہ فصلوں پر بھی اچھا اثر ہوتا ہے۔ پیداوار بہت عمدہ ہوتی ہے۔ علاقہ مزید سرسبز اور شاداب ہو جاتا ہے۔ زندگی کی گہما گہمی بڑھ جاتی ہے لیکن موسمی حالات لوگوں کے لئے مشکلات اور نقصان کا باعث بھی ہوتے ہیں۔ موسم گرما میں سیلاب آتے ہیں۔ شدید گرم اور نیم ریگستانی علاقوں میں آندھیاں، جھکڑ اور طوفان آتے ہیں۔ ذیل میں موسمی تبدیلیوں کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔

۴۔۱۔ سیلاب

ہمارے ملک کے پہاڑی اور میدانی علاقوں میں موسم گرما کی مون سون ہواؤں کی وجہ سے بارشیں ہوتی ہیں۔ گرمیوں میں پہاڑوں پر برف پگھلنے کی وجہ سے دریاؤں اور نالوں میں پانی کی سطح اتنی بڑھ جاتی ہے کہ کناروں سے پانی نکل کر دور دور تک پھیل جاتا ہے۔ پانی کے اس ریلے کو سیلاب کہتے ہیں۔ سیلاب زیادہ تر سندھ کے بالائی میدان میں آتے ہیں۔ سیلاب سے بہت زیادہ نقصان ہوتا ہے۔ کھڑی فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ وبائی امراض پھیل جاتی ہیں۔ سڑکیں اور ریل کی پٹریاں ٹوٹ جانے سے آمدورفت کے ذرائع تباہ ہو جاتے ہیں۔

سیلاب سے ہونے والے نقصانات کے پیش نظر حکومت کئی احتیاطی تدابیر اختیار کرتی ہے۔ اگر کسی علاقے میں سیلاب آنے کا خطرہ ہو تو پیشگی اطلاع دے کر وہاں کے لوگوں کو محفوظ مقامات پر منتقل کر دیا جاتا ہے۔

سیلابوں کا ایک فائدہ بھی ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ سیلاب کے پانی کے ہمراہ دریاؤں کی زرخیز مٹی سیلاب زدہ زمینوں پر ایک نئی طرح پھیل جاتی ہے جس کی وجہ سے اس علاقے میں فصلیں بہتر ہوتی ہیں۔

۴۔۲۔ آندھیاں اور طوفان

پاکستان میں آندھیاں اور طوفان آنا معمول کی بات ہے۔ دہلے علاقوں میں موسم گرما میں ہواؤں کا دباؤ کم ہو جاتا ہے اس لئے ارد گرد کی ہوائیں تیزی سے ان علاقوں کا رخ کرتی ہیں۔ ان علاقوں میں جنوبی میدانی علاقے اور بلوچستان کے شمال مغربی حصے شامل ہیں۔

پہاڑی علاقوں میں مارچ اپریل کے مہینوں میں باد و باراں کے طوفان آتے ہیں۔ تیز ہوائیں چلتی ہیں۔ زیادہ بارش ہوتی ہے۔ بعض اوقات ٹرالہ باری بھی ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے ذرائع رسل و رسائل متاثر ہوتے ہیں۔ کچے مکانات اور جھونپڑیوں کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔

۳۴۔ انسانی زندگی پر آب و ہوا کے اثرات

کسی جگہ کی آب و ہوا وہاں کے کینوں کے طرز زندگی اور مشاغل پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔ پاکستان کے علاقوں میں بھی آب و ہوا مختلف قسم کی ہے اور لوگوں کے رہن سہن اور مصروفیات میں نمایاں فرق بھی ہے۔

پاکستان کے شمالی علاقوں میں موسم سرما شدید ہے۔ اکثر علاقے برف سے ڈھک جاتے ہیں۔ درجہ حرارت نقطہ انجماد سے بھی گر جاتا ہے۔ بعض جگہ تو دریاؤں اور ندی نالوں کا پانی بھی جم جاتا ہے۔ برف کی وجہ سے راستے بھی مسدود ہو جاتے ہیں اور لوگ باہر کے کام کاج چھوڑ کر گھروں میں بیٹھ جاتے ہیں اور گھریلو دستکاریوں میں خود کو مصروف رکھتے ہیں۔ گلگت کے اکثر لوگ اس موسم میں روزی کمانے کی غرض سے میدانی علاقوں میں چلے آتے ہیں۔

گرمیوں کا موسم شروع ہوتا ہے تو ہر طرف رونق شروع ہو جاتی ہے۔ پودے اور گھاس جلدی پھلتے پھولتے ہیں۔ کسان اپنی پہلی فرصت میں کھیتوں میں ہل چلاتے ہیں۔ بچے بوڑھے کام میں لگ جاتے ہیں۔ پاکستان کے جنوب میں وسیع میدان ہے یہاں کی آب و ہوا میں بھی شدت ہے۔ گرمیوں میں سخت گرم اور سردیوں میں سرد ہوتی ہے۔

یہاں کے لوگ بہت مضبوط ہیں۔ یہ شدید گرمی میں بھی دھان کی فصل کے کھیتوں میں ہل چلاتے ہیں اور پودے لگاتے ہیں۔ سردیوں میں پونچنے سے پہلے کھیتوں کی راہ لیتے ہیں اور دن چڑھنے تک بہت سا کام کر چکے ہوتے ہیں۔ البتہ گرمیوں میں تھوڑی دیر سنا نا ضروری ہوتا ہے۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ آب و ہوا سے انسانی زندگی کا براہ راست تعلق ہے۔

۴۶۴۔ خود آزمائی نمبر ۳

مندرجہ ذیل خالی جگہ مناسب الفاظ سے پر کریں۔

- ۱۔ جن علاقوں میں گرمی اور سردی کی شدت نہ ہو تو وہاں کی آب و ہوا کہلاتی ہے۔
(خوشگوار، معتدل)
- ۲۔ اگر پہاڑوں کا رخ موسمی ہواؤں کے ہو تو پھر موسمی ہوائیں بارش نہیں برساتیں۔
(متوازن، متضاد)
- ۳۔ خشکی پر چلنے والے ہوا گرم ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے۔
(ہلکی، بھاری)
- ۴۔ گرمی کے دنوں میں بحیرہ عرب کی ہوائیں کی طرف خشکی والے علاقوں کی طرف چلتی ہیں۔
(شمال، جنوب)
- ۵۔ موسم گرما میں شدید اور نیم ریگستانی علاقوں میں آندھیاں اور طوفان آتے ہیں۔
(گرم، ٹھنڈے)

۵۔ تشریحات

محل وقوع	واقع ہونے کی جگہ
قطعہ زمین	زمین کا ٹکڑا
طبعی حدود خال	قدرتی شکل صورت
عرض بلد	وہ فرضی خطوط جو زمین کے عرض میں تقسیم کے لئے کھینچے گئے تھے
طول بلد	وہ فرضی خطوط جو زمین کی لمبائی میں تقسیم کے لئے کھینچے گئے ہیں
مربع کلومیٹر	ایک چورس کلومیٹر
بری	زمینی
بحری	سمندری
انحصار	منحصر
وادی	دو پہاڑوں کے دامن میں واقع میدان
سطح مرتفع	بلند سطح
بالائی	اوپر والا
زیریں	نیچے والا
مرطوب	گیلا، بھیگا ہوا
معتدل	درمیانی درجے کا
متوازی	برابر
نقطہ انجماد	جس درجہ حرارت پر چیزیں جہنا شروع ہو جائیں

۶۔ جوابات

خود آزمائی نمبر ۱

(۱) غلط (۲) صحیح (۳) غلط (۴) صحیح (۵) غلط

خود آزمائی نمبر ۲

سوال نمبر ۱۔ (۱) دیکھے یکشن ۲۶۱ (۲) دیکھے یکشن ۲۶۱ (۳) سیکھے یکشن ۲۶۱

(۴) دیکھے یکشن ۲۶۱ (۵) دیکھے یکشن ۲۶۱

سوال نمبر ۲۔ (۱) ٹوچی، گول (۲) ٹانگا پر بت (۳) کوسہ (۴) دریائے سندھ کی زیریں وادی
(۵) سطح مرتفع پوٹھوار

سوال نمبر ۳۔ (۱) غلط (۲) صحیح (۳) غلط (۴) غلط (۵) صحیح

خود آزمائی نمبر ۳

(۱) معتدل (۲) متوازن (۳) ہلکی (۴) شمال (۵) گرم

پاکستان کی ریاست اور حکومت

ڈاکٹر امان اللہ میمن
ڈاکٹر سلمان ہمایوں

تحریر
نظر ثانی

یونٹ کا تعارف

اس یونٹ میں پاکستان کی آئینی اور سیاسی تاریخ میں رونما ہونے والے حالات اور واقعات کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔ کسی بھی ملک کا نظام حکومت اور کاروبار سیاست چلانے کے لئے آئین کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ پاکستان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو معرض وجود میں آیا لیکن پاکستان کا پہلا آئین ۹ سال بعد، ۱۹۷۳ء میں نافذ ہوا۔ آئین بنانے کے عمل میں اتنی تاخیر کی کیا وجوہات تھیں؟ اس یونٹ کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ کو اس سوال کا جواب مل جائے گا۔

پاکستان میں اب تک تین آئین نافذ ہوئے ہیں۔ پہلا آئین ۱۹۵۶ء میں، دوسرا ۱۹۶۲ء میں اور تیسرا ۱۹۷۳ء میں نافذ ہوا جو اب تک نافذ العمل ہے۔ پہلا آئین ایوب خان کے مارشل لاء کی وجہ سے منسوخ ہوا، جبکہ دوسرا یحییٰ خان کے مارشل لاء کے بعد منسوخ کیا گیا اور تیسرا آئین ضیاء الحق کے مارشل لاء کے نتیجے میں معطل ہوا۔

اس یونٹ میں ہم نے ان حالات اور واقعات کا بھی جائزہ پیش کیا ہے جن کی وجہ سے یکے بعد دیگرے، دو آئین منسوخ اور تیسرا معطل ہوا۔

یونٹ کے آخر میں وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے ڈھانچوں کے متعلق تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے حکومت کے تین اہم ستون انتظامیہ، مقننہ اور عدلیہ کے متعلق بھی معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

یونٹ کے مقاصد

ہمیں امید ہے کہ اس یونٹ کو پڑھنے کے بعد آپ:

- آئین کا مفہوم بیان کر سکیں گے۔
- پاکستان کی آئین سازی کی تاریخ میں قرارداد مقاصد کی اہمیت بیان کر سکیں گے۔
- آئین کے عمل میں پیش آنے والی مشکلات کی وضاحت کر سکیں گے۔
- ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۳ء کے آئین کی خصوصیات کا جائزہ پیش کر سکیں گے۔
- نظام حکومت کے تین اہم ستون انتظامیہ، عدلیہ اور مقننہ کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کر سکیں گے۔

فہرست مضامین

108	یونٹ کا تعارف
108	یونٹ کے مقاصد
111	۱۔ پاکستان کی ریاست و حکومت
111	۱۶۱۔ پہلی آئین ساز اسمبلی
111	۱۶۲۔ قرارداد مقاصد
112	۱۶۳۔ ون یونٹ
112	۱۶۴۔ خود آزمائی نمبر ۱
114	۲۔ ۱۹۵۶ء کا آئین
114	۲۶۱۔ آئین کی خصوصیات
115	۳۔ ۱۹۶۲ء کا آئین
115	۳۶۱۔ آئین کی خصوصیات
115	۳۶۲۔ بنیادی جمہوریتیں
115	۳۶۳۔ ایوب خان کا زوال
116	۳۶۴۔ دوسرا مارشل لاء
116	۳۶۵۔ سقوط ڈھاکہ
117	۳۶۶۔ خود آزمائی نمبر ۲
118	۴۔ ۱۹۷۳ء کا آئین
118	۴۶۱۔ آئین کی خصوصیات
118	۴۶۲۔ ۱۹۷۷ء کے انتخابات
119	۵۔ ملک کا طویل ترین مارشل لاء
119	۵۶۱۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں ترمیم

119	۵۶۲- تحریک بحالی جمہوریت
119	۵۶۳- ۱۹۸۵ء کے غیر جماعتی انتخابات
120	۵۶۴- ضیاء الحق دور کا خاتمہ
121	۶- جمہوریت کے مراحل
124	۶۱- خود آزمائی نمبر ۳
126	۷- ۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت وفاقی اور صوبائی حکومتوں کا ڈھانچہ
126	۷۱- وفاقی حکومت کا ڈھانچہ
127	۷۲- صوبائی حکومت کا ڈھانچہ
128	۷۳- خود آزمائی نمبر ۴
129	۸- تشریحات
130	۹- جوابات

۱۔ پاکستان کی ریاست و حکومت

قیام پاکستان سے پہلے متحدہ ہندوستان کا نظام حکومت ”۱۹۳۵ء کے قانون ہند“ کے ماتحت چلایا جاتا تھا۔ جب تقسیم ہند کا فیصلہ ہوا تو اسی قانون میں ترمیم کر کے قانون آزادی ہند عمل میں لایا گیا اور اسی قانون کے ماتحت متحدہ ہندوستان کو تقسیم کر کے دو آزاد ریاستیں پاکستان اور ہندوستان وجود میں لائی گئیں۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۳۵ء کے قانون میں ضروری ترمیم کر کے پاکستان کا عبوری آئین بنالیا گیا اور اسی کے مطابق ریاست کا کاروبار چلایا جانے لگا۔

قیام پاکستان کے فوراً بعد پاکستان کی نوآئیدہ مملکت کو درپیش مسائل میں سے ایک مسئلہ آئین کی تشکیل تھا۔

کسی بھی ملک کا نظام حکومت چلانے کے لئے آئین کا ہونا لازمی ہے۔ دراصل آئین قوانین و ضوابط کا ایک مجموعہ ہوتا ہے جس کے مطابق ریاست اور حکومت کا کاروبار چلایا جاتا ہے۔

۱۶۱۔ پہلی آئین ساز اسمبلی

ملک کا پہلا آئین تشکیل دینے کے لئے پہلی آئین ساز اسمبلی اگست ۱۹۴۷ء کو وجود میں آئی اور قائد اعظم محمد علی جناح اس کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔ اس اسمبلی نے آئین کے بنیادی اصول طے کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی جسے ”بنیادی مقاصد کی کمیٹی“ Basic Principles Committee کا نام دیا گیا۔ اس کمیٹی نے ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو ایک قرارداد منظور کی جسے قرارداد مقاصد Objective Resolution کہتے ہیں۔

۱۶۲۔ قرارداد مقاصد

قرارداد مقاصد پاکستان کی آئین سازی کی تاریخ میں اہم دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ قرارداد مقاصد میں پاکستان کے آئین کے بنیادی اصولوں کا تعین کیا گیا ہے۔

قرارداد مقاصد میں ملک کے آئین کی تشکیل کے ضمن میں مندرجہ ذیل بنیادی اصول طے کئے گئے تھے۔

○ اقتدار اعلیٰ کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

○ جمہوریت، مساوات، رواداری اور سماجی انصاف پاکستان کے آئین کے بنیادی اصول ہوں گے۔

○ کوئی بھی ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا جو قرآن و سنت کی تعلیمات کے منافی ہو۔

○ پاکستان کے عوام کو انفرادی اور اجتماعی زندگی اسلام کے اصولوں کے مطابق گزارنے کا موقع فراہم کیا جائے گا۔

○ اقلیتوں کو تحفظ فراہم کیا جائے گا اور ان کو اپنے عقائد کے مطابق زندگی گزارنے کا موقع فراہم کیا جائے گا۔

یہ آئین ساز اسمبلی، قرارداد مقاصد کی منظوری کے علاوہ آئین سازی کے عمل میں کوئی قابل ذکر پیش رفت نہ کر سکی۔

قائد اعظم کی وفات، پہلے وزیر اعظم خان لیاقت علی خان کا قتل، بنگال، سندھ، صوبہ سرحد اور پنجاب کے نمائندوں کے اختلافات، ان بے شمار وجوہ میں سے چند تھیں جو آئین سازی کے عمل میں رکاوٹ بنی رہیں۔

سات سال کے بعد اکتوبر ۱۹۵۴ء کو اس وقت کے گورنر جنرل غلام محمد نے آئین ساز اسمبلی توڑنے کا اعلان کیا۔ اس طرح سے ملک ایک سنگین سیاسی اور آئینی بحران سے دوچار ہو گیا۔

۱۶۳۔ ون یونٹ

اکتوبر ۱۹۵۵ء میں مغربی پاکستان کے چاروں صوبوں اور خود مختار ریاستوں مثلاً خیبر پور ریاست، بہاول پور ریاست کو ملا کر مغربی پاکستان کے نام سے ایک صوبہ بنایا گیا۔ صوبوں کے اس انضمام کے عمل کو ون یونٹ کہا جانے لگا۔

ون یونٹ کی اسکیم کے خلاف ملک کے چھوٹے صوبوں مثلاً سندھ، بلوچستان اور سرحد کے عوام اور سیاست دانوں میں شدید رد عمل پایا جانے لگا۔

۱۶۴۔ خود آزمائی نمبر

سوال نمبر ۱۔ خالی جگہیں پر کریں۔

۱۔ پاکستان کے پہلے وزیر اعظم کا نام تھا۔

۲۔ گورنر جنرل نے ملک کی پہلی آئین ساز اسمبلی، توڑ کر ملک کو سیاسی بحران سے دوچار کیا۔

۳۔ عیسوی میں ون یونٹ قائم کیا گیا۔

۴۔ کے قانون میں ضروری ترامیم کر کے پاکستان کا عبوری آئین بنایا گیا۔

۵۔ عیسوی میں پاکستان کی پہلی آئین ساز اسمبلی کا قیام عمل میں آیا۔

سوال نمبر ۲۔ قرارداد مقاصد کا بغور مطالعہ کر کے مندرجہ ذیل سوالوں کے جوابات تحریر کریں۔

- اقتدار اعلیٰ کا حقیقی مالک کون ہے؟
- پاکستان کے آئین کے بنیادی اصول بیان کریں۔
- اقلیتوں کے متعلق قرارداد مقاصد کیا کہتی ہے؟
- کس طرح کا قانون نہ بنانے کی یقین دہانی کرائی گئی ہے؟

۲۔ ۱۹۵۶ء کا آئین

آئین ساز اسمبلی کے ٹوٹنے کے بعد جنوری ۱۹۵۶ء میں بالواسطہ طریقہ انتخاب سے عبوری آئین ساز اسمبلی قائم کی گئی۔ عبوری اسمبلی نے تشکیل کے فوراً بعد آئین سازی کا کام پھر شروع کیا۔ ایک سال کے عرصے کے بعد نیا آئین بنایا گیا۔ اس طرح ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء کو پاکستان کا پہلا آئین نافذ العمل ہوا۔

۲۶۱۔ آئین کی خصوصیات

- اس آئین کے مطابق پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا۔
 - یہ آئین صدارتی تھا، یعنی اس آئین کے ماتحت صدر کو وسیع اختیارات حاصل تھے۔
 - صدر کا انتخاب قومی اور صوبائی اسمبلی کے اراکان کرتے تھے۔
 - صدر اسمبلی کے کسی ایسے رکن کو وزیر اعظم نامزد کرتا جس کو ممبران کی اکثریت کی حمایت حاصل ہو۔
 - وزیر اعظم اور اس کی کابینہ صدر اور اسمبلی کے سامنے جواب دہ تھے۔
- ۱۹۵۶ء کا آئین ملک میں تقریباً ۲ سال کی مدت تک نافذ العمل رہا۔ اکتوبر ۱۹۷۸ء میں فوج کے سربراہ جنرل ایوب خان نے آئین کو منسوخ کر کے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا اور اسمبلیاں توڑ دیں۔

۳۔ ۱۹۶۲ء کا آئین

صدر ایوب خان نے نیا آئین بنانے کے لئے ایک کمیشن قائم کیا۔ اس کمیشن کی سفارشات کی روشنی میں پاکستان کا دوسرا آئین بناجو ۸ جون ۱۹۶۲ء کو نافذ ہوا۔

۱۹۵۶ء۔ آئین کی خصوصیات

۱۹۵۶ء کے آئین کی طرح اس آئین کے مطابق بھی ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا۔ یہ آئین صدارتی تھا۔ اس آئین کی رو سے صدر کو وسیع تر اختیارات حاصل تھے۔ ۱۹۵۶ء کے آئین میں وزیراعظم کا عہدہ رکھا گیا تھا لیکن ۱۹۶۲ء کے آئین میں وزیراعظم کا عہدہ رکھے بغیر سارے انتظامات کے اختیارات صدر کو دیئے گئے۔ ۱۹۶۲ء کے آئین کے ماتحت ملک میں بنیادی جمہوریتوں کا نظام (Basic Democracies) رائج کیا گیا۔

۱۹۶۲ء۔ بنیادی جمہوریتیں

جنرل ایوب خان نے صدر کے انتخاب کے لئے بالواسطہ انتخابات کی جگہ بلاواسطہ انتخابات کا نظام رائج کیا۔ اس نظام کے ماتحت عوام نے صدر کو براہ راست منتخب نہیں کرنا تھا بلکہ وہ اپنے نمائندے منتخب کرتے تھے جن کو بی۔ ڈی ممبر کہا جاتا تھا۔ اس طرح پورے ملک میں ۸۰۰۰۰ ممبر چنے جاتے تھے اور یہ ممبر صدر کا انتخاب کرتے تھے۔

۱۹۶۳ء۔ ایوب خان کا زوال

صدر ایوب نے جو آئین رائج کیا تھا، اس کے ماتحت ان کو وسیع اختیارات حاصل ہو گئے تھے۔ ملک کے دانشور اور سیاست دان طبقے صدر کے وسیع تر اختیارات کو تنقید کا نشانہ بناتے رہے اور وہ صدارتی نظام کی جگہ پارلیمانی نظام رائج کرنے کے حق میں آواز بلند کرتے رہے۔

دن یونٹ کے بارے میں سندھ، خیبر پختونخواہ اور بلوچستان میں حکومت کے خلاف شدید رد عمل پایا جاتا تھا۔

۱۹۶۵ء کی جنگ کے بعد صدر ایوب نے ہندوستان کے ساتھ تاشقند معاہدے پر دستخط کئے۔ صدر کے اس عمل پر ملک کے سیاست دانوں اور دانشوروں نے سخت تنقید کی۔

ان سارے عوامل نے مل کر ایوب خان کے خلاف ایک تحریک کو جنم دیا۔ عوام کے شدید دباؤ کی وجہ سے ایوب خان ۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء کو صدارت سے علیحدہ ہو گئے اور اقتدار فوج کے سربراہ جنرل یحییٰ خان کے سپرد کر دیا۔

۳۶۳۔ دوسرا مارشل لاء

جنرل یحییٰ خان نے ۱۹۶۲ء کا آئین منسوخ کر کے ملک میں مارشل لاء لگا دیا۔ جنرل یحییٰ خان نے ۱۹۷۰ء میں عام انتخابات منعقد کروائے۔ ان انتخابات کے نتیجے میں ملک کے مغربی حصے سے پاکستان پیپلز پارٹی اور مشرقی حصے سے عوامی لیگ ملک کی اکثریتی پارٹیاں بن کر سامنے آئیں۔

۳۶۴۔ سقوط ڈھاکہ

۱۹۷۰ء۔ الیکشن کے بعد منتخب عوامی نمائندوں کو اقتدار کی منتقلی کا مسئلہ خوش اسلوبی سے طے نہ پانے کی وجہ سے ملک کے مشرقی حصے میں شدید ہنگامے شروع ہو گئے۔

اندرونی اختلافات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہندوستان نے مشرقی پاکستان میں علیحدگی پسندانہ رجحانات رکھنے والوں کی نہ صرف پشت پناہی کی بلکہ اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے پاکستان پر ایک اور جنگ مسلط کر دی۔ اس جنگ کے نتیجے میں پاکستان اپنا بڑا حصہ کھو بیٹھا۔ اس طرح مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن کر دنیا کے نقشے پر ابھرا۔

مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد یحییٰ خان نے اقتدار پیپلز پارٹی کے سربراہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کے حوالے کیا۔

۵۳۔ خود آزمائی نمبر ۲

سوال نمبر ۱۔ مختصر جوابات تحریر کریں۔

- ۱۔ پاکستان کا پہلا آئین کب نافذ ہوا؟
 - ۲۔ ۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۲ء میں سے کس آئین میں وزیراعظم کا عہدہ موجود نہیں تھا؟
 - ۳۔ بنیادی جمہوریتوں کا نظام کس کے دور میں نافذ ہوا؟
 - ۴۔ ایوب خان کے زوال کی کوئی سی دو وجوہ بیان کریں۔
- سوال نمبر ۲۔ خالی جگہ پر کریں۔
- ۱۔ عیسوی میں پاکستان کا دوسرا آئین بنا۔
 - ۲۔ یحییٰ خان نے ملک کا اقتدار کے حوالے کیا۔
 - ۳۔ بنیادی جمہوریتوں کے کل ممبران کی تعداد تھی۔
 - ۴۔ پہلا مارشل لاء عیسوی میں نے لگایا۔

۴۔ ۱۹۷۳ء کا آئین

پیپلز پارٹی کی قیادت نے اقتدار میں آتے ہی آئین سازی پر بھرپور توجہ دی۔ اس کے نتیجے میں ملک کا تیسرا آئین وجود میں آیا۔ یہ آئین باقی آئینوں سے اس طرح مختلف تھا کہ یہ آئین انتخابات کے مروجہ مسلمہ اصولوں کے مطابق منتخب ارکان نے منظور کیا تھا۔ اس کے علاوہ یہ آئین ایک متفقہ آئین تھا، یعنی اس آئین کو اسمبلی میں نمائندگی رکھنے والی ملک کی ساری سیاسی پارٹیوں نے اتفاق رائے سے منظور کیا تھا۔

۴۱۔ آئین کی خصوصیات

- ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا۔
- یہ آئین پارلیمانی تھا۔ اس آئین کے ماتحت صدر کے مقابلے میں وزیراعظم کے اختیارات زیادہ تھے۔
- اس آئین کے ماتحت دو ایوانی مقننہ یا پارلیمنٹ بنائی گئی۔
- ایک قومی اسمبلی، دوسری سینٹ
- قومی اسمبلی میں صوبوں کی نمائندگی آبادی کے تناسب سے رکھی گئی، جبکہ سینٹ میں سارے صوبوں کو برابری کی بنیاد پر نمائندگی حاصل ہے۔

۴۲۔ ۱۹۷۷ء کے انتخابات

مارچ ۱۹۷۷ء میں ۱۹۷۳ء کے آئین کے مطابق انتخابات کروائے گئے۔ ان انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی اور نو پارٹیوں کے قومی اتحاد PNA (Pakistan National Alliance) کے درمیان مقابلہ ہوا۔ جب انتخابات کے نتائج کا اعلان ہوا تو پیپلز پارٹی بھاری اکثریت سے کامیاب قرار دی گئی لیکن PNA یا قومی اتحاد کی جماعتوں نے نتائج قبول کرنے سے انکار کیا اور پیپلز پارٹی پر انتخابات میں دھاندلی کا الزام لگا کر ملک گیر احتجاج کا آغاز کیا۔ تحریک نے جب کافی زور پکڑا تو پیپلز پارٹی نے قومی اتحاد کے رہنماؤں سے مذاکرات شروع کئے۔

جب مذاکرات فیصلہ کن مراحل میں داخل ہوئے اور فریقین سمجھوتے پر دستخط کرنے والے تھے تو ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو فوج کے سربراہ جنرل ضیاء الحق نے اقتدار پر قبضہ کر کے ملک میں مارشل لا لگا دیا اور ساتھ ہی ۱۹۷۳ء کا آئین معطل کر دیا۔

۵۔ ملک کا طویل ترین مارشل لاء

جنرل ضیاء الحق کا لگا یا ہوا مارشل لاء ملک کا طویل ترین مارشل لاء ثابت ہوا اور اس دوران میں مختلف سیاسی واقعات رونما ہوئے۔

۵۶۱۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں ترمیم

جنرل ضیاء الحق نے صدارتی فرمان جاری کر کے ۱۹۷۳ء کے آئین میں کئی بنیادی نوعیت کی ترامیم کیں۔ ان ترامیم میں ایک ترمیم ”آٹھویں ترمیم“ کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس ترمیم کے ذریعے وزیراعظم کے اختیارات کم کر دیئے گئے اور صدر کے اختیارات میں اس قدر اضافہ کیا گیا کہ صدر اب نہ صرف قومی اسمبلی کو برخاست کر سکتا ہے بلکہ وزیراعظم کو بھی معزول کر سکتا تھا۔ معزول کر سکتا تھا۔ اس کے علاوہ قرارداد مقاصد کو آئین کا حصہ بنادیا گیا۔

۵۶۲۔ تحریک بحالی جمہوریت

ضیاء الحق کے مارشل لاء کے خلاف فروری ۱۹۸۱ء میں ملک کی گیارہ اہم پارٹیوں نے آپس میں اتحاد کر کے مارشل لاء کے خلاف اور جمہوریت کی بحالی کے لئے تحریک بحالی جمہوریت ”ایم۔ آر۔ ڈی“ کے نام سے تحریک کا آغاز کیا۔ شروع میں یہ تحریک بڑی پرامن رہی لیکن اگست ۱۹۸۳ء میں عوام نے ایم۔ آر۔ ڈی کے ماتحت سول نافرمانی کی تحریک کا آغاز کیا۔ سندھ کے علاوہ پاکستان کے باقی صوبوں میں یہ تحریک زور نہ پکڑ سکی جس کے نتیجے میں مطلوبہ مقاصد حاصل کرنے میں ناکامی ہوئی۔

۵۶۳۔ ۱۹۸۵ء کے غیر جماعتی انتخابات

جنرل ضیاء الحق نے اقتدار میں آنے کے بعد قوم سے نوے دن کے اندر انتخابات کا جو وعدہ کیا تھا، وہ آٹھ سال کے بعد پورا ہوا۔ فروری ۱۹۸۵ء میں انتخابات کروائے گئے لیکن ان انتخابات میں کسی سیاسی پارٹی کو حصہ لینے کی اجازت نہ تھی۔ ان غیر جماعتی انتخابات کے نتیجے میں جناب محمد خان جونیجو کی حکومت اقتدار میں آئی۔ جنرل ضیاء الحق نے ۱۹۷۳ء کے

آئین میں ترامیم کر کے جو اختیارات (بطور صدر) حاصل کئے تھے، ان کا پہلا استعمال انہوں نے اپنے ہی نامزد وزیراعظم محمد خان جو نیجو پر کیا اور مئی ۱۹۸۸ء میں جو نیجو صاحب کی حکومت کو معطل کر دیا۔

۵۶۴۔ ضیاء الحق دور کا خاتمہ

۱۷ اگست ۱۹۸۸ء میں جنرل ضیاء الحق ہوائی حادثے میں جان بحق ہو گئے۔ ان کی وفات کے بعد سینٹ کے چیئرمین جناب غلام اسحاق خان ملک کے قائم مقام صدر بنے۔

۶۔ جمہوریت کے مراحل

اکتوبر ۱۹۸۸ء میں سپریم کورٹ نے ملک میں پارٹی بنیادوں پر انتخابات کرانے کا فیصلہ سنایا اور اسی فیصلے کی رو سے نومبر ۱۹۸۸ء میں ملک میں سیاسی بنیادوں پر عام انتخابات منعقد ہوئے۔

ان انتخابات کے نتیجے میں پاکستان پیپلز پارٹی ملک کی واحد بڑی پارٹی بن کر سامنے آئی۔ اس وقت کے صدر جناب غلام اسحاق خان نے پیپلز پارٹی کی سربراہ محترمہ بے نظیر بھٹو کو حکومت بنانے کی دعوت دی۔ دو سال کے مختصر عرصے کے بعد صدر اور وزیر اعظم کے درمیان اختلافات کے نتیجے میں ملک میں شدید سیاسی بحران پیدا ہو گیا۔ اس بحران کے نتیجے میں ۱۹۹۰ء میں صدر اسحاق نے بے نظیر کی حکومت کو برخاست کر دیا اور اسمبلیاں توڑ کر نئے انتخابات کا اعلان کیا۔

بے نظیر حکومت کی معزولی کے بعد ۱۹۹۰ء میں پھر سے انتخابات ہوئے۔ ان انتخابات میں پیپلز پارٹی اور نو جماعتی اتحاد، اسلامی جمہوری اتحاد میں مقابلہ ہوا۔ ان انتخابات کے نتیجے میں اسلامی جمہوری اتحاد نے کامیابی حاصل کی لیکن پیپلز پارٹی نے نتائج قبول کرنے سے انکار کیا اور اتحاد پر انتخابات میں دھاندلی کا الزام لگایا۔

اسلامی جمہوری اتحاد کی کامیابی کے نتیجے میں اس اتحاد کے ایک رہنمایاں محمد نواز شریف ملک کے وزیر اعظم بنے۔ نواز شریف گورنمنٹ کا حال بھی بے نظیر گورنمنٹ جیسا ہی ہوا۔ ۱۹۹۳ء میں صدر اسحاق خان اور وزیر اعظم نواز شریف کے اختلافات اس حد تک جا پہنچے کہ صدر نے نواز شریف کو معطل کر دیا اور اس کے ساتھ اسمبلی بھی توڑ دی۔ اس کے علاوہ صدر اسحاق خان خود بھی مستعفی ہو گئے۔

آئین کے ماتحت سینٹ کے چیئرمین جناب وسیم سجاد ملک کے قائم مقام صدر بنے اور جناب معین قریشی صاحب کو نگران وزیر اعظم نامزد کیا گیا۔

اس عبوری حکومت نے ۱۹۹۳ء میں نئے انتخابات کرائے جن کے نتیجے میں پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ جو نیچو گروپ کے اتحاد پی ڈی ایف کو انتخابات میں کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کے نتیجے میں محترمہ بے نظیر بھٹو دوسری دفعہ ملک کی وزیر اعظم بنیں۔ آئین کے مطابق نئی اسمبلیاں بننے کے بعد صدر کے عہدے کے لئے انتخابات ہونا تھا۔ ان انتخابات کے نتیجے میں جناب فاروق احمد خان لغاری ملک کے صدر منتخب ہوئے۔

عام طور پر یہ سمجھا جاتا تھا کہ صدر اور وزیر اعظم چونکہ ایک سیاسی مکتب فکر کے لوگ ہیں اس لئے اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ پہلے کی طرح صدر اور وزیر اعظم کے درمیان کوئی اختلاف پیدا ہو سکے گا، لیکن یہ بات صحیح ثابت نہ ہو سکی۔ نومبر ۱۹۹۶ء میں صدر فاروق احمد لغاری نے آئین میں کی گئی آٹھویں ترمیم کے تحت حاصل شدہ اختیارات استعمال

کرتے ہوئے بے نظیر حکومت کو برطرف کر دیا اور قومی و صوبائی اسمبلیاں توڑ دی گئیں اور جناب معراج خالد کو نگران وزیراعظم مقرر کیا گیا۔ جنہوں نے ۳ فروری ۱۹۹۷ء کو نئے انتخابات کروائے۔ ان انتخابات کے نتیجے میں پاکستان مسلم لیگ (نواز گروپ) دو تہائی سے زیادہ اکثریت حاصل کر کے کامیاب ہوئی اور جناب محمد نواز شریف ملک کے وزیراعظم منتخب ہوئے۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ۱۹۸۵ء میں جنرل ضیاء الحق نے ۱۹۷۳ء کے آئین میں آٹھویں ترمیم شامل کر کے صدر کو نہ صرف منتخب وزیراعظم کو معطل کرنے کا اختیار دیا تھا بلکہ وہ منتخب قومی و صوبائی اسمبلیاں بھی توڑ سکتا تھا۔ اس ترمیم کی وجہ سے ۱۹۷۳ء کا آئین جو اپنی خاصیت میں پارلیمانی تھا محض صدارتی ہو کر رہ گیا تھا، کیونکہ صدر کو اختیارات کے لحاظ سے پارلیمنٹ پر برتری حاصل ہو گئی تھی۔

نواز شریف حکومت نے اس آئینی مسئلے کو بڑی خوش اسلوبی اور جرات مندی سے حل کیا۔ اپریل ۱۹۹۷ء کو آئین میں تیرہویں ترمیم شامل کر کے صدر کے ان اختیارات کو ختم کر دیا جو ان کو آٹھویں ترمیم سے حاصل ہو گئے تھے۔ اب صدر وزیراعظم کے مشورے کے بغیر اسمبلیاں برخاست نہیں کر سکتے۔ اس کے علاوہ چاروں صوبوں کے گورنروں اور تینوں مسلح افواج کے سربراہان کو مقرر کرنے کے لئے صدر کو وزیراعظم کے مشورے کا پابند بنادیا گیا۔

بعض ماہرین کا خیال ہے کہ اس ترمیم کی وجہ سے طاقت کا توازن وزیراعظم کے حق میں ہو گیا جو آگے چل کر ایک اور سیاسی بحران کا پیش خیمہ بنا۔

۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو وزیراعظم محمد نواز شریف نے تیرہویں ترمیم سے حاصل ہونے والے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے بری فوج کے سربراہ جنرل پرویز مشرف کو وقت سے پہلے ریٹائر کرنے کا اعلان کر دیا۔ وزیراعظم نے یہ فیصلہ اس وقت کیا جب جنرل مشرف سری لنکا کے دورے سے وطن واپس آرہے تھے۔ نواز شریف کے اس فیصلے پر جنرل پرویز مشرف کے ساتھی جرنیلوں نے شدید رد عمل کا اظہار کرتے ہوئے نواز شریف کی حکومت کو برطرف کر دیا اور حکومتی کاروبار اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ آئین کو جزوی طور پر معطل کر کے سینٹ اور اسمبلیاں توڑ دی گئیں۔ اس طرح ایک دفعہ پھر ملک فوج کی حکمرانی میں آ گیا۔ پاکستان کی اعلیٰ ترین عدالت نے فوج کے اس اقدام کو جائز قرار دیا اور فوجی حکومت کو پابند کیا کہ تین سال کی مدت میں انتخاب کروا کے اقتدار عوامی نمائندوں کے حوالے کیا جائے۔ ابتداء میں نواز شریف کو قید کیا گیا لیکن کچھ عرصے کے بعد سیاست سے دور رہنے کے معاہدے کے تحت دس سال کے لئے سعودی عرب جلا وطن کر دیا گیا جبکہ بے نظیر بھٹو نے ملک کے حالات دیکھ کر خود ساختہ جلا وطنی اختیار کر لی۔ جنرل مشرف نے اقتدار سنبھالنے کے بعد اپنا سات نکاتی پروگرام پیش کیا جس میں:

- قومی اعتماد کی بحالی

- وفاق کو مستحکم کرنا

- اقتدار کی نجلی سطح تک منتقلی

- قانون کی علمداری اور انصاف کی فراہمی

- کرپشن اور بدعنوانی کے خاتمے کو نمایاں حیثیت دی گئی۔

بظاہر یہ ایک اچھا پروگرام تھا لیکن اس پروگرام پر عمل درآمد کرنے کیلئے سنجیدہ کوششیں نہیں کی گئیں۔ جس کے نتیجے میں یہ

پروگرام اپنے مقاصد حاصل کرنے میں ناکام رہا۔

ابتداء میں جنرل پرویز مشرف نے چیف ایگزیکٹو کے طور پر ملک کی باگ ڈور سنبھالی لیکن جون 2001ء میں صدر رفیق تارڑ کے مستعفی ہونے کے نتیجے میں انہوں نے صدر کے عہدے کا حلف اٹھایا۔ کچھ عرصے کے بعد اپریل 2002ء کو ایک صدارتی ریفرنڈم کے انعقاد کے ذریعے پانچ سال کی مدت کیلئے خود کو صدر منتخب کروالیا۔ اب ان کے پاس بیک وقت دو عہدے تھے۔ وہ آرمی چیف ہونے کے ساتھ ملک کے صدر بھی تھے۔ عدالت کے فیصلے کا احترام کرتے ہوئے جنرل مشرف نے 10 اکتوبر 2002ء کو عام انتخابات کروائے ان انتخابات میں پاکستان مسلم لیگ (قائد اعظم گروپ) نے کامیابی حاصل کی اور ظفر اللہ جمالی ملک کے وزیر اعظم منتخب ہوئے۔ ملک کی دو بڑی سیاسی جماعتوں پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (نواز گروپ) کو ان انتخابات میں شرکت کرنے سے دور رکھا گیا۔ صدر پرویز مشرف کی فوج سے ملازمت کی مدت دسمبر 2004ء کو ختم ہو رہی تھی لیکن اس سے پہلے دسمبر 2003ء میں حمایتی سیاسی جماعتوں کے تعاون سے پارلیمنٹ میں سترھویں ترمیم منظور کروا کے نہ صرف بحیثیت چیف آف آرمی سٹاف اپنی مدت ملازمت میں توسیع کروائی بلکہ اپنے صدارتی عہدے کو بھی آئینی تحفظ فراہم کیا۔ بعد ازاں حکمران جماعت مسلم لیگ (ق) کے اندرونی اختلافات کے نتیجے میں ظفر اللہ جمالی کو وزارت عظمیٰ سے مستعفی ہونا پڑا اور مسلم لیگ ق کے صدر چوہدری شجاعت حسین کو عارضی طور پر وزیر اعظم مقرر کیا گیا۔ صدر مشرف نے اپنے وزیر خزانہ جناب شوکت عزیز کو وزیر اعظم کے عہدے کیلئے نامزد کیا، جیسا کہ شوکت عزیز سینٹ کے رکن تھے اور وزیر اعظم کے عہدے کیلئے قومی اسمبلی کا ممبر ہونا لازمی تھا۔ اس لئے ان کو الگ اور تھر پار کر کے ضمنی انتخابات میں حکمران لیگ کی طرف سے نامزد کیا گیا۔ ان انتخابات میں کامیابی کے بعد اگست 2005ء کو شوکت عزیز ملک کے وزیر اعظم بنے۔

حکومت کے مختلف اقدامات، صدر اور چیف آف آرمی سٹاف کے مشترکہ عہدوں کے مسئلے پر سول سوسائٹی اور سیاسی جماعتوں میں بے حد بے چینی پائی جا رہی تھی۔ دوسری طرف ملک میں مذہبی انتہا پرستی بڑھتی جا رہی تھی۔ ملک کے اندر خود کش دھماکوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ حکومت نے دسمبر 2007ء میں عام انتخابات کا اعلان کیا اور ملک میں انتخابی سرگرمیاں شروع ہو گئیں۔ محترمہ بے نظیر بھٹو اور نواز شریف نے انتخابات میں حصہ لینے کیلئے واپسی کا اعلان کر دیا۔ 16 اکتوبر 2007ء کو جنرل مشرف نے پارلیمنٹ سے متفقہ طور پر خود کو اگلے پانچ سال کیلئے صدر منتخب کروالیا۔ صدر کے اس فعل کو سپریم کورٹ میں چیلنج کر دیا گیا۔ اس سے پہلے کہ صدر کے خلاف کوئی فیصلہ سنایا جاتا جنرل مشرف نے تین نومبر کو ملک میں ایمر جنسی کے نفاذ کا اعلان کر دیا۔

ملک کے آئین معطل کر کے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس اور دوسرے ججوں کو برخاست کر کے نظر بند کر دیا گیا۔ ملک کی سیاسی پارٹیوں، وکلاء، تنظیموں اور سول سوسائٹی نے بھرپور احتجاج کیا۔ ملک میں انتخابی سرگرمیاں جاری تھیں کہ 27 دسمبر 2007ء کو راولپنڈی میں انتخابی جلسے کے خطاب کے بعد ایک خود کش بم دھماکے میں محترمہ بے نظیر بھٹو کو شہید کر دیا گیا۔ جس کے نتیجے میں انتخابات کچھ دنوں کیلئے ملتوی کر دیئے گئے۔ فروری 2008ء میں صوبائی اسمبلیوں اور قومی اسمبلی کیلئے انتخابات

منعقد ہوئے جس کے نتیجے میں پیپلز پارٹی نے واضح اکثریت حاصل کی۔ پیپلز پارٹی نے پنجاب کے علاوہ باقی تینوں صوبوں اور مرکز میں حکومت بنانے کا فیصلہ کیا۔ پنجاب میں پیپلز پارٹی نے مسلم لیگ (نواز گروپ) کے اشتراک سے حکومت بنائی۔ وزیراعظم کیلئے جناب یوسف رضا گیلانی کو منتخب کیا گیا۔ محترمہ بے نظیر بھٹو نے وطن واپس آنے پر عوام سے وعدہ کیا تھا کہ وہ عدلیہ کی پرانی حیثیت کو بحال کریں گی۔ اب جب ان کی پارٹی اقتدار میں آئی تو عوام اور وکلاء کی طرف سے ججوں کی بحالی کا مطالبہ شدت پکڑتا جا رہا تھا۔ آخر کار حکومت نے ججوں کی بحالی کا حکم جاری کر دیا اور عدلیہ کی خود مختار حیثیت بحال ہو گئی۔ ملک میں نئی قانون ساز اسمبلی وجود میں آگئی اور جمہوری دور کا آغاز ہو گیا تھا۔ اس صورت میں جنرل پرویز مشرف (جن کو غیر آئینی صدر تصور کیا جا رہا تھا) سے استعفیٰ کا مطالبہ دن بدن زور پکڑتا جا رہا تھا۔ آخر سیاسی جماعتوں اور عوام کے دباؤ میں آ کر جنرل مشرف نے استعفیٰ دے دیا۔ جنرل مشرف کے صدارتی عہدے سے مستعفی ہونے کے بعد جناب آصف علی زرداری کو چاروں صوبائی اسمبلیوں، قومی اسمبلی اور سینٹ نے مروجہ آئینی طریقے سے صدر منتخب کیا۔ آصف علی زرداری نے عہدہ سنبھالتے ہی اعلان کیا کہ وہ آرٹیکل 58-2B کو جلد ختم کر کے 1973ء کے آئین کو اپنی اصلی پارلیمانی حیثیت میں لے آئیں گے۔ (یاد رہے کہ جنرل مشرف نے 1999ء میں آئین میں ترمیم کر کے آرٹیکل 58-2B کو شامل کر لیا تھا، جس کے تحت صدر کسی وقت بھی اسمبلیوں کو توڑ سکتا ہے)۔ اپریل 2010ء میں پارلیمنٹ نے اٹھارویں آئینی ترمیم کے نتیجے میں 1973ء کے آئین کو اصلی پارلیمانی حیثیت میں بحال کر لیا۔ اس طرح پاکستان میں ایک طویل عرصے کے بعد پارلیمانی جمہوریت بحال ہوئی۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ جمہوریت صرف انتخابات کا نام نہیں بلکہ یہ ایک طرز زندگی ہے اس کو قائم و دائم رکھنے کیلئے ملک کے تمام اداروں کو اپنے طے شدہ فرائض کے اندر رہ کر کام کرنا ہوگا۔ یعنی پارلیمنٹ ایک بااختیار قانون ساز ادارہ ہے، الیکشن کمیشن ایک آزاد ادارہ کی حیثیت سے کام کرے۔ ملک کی عدلیہ دباؤ قبول کرنے کی بجائے انصاف پر مبنی آزاد فیصلے کرے اور سیاست دان اپنے ذاتی مفاد کو فقیہ دینے کی بجائے ملکی اور قومی مفاد کی خاطر سیاسی اداروں کو کام کرنے کا موقع دیں تو پاکستان کے قیام کا اصل مقصد حاصل ہوگا اور سماجی انصاف پر مبنی حقیقی جمہوریت کا پودا پروان چڑھے گا۔

۶۱۔ خود آزمائی نمبر ۳

- سوال نمبر ۱۔ مندرجہ ذیل واقعات کو ترتیب سے لکھیں۔
- محمد نواز شریف کا دور
 - قومی اتحاد یا پی این اے کی تحریک
 - محمد خان جوینجو کا دور
 - ایوب خان کا دور
 - بے نظیر بھٹو کا دور (اول)
 - ذوالفقار علی بھٹو کا دور
 - آئین میں آٹھویں ترمیم
 - جنرل پرویز مشرف کا صدارتی ریفرنڈم
 - آئین میں تیرہویں ترمیم

سوال نمبر ۲۔ سوال کے سامنے دیئے گئے جوابات میں سے صحیح جواب کی نشان دہی کریں۔

جواب

سوال

○ سینٹ کے چیئرمین

○ بے نظیر اور نواز شریف گورنمنٹ کی معزولی کی

بنیادی وجہ کیا تھی؟

○ صدر اور وزیراعظم کے اختلافات

○ صدر فاروق احمد لغاری کے منتخب ہونے سے سیاسی بحران کا امکان کیونکر کم ہو گیا تھا۔

○ کیونکہ صدر اور وزیراعظم ایک ہی طرح کی

○ آئین کے مطابق صدر کی وفات یا استعفیٰ کے بعد

سیاسی سوچ رکھتے تھے۔

تاقم مقام صدر کا عہدہ کون سنبھالتا ہے۔

سوال نمبر ۳۔۔ خالی جگہیں پر کریں۔

۱۔ نے ۱۹۷۳ء کے آئین میں ترامیم کر کے صدر کے اختیارات میں اضافہ کیا۔

۲۔ صدر ضیاء الحق نے کے اندر انتخابات کرانے کا وعدہ کیا تھا۔

۳۔ ضیاء الحق کے خلاف سب سے بڑی عوامی تحریک تھی جس میں سندھ کے عوام نے بھرپور حصہ لیا۔

۴۔ جنرل ضیاء الحق کی وفات کے بعد پاکستان کے صدر بنے۔

۵۔ پی این اے نے کے خلاف ملک گیر تحریک چلائی۔

۶۔ کا آئین ملک کا تیسرا آئین ہے۔

سوال نمبر ۴۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ ۱۹۷۳ء کا آئین باقی دو آئینوں سے کیونکر مختلف ہے؟

۲۔ تینوں آئینوں میں پاکستان کا نام کیا رکھا گیا؟

۳۔ مشرقی پاکستان ہم سے کب علیحدہ ہوا؟

۴۔ ۱۹۷۳ء کے آئین کے مطابق قومی اسمبلی اور سینٹ میں صوبوں کو کس تناسب سے نمائندگی دی گئی ہے؟

۵۔ ۱۹۹۰ء کے انتخابات میں اسلامی جمہوری اتحاد نے کس پارٹی کو شکست دی؟

۷۔ ۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت وفاقی اور صوبائی حکومتوں کا ڈھانچہ

۷۔۱۔ وفاقی حکومت کا ڈھانچہ

۱۹۷۳ء کے آئین کی رو سے پاکستان میں وفاقی نظام حکومت رائج ہے۔ ملک کا آئین، وفاق اور صوبوں کے اختیارات کا تعین کرتا ہے۔ وفاقی حکومت کے تین اہم شعبے ہیں انتظامیہ، مقننہ اور عدلیہ۔ آئیے! اب ان کا تفصیل سے مطالعہ کریں۔

(الف) انتظامیہ۔ آئین کے ماتحت وفاق یا ملک کا سربراہ صدر ہوتا ہے اور اسے قومی اسمبلی یا سینٹ کے اراکان پانچ سال کے لئے منتخب کرتے ہیں۔ صدر کا مسلمان ہونا لازمی ہے۔ صدر وزیر اعظم کے مشورے پر ملک میں ہنگامی حالات کا اعلان کر کے حکومت کو مزید اختیارات دے سکتا ہے۔ اس کے علاوہ صدر کو آرڈیننس جاری کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔

وفاقی انتظامیہ کا سربراہ وزیر اعظم ہوتا ہے۔ وزیر اعظم کا انتخاب قومی اسمبلی کرتی ہے اور وہ اپنے منصب پر ۵ سال تک رہ سکتا ہے۔ اس مدت میں اگر اسمبلی وزیر اعظم پر عدم اعتماد کا اظہار کرے گی تو وزیر اعظم کو اپنے عہدے سے علیحدہ ہونا پڑے گا۔ وزیر اعظم نہ صرف وزراء مملکت کا انتخاب کرتا ہے بلکہ تمام حکومتی پالیسیوں کے متعلق فیصلے کرنے کا مجاز ہوتا ہے، یعنی وفاق میں انتظامی اختیارات صدر اور وزیر اعظم دونوں کو حاصل ہیں۔

(ب) مقننہ: (پارلیمنٹ) قانون سازی کے اختیارات پارلیمنٹ کو حاصل ہوتے ہیں۔ پارلیمنٹ دو ایوانوں پر مشتمل ہے، ایوان بالا جسے سینٹ کہتے ہیں اور ایوان زیریں جسے قومی اسمبلی کہتے ہیں۔ سینٹ میں تمام صوبوں کو یکساں نمائندگی دی گئی ہے۔ صوبوں کے علاوہ وفاقی دارالحکومت، وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقوں، خواتین اور مشائخ کیلئے نشستیں مخصوص کی گئی ہیں۔ سینٹ کے کل

ممبران کی تعداد 100 ہے۔ ان ممبران کا انتخاب بالواسطہ طریقے سے 6 سال کے لیے ہوتا ہے۔ سینٹ کے ممبران ایوان میں سے چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین منتخب کرتے ہیں جو اجلاس کی صدارت کرتے ہیں۔ قومی اسمبلی کے ممبران کی کل تعداد 342 ہے۔ ان کو 5 سال کے لیے

منتخب کیا جاتا ہے۔ قومی اسمبلی میں نشستوں کی تقسیم آبادی کے تناسب سے کی گئی ہے۔ یعنی جس صوبے کی آبادی زیادہ ہے اسے زیادہ نشستیں دی گئی ہیں۔ اس طرح عمومی نشستیں 272 (سارے صوبوں کے لیے) غیر مسلم اقلیتوں کے لیے 10 نشستیں اور خواتین کے لیے 60 نشستیں تھیں۔ پارلیمنٹ یا مقننہ ان تمام امور کے متعلق قوانین بنا سکتی ہے جو دستور کے تحت وفاق کے لیے ہیں۔ پارلیمنٹ کو دستور میں ترمیم کرنے کا حق بھی حاصل ہے۔ سینٹ کی نسبت قومی اسمبلی کو زیادہ اختیارات حاصل ہیں۔ سالانہ بجٹ قومی اسمبلی میں پیش کیا جاتا ہے اور یہی ادارہ اسے منظور کرنے کا مجاز بھی ہے۔ اس کے علاوہ وزیر اعظم کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک بھی صرف قومی اسمبلی میں پیش کی جاسکتی ہے۔

اسمبلی کے اجلاس کی صدارت اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر کرتا ہے۔ ان کا انتخاب اسمبلی کے ممبران میں سے ہی کیا جاتا ہے۔

(ج) عدلیہ - عدلیہ حکومت کا ایک اہم اور مقدس شعبہ ہے۔ پاکستان کی اعلیٰ ترین عدالت سپریم کورٹ ہے جو کہ چیف جسٹس اور دیگر ججوں پر مشتمل ہے۔ چیف جسٹس کا تقرر صدر کرتا ہے، جبکہ دیگر ججوں کا تقرر چیف جسٹس کے مشورے سے صدر ہی کرتا ہے۔ سپریم کورٹ کو وسیع عدالتی اختیارات حاصل ہیں۔ وہ ہائی کورٹوں کے فیصلوں کے خلاف اپیل سننے کی مجاز ہے۔

۷۶۲۔ صوبائی حکومت کا ڈھانچہ

وفاقی نظام حکومت کے تحت چاروں صوبوں میں الگ الگ حکومتیں قائم کر کے انہیں وسیع اختیارات سونپ دیئے جاتے ہیں۔ صوبائی حکومت کے بھی تین اہم شعبے ہوتے ہیں۔ انتظامیہ، عدلیہ اور مقننہ۔

(الف) انتظامیہ

صوبائی حکومت کے ڈھانچے میں صوبے کا سربراہ گورنر ہوتا ہے۔ گورنر کا تقرر صدر مملکت کرتے ہیں۔ ایک لحاظ سے گورنر وفاقی حکومت کا نمائندہ ہوتا ہے۔ وزیر اعلیٰ کا انتخاب صوبائی اسمبلی کرتی ہے۔ وزیر اعلیٰ صوبائی اسمبلی کا رکن ہوتا ہے اور اسے اسمبلی کی اکثریت کی حمایت حاصل ہوتی ہے۔ وزیر اعلیٰ اپنے فرائض انجام دینے کے لئے ایک کابینہ تشکیل دیتا ہے کابینہ میں شامل وزراء اور پارلیمانی سیکریٹریوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ صوبائی اسمبلی کے رکن ہوں۔ وزیر اعلیٰ اور کابینہ صوبائی اسمبلی کے سامنے جواب دہ ہوگی۔ اسمبلی کے ارکان چاہیں تو عدم اعتماد کی تحریک منظور کر کے وزیر اعلیٰ کو ہٹا سکتے ہیں۔

اختیارات کے سلسلے میں وفاق کو صوبوں پر برتری حاصل ہے۔ اگر صوبائی اور وفاقی قانون میں تصادم ہو جائے تو وفاقی قانون پر عمل درآمد ہو گا۔ وفاق حکومت ملک میں ہنگامی حالات کا اعلان کر سکتی ہے۔ ایسی صورت میں صوبائی حکومت کے اختیارات کم ہو جاتے ہیں۔ اختیارات کے استعمال کے سلسلے میں وفاق اور صوبائی حکومتوں کے درمیان تصادم ہو جائے تو معاملہ اعلیٰ ترین عدالت سپریم کورٹ کے حوالے کیا جاتا ہے۔ سپریم کورٹ دونوں کی رائے لے کر فیصلہ دیتی ہے۔

(ب) مقننہ

صوبوں میں ایک ایوانی مقننہ قائم کی گئی ہے جس کو صوبائی اسمبلی کہا جاتا ہے۔ پاکستان کے چاروں صوبوں کی اسمبلیوں میں ارکان کی تعداد مختلف ہے۔ ان ارکان میں اقلیت کے نمائندوں کی مخصوص تعداد بھی شامل ہے۔ صوبائی اسمبلی ۵ سال کے لئے منتخب کی جاتی ہے۔ اسمبلی کے اندر ایک اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر چنا جاتا ہے۔ اسپیکر صوبائی اسمبلی کے اجلاس کی صدارت کرتا ہے۔ صوبائی اسمبلی ایسے تمام امور کے متعلق قوانین بنا سکتی ہے جو دستور کی رو سے صوبوں کے لئے مخصوص ہوں۔ نئے قوانین بنانے کے علاوہ قوانین میں ترمیم کرنے اور آرڈیننس کی منظوری دینے کے بھی اسمبلی کو اختیار ہیں۔

(ج) عدلیہ

صوبے کی اعلیٰ ترین عدالت ہائی کورٹ ہے۔ ہر صوبے کی ایک ہائی کورٹ ہوتی ہے، جبکہ اس کی مختلف سرکٹ برانچیں مختلف شہروں میں قائم کی جاتی ہیں۔ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کا تقرر صدر مملکت، سپریم کورٹ کے چیف جسٹس اور صوبے کے گورنر کے مشورے سے کرتا ہے، جبکہ باقی دیگر ججوں کا تقرر چیف جسٹس کے مشورے سے کیا جاتا ہے۔ ہائی کورٹ نہ صرف کئی قسم کے معاملات براہ راست سنتی ہے بلکہ اسے چھوٹی عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیل سننے کا بھی حق حاصل ہے اور یہ ان کے فیصلوں کو تبدیل کرنے کی مجاز ہے۔ بنیادی حقوق اور شخصی آزادی کے تحفظ کے سلسلے میں ہائی کورٹ کو وسیع اختیارات حاصل ہیں۔ ہائی کورٹ کے فیصلوں کے خلاف صرف سپریم کورٹ میں ہی اپیل کی جاسکتی ہے۔ ہائی کورٹ کے ماتحت صوبے کی دوسری عدالتیں ہوتی ہیں جو ڈسٹرکٹ کورٹس، سول کورٹ اور مجسٹریٹ کورٹیں کہلاتی ہیں۔

۷۶۳۔ خود آزمائی نمبر ۴

سوال نمبر ۱۔ مندرجہ ذیل خالی جگہیں پر کریں۔

۱۔ ملک کی اعلیٰ ترین عدالت کہلاتی ہے۔

(ہائی کورٹ، سپریم کورٹ)

۲۔ سینٹ کے ممبران کا انتخاب سالوں کے لئے کیا جاتا ہے۔

(۵، ۶)

۳۔ صوبے کے گورنر کا انتخاب کرتا ہے۔

(صدر، وزیراعظم)

۴۔ ملک کا سالانہ بجٹ اسمبلی میں پیش کیا جاتا ہے۔

(صوبائی، قومی)

۵۔ سینٹ کے اجلاس کی صدارت کرتا ہے۔

(اسپیکر، چیئرمین)

۸۔ تشریحات

قوانین کا مجموعہ	سریزمین
عمل کے لئے جاری کرنا	نافذ العمل
قانون بنانے والا ادارہ	مقننہ
دیر	تاخیر
رد کرنا	منسوخ
وقتی طور پر رد کرنا	معطل
بنانا	تشکیل
سلسلے میں	ضمن میں
بڑا اختیار۔ بڑا مرتبہ	اقتدار اعلیٰ
ایک فرد	انفرادی
جماعت	اجتماعی
کم۔ تھوڑا	اقلیت
حفاظت کرنا	تحفظ
شمولیت۔ شامل کرنے کا عمل	انضمام کے عمل
جنگ ہارنا	سقوط
کسی وسیلے کے ساتھ	بالواسطہ
بغیر کسی وسیلے کے۔ سیدھا یا براہ راست	بلا واسطہ
اتفاق کیا ہوا	متفقہ
دو ایوانوں پر مشتمل قانون ساز ادارہ	دو ایوانی مقننہ
تمام ملک میں	ملک گیر
اقتدار سے الگ کرنا	معزول
نکالنا	برخاست
استغفی دینا	مستغفی

۹۔ جوابات

خود آزمائی نمبر ۱

(۱) خان لیاقت علی خان (۲) غلام محمد (۳) ۱۹۵۵ء (۴) ۱۹۳۵ء (۵) اگست ۱۹۴۷ء
سوال نمبر ۲۔ یکشن ۱۶

خود آزمائی نمبر ۲

سوال نمبر ۱۔ (۱) دیکھئے یکشن نمبر ۲ (۲) دیکھئے یکشن نمبر ۲ اور ۳
(۳) دیکھئے یکشن نمبر ۳ (۴) دیکھئے یکشن نمبر ۲، ۳
سوال نمبر ۲۔ (۱) ۱۹۶۲ء (۲) جناب ذوالفقار علی بھٹو (۳) ۸۰۰۰۰ (۴) ۱۹۵۸ء - ایوب خان

خود آزمائی نمبر ۳

سوال نمبر ۱۔ (۱) یکشن ۵
سوال نمبر ۲۔ یکشن ۶
سوال نمبر ۳۔ (۱) جنرل ضیاء الحق (۲) ۹۰ دن (۳) تحریک بحالی جمہوریت
۴۔ جناب غلام اسحاق خان (۵) پیپلز پارٹی (۶) ۱۹۷۳ء
سوال نمبر ۴۔ (۱) دیکھئے یکشن نمبر ۴ (۲) دیکھئے یکشن نمبر ۲، ۳ - ۴
(۳) دیکھئے یکشن نمبر ۴، ۳ (۴) دیکھئے یکشن نمبر ۴
(۵) پیپلز پارٹی

خود آزمائی نمبر ۴

(۱) سپریم کورٹ (۲) ۶ سال (۳) صدر (۴) قومی (۵) چیئرمین

یونٹ کا تعارف

اس یونٹ میں پاکستان کے قدرتی وسائل اور زرعی وسائل کے متعلق تفصیلی معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

قدرتی وسائل کا ذکر کرتے ہوئے معدنی وسائل اور قوت کے وسائل پر بھی گفتگو کی ہے۔ یہ وسائل کسی بھی ملک کی مجموعی معاشی ترقی میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں؟ وہ ممالک جو قدرتی وسائل سے مالا مال ہیں اور ان وسائل کو استعمال کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ ترقی کے مراحل بڑی تیزی سے طے کرتے ہیں۔ ہمارا ملک قدرتی وسائل سے مالا مال ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قدرتی وسائل کی بہتات ہونے کے باوجود ہماری ترقی کی رفتارست کیوں ہے؟ ہم نے اس یونٹ میں اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔

آخر میں ملک کے زرعی وسائل کی تفصیل بتائی ہے۔ پاکستان ایک زرعی ملک ہے ہماری معیشت کا بڑی حد تک انحصار زرعی شعبے پر ہے۔ یونٹ میں زراعت کی اہمیت، اس شعبے کو درپیش مسائل اور ان کا حل جیسے موضوعات پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

یونٹ کے مقاصد

اس یونٹ کو پڑھنے کے بعد ہمیں امید ہے کہ آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- پاکستان میں پائی جانے والی اہم معدنیات کے متعلق بیان کر سکیں۔
- قوت کے وسائل اور جنگلات کی اہمیت و افادیت واضح کر سکیں۔
- ملکی معیشت میں زراعت کی اہمیت اور اس کو درپیش مسائل پر تبصرہ کر سکیں۔
- پاکستان کے نظام آبپاشی پر بحث کر سکیں۔
- زرعی اصلاحات کے مقاصد و فوائد بیان کر سکیں۔

فہرست مضامین

132	یونٹ کا تعارف
132	یونٹ کے مقاصد
135	۱۔ قدرتی وسائل
135	۱۶۱۔ معدنی وسائل
137	۱۶۲۔ وسائل قوت
141	۱۶۳۔ خود آزمائی نمبر ۱
142	۱۶۴۔ جنگلات
144	۱۶۵۔ خود آزمائی نمبر ۲
145	۲۔ زرعی وسائل
145	۲۶۱۔ زراعت کی اہمیت
145	۲۶۲۔ پاکستان کا زرعی نظام
146	۲۶۳۔ پاکستان کی فصلیں
147	۲۶۴۔ خود آزمائی نمبر ۳
148	۲۶۵۔ زرعی مسائل
150	۲۶۶۔ زرعی اصلاحات
151	۲۶۷۔ آبپاشی کے ذرائع
151	۲۶۸۔ نہری نظام
155	۲۶۹۔ ٹیوب ویل
155	۲۷۰۔ کاریز
156	۲۷۱۔ خود آزمائی نمبر ۴
157	۳۔ تشریحات
158	۴۔ جوابات

فہرست نقشہ جات

139

۷۶۱۔ وہ مقامات جہاں سے ایندھن حاصل ہوتا ہے

153

۷۶۲۔ رابطہ نہروں کا کل وقوع

154

۷۶۳۔ دریائے سندھ پر بنے ہوئے بیراج

۱۔ قدرتی وسائل

کسی ملک کی معاشی ترقی میں قدرتی وسائل اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ قدرتی وسائل میں ہر وہ چیز شامل ہے جو زمین کی سطح پر یا اس کی تہوں کے اندر پائی جاتی ہے اور جس سے انسان کی مادی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرتی وسائل قدرت کی طرف سے ایک ایسا عطیہ ہیں کہ جن پر معاشی ترقی کا براہ راست دار و مدار ہے۔ ان وسائل میں معدنی وسائل، قوت کے وسائل، زرعی وسائل اور جنگلات شامل ہیں۔ آئیے! اب ان وسائل کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔۱۔ معدنی وسائل

ملک کی صنعتی ترقی کے لئے معدنی وسائل کی دریافت اور ان کا استعمال بنیادی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ پاکستان کی سرزمین معدنی ذخائر سے مالا مال ہے لیکن سرمائے اور تربیت یافتہ افراد کی کمی، جدید ٹیکنالوجی کی عدم دستیابی اور ذرائع آمدورفت کی ناقص حالت کی وجہ سے معدنی ذخائر کی دولت سے پوری طرح فائدہ نہیں اٹھایا جاتا۔ آئیے اب پاکستان میں دستیاب ہونے والے کچھ معدنیات کا جائزہ لیں۔

۱۔ نمک

پاکستان میں نمک کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ کھیوڑہ کی کان ملک میں نمک کی سب سے بڑی کان ہے جبکہ دنیا میں یہ دوسرے نمبر پر بڑی کان ہے اس کے علاوہ وڑچھا، کالا باغ اور بہادر خیل کے مقامات سے بھی نمک حاصل کیا گیا ہے۔ جبکہ کراچی اور مکران کے قریب سمندر کے پانی سے بھی نمک حاصل کیا جاتا ہے۔

۲۔ لوہا

لوہے کے سب سے بڑے ذخائر کالا باغ کے علاقے سے دریافت ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ ہزارہ، خضدار، چندیل اور مسلم باغ کے علاقوں سے بھی کچھ ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔ ان سارے مقامات سے ملنے والا خام لوہا کثافتوں سے بھرا ہوا ہے۔ لوہے کو ان کثافتوں سے الگ کرنا کافی مشکل ہے۔ صرف چترال اور نوکندی کے مقامات سے حاصل ہونے والا لوہا اعلیٰ

قسم کا ہے۔ لیکن ان تمام مقامات سے حاصل ہونے والی لوہے کی مقدار ہمارے ملک کی کل ضروریات کا صرف ۱۶ فیصد حصہ پورا کر رہی ہے یہی وجہ ہے کہ ہم اپنی اسٹیل ملز خاص طور پر پاکستان اسٹیل کراچی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے لوہا درآمد کرتے ہیں۔

۳۔ کرومائیٹ

سفید رنگ کی یہ دھات لوہے کو فولاد میں تبدیل کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ فوٹو گرافی کی صنعت میں بھی کام آتی ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ کرومائیٹ کے ذخائر پاکستان سے دریافت ہوئے ہیں پاکستان میں ان کا استعمال بہت کم ہے اس لئے اس کی بیشتر مقدار درآمد کر کے زرمبادلہ کمایا جاتا ہے۔ کرومائیٹ کے ذخائر بلوچستان کے علاقوں چاغی، خاران، مسلم باغ اور صوبہ سرحد کے علاقوں مالاکنڈ، مہمند، شمالی وزیرستان میں پائے جاتے ہیں۔

۴۔ تانبا

تانبا کے ذخائر بلوچستان کے علاقے سان ڈک اور صوبہ خیبر پختونخواہ کے کچھ مقامات سے دریافت ہوئے ہیں۔ تانبا، بجلی کی تاریں بنانے اور برتن بنانے میں استعمال ہوتا ہے۔

۵۔ چونے کا پتھر

یہ زیادہ تر سینٹ بنانے کے کام آتا ہے اس کے علاوہ چینی تیار کرنے میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس کے وسیع ذخائر داؤد خیل، روہڑی، حیدر آباد، ڈنڈوت، واہ اور کراچی سے دریافت ہوئے ہیں۔

۶۔ چسپم

سفید رنگ کا یہ چمکدار پتھر، سینٹ، کیمیاوی کھاد، پلاسٹر آف پیرس بنانے کے علاوہ بے شمار چھوٹی چھوٹی صنعتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ چسپم کے ذخائر پنجاب کے علاقوں کھیوڑہ، ڈنڈوت، داؤد خیل، خیبر پختونخواہ میں کوہاٹ اور سندھ میں روہڑی کے مقامات سے دریافت ہوئے ہیں۔

۷۔ سنگ مرمر

سنگ مرمر کے بڑے ذخائر ضلع چاغی، مردان، سوات، فتح جنگ، نظام پور اور گلگت کے مقامات سے ملے ہیں۔ پاکستان میں کئی اقسام کا سنگ مرمر پایا جاتا ہے۔ اپنے خوبصورت رنگوں کی وجہ سے دنیا میں اس کی مانگ ہے۔

۸۔ آتش مٹی

اس سے مضبوط اینس بنائی جاتی ہیں جو فولاد پگھلانے کی بھٹیوں میں استعمال کی جاتی ہیں۔ آتش مٹی کے ذخائر ہندوستان، نمک اور کالا چٹا کے مقامات پر پائے جاتے ہیں۔

۹۔ چینی کے برتن بنانے والی مٹی

اس کے ذخائر سوات، ہزارہ، مالاکنڈ سے دریافت ہوئے ہیں۔ یہ مٹی چینی کے برتن بنانے کے علاوہ ٹائلز اور سینٹری کے سامان بنانے میں بھی استعمال ہوتی ہے۔

۹۔ گندھک

گندھک کے ذخائر بلوچستان، چیک آباد اور مردان کے علاقوں سے دریافت ہوئے ہیں۔ گندھک کا استعمال کیمیاوی صنعتوں میں ہوتا ہے۔

۱۶۲۔ وسائل قوت (اینڈھن)

موجودہ دور کو مشینی دور کہا جاتا ہے۔ اس مشینی دور میں توانائی یا قوت کی بڑی اہمیت ہے کیونکہ مشین چلانے کیلئے توانائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ پاکستان میں قوت کے جو وسائل ہیں ان میں تیل، کوئلہ، گیس اور بجلی شامل ہیں۔ ان میں تیل ۲۹.۶ فیصد، کوئلہ ۴۰.۶ فیصد، گیس ۷.۴ فیصد اور بجلی ۱۵.۴ فیصد توانائی مہیا کرتے ہیں۔ پاکستان میں تیل کے ذخائر تو محدود ہیں لیکن خوش قسمتی سے گیس اور کوئلے کے وسیع ذخائر دریافت ہوئے ہیں، جبکہ بجلی حاصل کرنے کے بھی بڑے مواقع ہیں۔ آئیے اب ان وسائل قوت کا تفصیل سے جائزہ لیں۔

۱۔ تیل

قوت کے وسائل میں سب سے اہم تیل ہے۔ یہ نہ صرف کارخانوں اور فیکٹریوں میں استعمال ہوتا ہے بلکہ آمدورفت کے تمام وسائل مثلاً تمام قسم کی گاڑیوں کے لئے تیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن اس کی پیداوار ملکی ضروریات سے بہت کم ہے۔ صرف ۱۰ فیصد تیل ہمیں اپنے وسائل سے حاصل ہوتا ہے۔ باقی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہمیں تیل درآمد کرنا پڑتا ہے۔ حکومت نے تیل اور گیس کی تلاش کے لئے ۱۹۶۱ء میں تیل و گیس ترقیاتی کارپوریشن قائم کی۔ اس کارپوریشن نے روس سے معاہدہ کیا جس کے تحت روس نے نہ صرف امداد دی بلکہ ماہرین اور مشینری بھی مہیا کی۔ ان روسی ماہرین کے علاوہ

کئی مقامی کمپنیاں بھی تیل کی تلاش میں مصروف ہیں۔

پاکستان میں جن مقامات سے تیل دریافت کیا گیا ہے اس میں ضلع انک کے علاقے کھوڑ، ڈھلیاں، توت، کوٹ سارنگ، میال، ضلع راولپنڈی کے علاقے آدھی، قاضیاں گوجر خان، ضلع جہلم میں کرسالی، جو یا میر، بلکسر، چکوال، ڈیرہ غازی خان کے علاقے ڈھوڈک اور سندھ میں بدین کا علاقہ شامل ہے۔

۱۹۸۵ء سے کراچی میں ساحل سمندر سے تیل کی تلاش کا کام شروع ہو چکا ہے۔ زمین کے اندر سے حاصل ہونے والا تیل خام صورت میں ہوتا ہے لہذا تیل کو صاف کر کے مختلف مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ تیل صاف کرنے والی فیکٹریوں کو ریفائنری کہا جاتا ہے۔ اس وقت ملک میں دو ریفائنری، ایک کراچی میں اور دوسری راولپنڈی کے قریب مورگاہ میں کام کر رہی ہیں۔ ایک اور ریفائنری ملتان کے قریب زیر تعمیر ہے۔

اس وقت ملک میں تیل کی تلاش کے لئے کتوں کھودے جارہے ہیں۔ ان کوششوں میں بڑی حد تک کامیابی بھی ہو رہی ہے۔ سندھ کے کئی علاقوں میں تیل وگیس کے نئے ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔ ماہرین کی رائے کے مطابق پاکستان میں تیل کے کئی ذخائر موجود ہیں اگر ان کو دریافت کیا جائے تو مستقبل میں غیر ملکی تیل کی درآمد پر ہمارا انحصار کم ہونے لگے گا۔

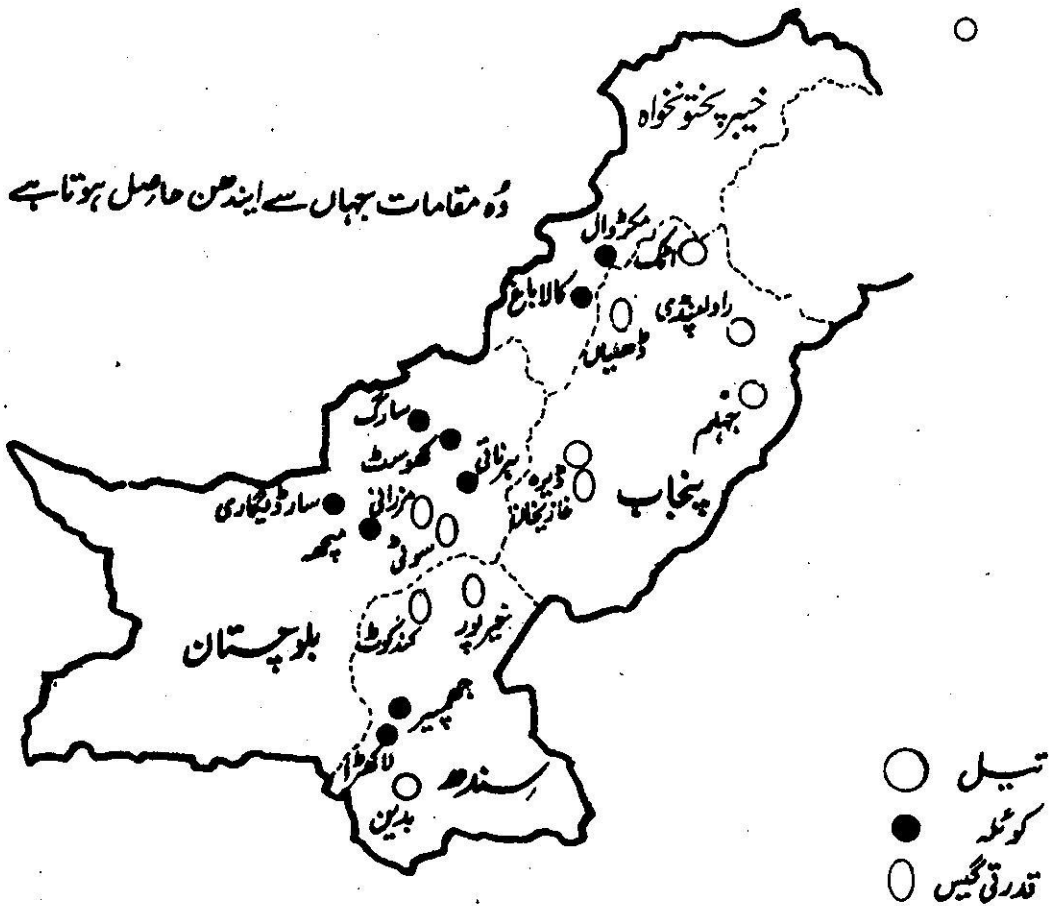
۲۔ کوئلہ

پاکستان میں کوئلہ کئی مقامات سے دریافت ہوا ہے لیکن یہ اچھے قسم کا نہیں ہے کیونکہ اس میں مٹی اور گندھک کی بڑی مقدار شامل ہے اس لئے زیادہ تر بھٹیوں، کارخانوں اور ریل کے انجنوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ کل ملکی ضروریات کا صرف دس فیصد کوئلہ اپنے وسائل سے پورا ہوتا ہے۔ پاکستان میں کوئلے کے ذخائر صوبہ پنجاب کے علاقوں پٹھ، ڈنڈوت، صوبہ بلوچستان میں شارج، کھوسٹ، ہرنائی سارڈیگاری، شیریں آب، بولان اور چھ، صوبہ خیبر پختونخواہ میں مکڑوال، کالا باغ، صوبہ سندھ میں جھیمسر، تھر اور لاکھڑا کے مقامات سے دریافت ہوئے ہیں۔

۳۔ قدرتی گیس

پاکستان اپنی توانائی کی ضرورت کا تقریباً ۳۵ فیصد قدرتی گیس سے پورا کرتا ہے۔ خام تیل کی نسبت قدرتی گیس کے ذخائر زیادہ دریافت ہوئے ہیں۔ اس وقت ملک میں ۲۵ سے زیادہ ذخائر سے استفادہ حاصل کیا جا رہا ہے، ان میں سب سے بڑا ذخیرہ بلوچستان میں سوئی کے مقام سے دریافت ہوا ہے۔ اس کے علاوہ مرانی کے مقام سے بھی قدرتی گیس ملی ہے۔ سندھ میں خیر پور، ساری، کندکوٹ، سارنگ اور ہنڈی، پنجاب میں پورکوہ، ڈھلیاں، میال ڈھوڈک کے مقامات سے گیس کے ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔

قدرتی گیس کو پائپ لائنوں کی مدد سے ملک کے مختلف شہروں اور صنعتوں تک پہنچایا گیا ہے جہاں پر یہ ایندھن کے طور استعمال ہوتی ہے۔



۴۔ برقیانی (بجلی)

ہمارے ہاں پانی کئی قدرتی مقامات سے خود بخود نیچے گرتا ہے۔ ان مقامات پر صرف مشین لگا کر بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ پاکستان میں تھرمل بجلی کی جگہ ہائڈرو پائل بجلی زیادہ پیدا کی جاتی ہے۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان میں بجلی کی پیداوار ۷۰ ہزار کلو واٹ تھی جو بڑھ کر ۸۲-۱۹۸۱ء میں ۹۵۲۶ ملین کلو واٹ ہوئی۔ اکتانکس سروے آف پاکستان ۵-۲۰۰۳ء کے مطابق اس وقت بجلی کی پیداوار ۱۹۴۰۳ میگا واٹ ہے لیکن آبادی میں مسلسل تیز رفتاری سے اضافے، صنعتی ترقی میں وسعت اور زراعت میں توانائی کی بڑھتی ہوئی کھپت کی وجہ سے اگر توانائی کے وسائل (خاص طور پر بجلی) میں اضافہ نہ کیا گیا تو بحران پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

ملک میں پانی اور بجلی کی ترقی کی ذمہ داری واپڈا (Wapda) کے سپرد کی گئی ہے۔ بجلی کی پیداوار کے سلسلے میں واپڈا نے قابل قدر ترقی کی ہے۔ پاکستان کے پہلے ایٹمی بجلی گھر نے ۱۹۷۲ء سے کراچی میں کام شروع کیا ہوا ہے۔ ایک اور ایٹمی بجلی گھر میانوالی میں چشمہ بیراج کے مقام پر چین کی مدد سے مکمل کیا گیا ہے۔ یہ ایٹمی بجلی گھر پاکستان کی معیشت کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہوئے ملک میں توانائی کی کمی کو دور کرنے میں مددگار ثابت ہوں گے۔

۱۶۳۔ خود آزمائی نمبر ۱

سوال نمبر ۱۔ سوالوں کے مختصر جواب تحریر کریں۔

- ۱۔ قدرتی وسائل کی تعریف بیان کریں۔
 - ۲۔ وہ کیا وجوہات ہیں جن کی وجہ سے پاکستان اپنی معدنی دولت سے پوری طرح فائدہ حاصل نہیں کر سکا؟
 - ۳۔ دنیا کی دوسرے نمبر پر نمک کی بڑی کان کہاں واقع ہے؟
 - ۴۔ پاکستان میں لوہے کے بڑے ذخائر کن مقامات سے دریافت ہوئے ہیں؟
 - ۵۔ کراچی اور مکران سے نمک کس طرح حاصل کیا جاتا ہے؟
- سوال نمبر ۲۔ خالی جگہ پر کریں۔

- ۱۔ کرومانیٹ لوہے کو میں تبدیل کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔
 - ۲۔ سائڈک سے کے ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔
 - ۳۔ چونے کا پتھر بنانے کے کام آتا ہے۔
 - ۴۔ آتش مٹی کے ذخائر اور کے مقامات سے دریافت ہوئے ہیں۔
 - ۵۔ جینم رنگ کا چمکیلا پتھر ہوتا ہے۔
- سوال نمبر ۳۔ درست جواب کی نشاندہی کریں۔

- ۱۔ توانائی کا اہم وسیلہ کیا ہے؟
(گیس، لوہا، آتش مٹی)
- ۲۔ ہم اپنے تیل کی ضروریات کا کتنے فیصد اپنے وسائل سے پورا کرتے ہیں؟
(۱۰، ۱۵، ۱۲)
- ۳۔ پاکستان اپنی توانائی کی ضروریات کا تقریباً کتنے فیصد قدرتی گیس سے پورا کرتا ہے؟
(۲۵، ۱۵، ۴۳)

۴۔ ملک میں پانی اور بجلی کی ترقی کا ذمہ دار ادارہ کون سا ہے؟

(واپڈا، ایگریکلچر، پی ڈی بی)

۵۔ پاکستان میں پہلا ایٹمی بجلی گھر کہاں قائم کیا گیا؟

(چشمہ، کراچی، اسلام آباد)

۱۶۴۔ جنگلات

کسی ملک میں ہرے بھر میدان اور جنگلات ایک طرف اس کے حسن میں اضافہ کرتے ہیں تو دوسری طرف معاشی طور پر ایک قیمتی سرمایہ ہیں۔ قدرت نے پاکستان کو نہ صرف چار موسم بلکہ زرخیز زمین کی نعمت سے بھی نوازا ہے۔ لیکن جیسے جیسے آبادی میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے افراد کی رہائشی اور خوراک کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے جنگلات کو صاف کر کے زمین کو رہائش اور کاشت کاری کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ جس کے نتیجے میں ہمارے ملک کے کل رقبے کے صرف ۴۶۵ فیصد حصے پر جنگلات رہ گئے ہیں حالانکہ ماہرین کے مطابق کسی ملک کی متوازن معیشت کے لئے اس کے ۲۵ فیصد رقبے پر جنگلات کا ہونا ضروری ہے۔

ہمارے ملک میں مطلوبہ تعداد میں درختوں کے نہ ہونے کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

- پاکستان کے تمام علاقوں میں مناسب مقدار میں پانی دستیاب نہیں جس کی وجہ سے جنگلات کی صحیح نشوونما نہیں ہو پاتی۔
- لوگوں میں جنگلات کی افادیت کے بارے میں شعور نہ ہونے کی وجہ سے 'ذاتی استعمال اور تجارتی غرض سے جنگلات کاٹے جاتے ہیں۔
- ملک کی تمام زمین درخت اگانے کے قابل نہیں، خشک پہاڑوں اور ریگستانوں میں درخت اگانا مشکل ہے۔

جنگلات کی نشوونما و حفاظت نہ صرف انسانوں بلکہ حیوانوں کے لئے بھی فائدہ مند ہے حکومت اس سلسلے میں کافی کوششیں کر رہی ہے۔ سال میں دو بار فروری اور اگست کے مہینے میں ہفتہ شجر کاری منایا جاتا ہے۔ سرکاری طور پر نمروں، سڑکوں، پیراجوں اور ڈیموں کے کناروں کے علاوہ سرکاری زمین پر بھی سرکاری طور پر درخت لگائے جا رہے ہیں۔

آئیے! اب دیکھتے ہیں کہ جنگلات کی ترقی سے ہمیں کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔

جنگلات کے فوائد

- جنگلات کے بے شمار فوائد ہیں مثلاً۔
- جنگلات کی وجہ سے آندھیلوں اور طوفانوں کی رفتار میں کمی واقع ہوتی ہے۔ جس سے انسان، حیوان اور فصلیں تباہی سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔
- جنگلات ہمیں گرمی اور سردی کی شدت سے بچاتے ہیں، اور ان کی وجہ سے آب و ہوا معتدل رہتی ہے۔

- جنگلات کی وجہ سے پہاڑوں پر برف تیزی سے نہیں پگھلتی۔ درخت نہ صرف سیلاب کے تیز ریلوں کی راہ میں حائل ہو کر اس کی رفتار کو ہلکا کر دیتے ہیں بلکہ درخت کی جڑیں زمین کو مضبوطی سے پکڑے رکھتی ہیں جس کی وجہ سے زمین کا کٹاؤ کم ہوتا ہے۔
- درخت زمین کے اندر موجود پانی کو جذب کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے زیر زمین پانی کی مقدار میں اضافہ نہیں ہوتا اور سیم و تھور میں کمی واقع ہوتی ہے۔
- جنگلات کی وجہ سے بارشوں میں اضافہ ہوتا ہے اور درخت زمین کی زرخیزی کو بھی قائم رکھتے ہیں۔
- جنگلات نہ صرف شکار گاہوں کا کام دیتے ہیں بلکہ ان سے ہمیں جڑی بوٹیاں بھی حاصل ہوتی ہیں جو مختلف ادویات بنانے کے کام آتی ہیں۔
- جنگلات سے عمارتی لکڑی اور جلانے کی لکڑی حاصل کرتے ہیں۔

۱۶۳۶۲۔ پاکستان میں پائے جانے والے جنگلات

پاکستان کے مختلف علاقوں میں الگ الگ قسم کی آب و ہوا ہونے کی وجہ سے یہاں مختلف قسم کے جنگلات پائے جاتے ہیں۔

۱۔ شمالی اور شمال مغربی پہاڑی جنگلات۔ یہ جنگلات سری، اینیٹ آباد، مانسہرہ، دیر، چترال، سوات، مالاکنڈ، کشمیر اور گلگت کے علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ ان جنگلات میں دیودار، کیل، پرقل اور صنوبر کے درخت پائے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ شاہ بلوط، اخروٹ، سفیدے اور ہابدر کے درخت بھی کثرت سے ملتے ہیں۔

۲۔ مغربی پہاڑی جنگلات۔ یہ جنگلات کوئٹہ، ڈیرہ غازی خان، ڈیرہ اسماعیل خان، کرم اور ٹوچی ایجنسیاں میں پائے جاتے ہیں۔ ان جنگلات میں چلغوزہ، ملری، توت اور ہابدر کے درخت پائے جاتے ہیں۔

۳۔ دامن کوہ کے جنگلات۔ یہ جنگلات گجرات، جہلم، ایٹک، مردان، کوہاٹ اور راولپنڈی کے اضلاع میں واقع ہیں۔ ان جنگلات میں کاہو، جنڈ، پھلاہی، توت اور سنبل کے درخت ملتے ہیں۔

۴۔ نہری اور دریائی جنگلات۔ یہ جنگلات بڑے بڑے دریاؤں کے کنارے سیلابی زمین پر اور نہروں کے کناروں پر پائے جاتے ہیں۔ انہیں بیلاجات کہا جاتا ہے۔ ان دریائی جنگلات میں شیشم، ہابدر، سفیدے، کیکر اور فراش کے

درخت ملتے ہیں۔

نسری علاقوں میں چھانگا مانگا، خانیوال، ٹوبہ ٹیک سنگھ، چیچہ وطنی، بورے والا، تھل، شورکوٹ، بہاولپور، سکھر، تونسہ، نیو بڑی اور گدو کے جنگلات شامل ہیں۔ ان میں شیشم، شہتوت، سنبل، سرس، دھریک کے درخت شامل ہیں۔

۵۔ ساحلی جنگلات۔ سمندری پانی کے اتار چڑھاؤ سے سیراب ہونے والے یہ جنگلات کراچی میں مشرق کی طرف لگائے گئے ہیں۔ ان میں ناریل کے جھنڈ اور گھاس اگتی ہے۔

۱۵۔ خود آزمائی نمبر ۲

صحیح جواب کی نشاندہی کیجئے۔

- ۱۔ ہمارے ملک میں ۴۵ فیصد رقبے پر جنگلات ہیں۔ صحیح غلط
- ۲۔ جنگلات آندھیوں اور طوفان کا سبب بنتے ہیں۔ صحیح غلط
- ۳۔ جنگلات سے سیم و تھور میں کمی واقع ہوئی ہے۔ صحیح غلط
- ۴۔ پیلاجات پہاڑی جنگلات کو کہتے ہیں۔ صحیح غلط
- ۵۔ جنگلات سے جزی بوٹیاں حاصل ہوتی ہیں جو دوا سازی کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔ صحیح غلط

۲۔ زرعی وسائل

پاکستان بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے۔ ہماری معاشی ترقی کا زیادہ تر انحصار اس شعبے کی کارکردگی پر ہے۔

۲ء۱۔ زراعت کی اہمیت

پاکستان کی معیشت میں زراعت کو کیا اہمیت حاصل ہے۔ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل حقائق سے لگایا جاسکتا ہے۔

- ۱۔ زراعت پاکستان کا سب سے بڑا اور واحد شعبہ ہے جس سے خام مکی پیداوار کا ۲۱ فیصد حاصل ہوتا ہے۔
- ۲۔ آبادی کا تقریباً ۷۲ فیصد زراعتی شعبے سے بالواسطہ یا بلاواسطہ وابستہ ہے۔ جن میں سے ۶۲ فیصد کے روزگار کا انحصار صوفی زراعت پر ہے۔

- ۳۔ ہماری مجموعی برآمدات کا تقریباً ۳۶ فیصد حصہ زرعی پیداوار پر مشتمل ہے۔
- ۴۔ گھریلو صنعتوں اور کچھ بڑی صنعتوں مثلاً سوئی کپڑے، چینی اور گھی کی صنعتوں کے لئے کپاس، گنا اور تیلی بیج کی صورت میں خام مال فراہم کرتا ہے۔
- ۵۔ کل مکی کمانے والی آبادی میں سے ۴۵ فی صد زراعت سے منسلک ہے۔

۲ء۲۔ پاکستان کا زرعی نظام

پاکستان میں عام طور پر سال میں دو فصلیں بوئی جاتی ہیں۔ جن کو ربیع اور خریف کی فصلیں کہا جاتا ہے۔

ربیع کی فصلیں۔ اس میں گندم، جو، چنا اور روغنی یا تیلی بیج کی فصل شامل ہے۔ ان فصلوں کی بوائی اکتوبر اور نومبر کے مہینوں میں ہوتی ہے اور کٹائی اپریل اور مئی میں کی جاتی ہے۔

خریف کی فصلیں۔ خریف کی فصل میں چاول، مکی، جوار، باجرہ، کپاس اور گنا شامل ہیں۔ یہ فصلیں مئی اور جون کے مہینوں میں بوئی جاتی ہیں اور ان کی کٹائی اکتوبر اور نومبر میں ہوتی ہے۔

پاکستان میں کاشت کی جانے والی فصلوں کو ان کے استعمال کے حوالے سے دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اول:

غذائی فصلیں جن میں گندم، چاول، جو، چنا اور دالیں شامل ہیں۔ دوئم نقد آور یا تجارتی فصلیں جس میں تمباکو، کپاس، گنا اور روغنی یا تیلی بیج شامل ہیں۔ غذائی پیداوار سے ملک کی غذائی ضروریات کو پورا کیا جاتا ہے۔ جبکہ نقد آور فصلیں دوسرے ممالک کو بیچ کر زر مبادلہ کمایا جاتا ہے۔ آئیے! پاکستان میں بوئی جانے والی چند اہم فصلوں کے بارے میں تفصیل سے مطالعہ کرتے ہیں۔

۲۶۳۔ پاکستان کی فصلیں

۱۔ کپاس۔ یہ پاکستان کی ایک اہم نقد آور فصل ہے جو سندھ اور پنجاب میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کو سفید ریشہ بھی کہا جاتا ہے۔ ملک میں سوئی کپڑے کے کارخانے کافی مقدار میں ہونے کی وجہ سے کپاس کی اچھی خاصی پیداوار ان کارخانوں میں استعمال ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے کپاس کی برآمد میں کمی واقع ہوئی ہے البتہ کپاس سے تیار شدہ اشیاء کی برآمد میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔

۲۔ گنا۔ گنے سے چینی اور گڑ بنایا جاتا ہے۔ اس کی کاشت ملک کے تقریباً تمام حصوں میں کی جاتی ہے۔ گنے کی پیداوار سے نہ صرف ملک میں چینی کی صنعت کی ضروریات پوری کی جا رہی ہیں بلکہ یہ برآمد بھی کیا جاتا ہے۔

۳۔ تمباکو۔ پاکستان میں تمباکو کافی مقدار میں کاشت کیا جاتا ہے۔ خاص طور پر صوبہ خیبر پختونخواہ میں بڑے پیمانے پر اس کی کاشت ہوتی ہے۔ تمباکو اور اس کی مصنوعات کو برآمد کیا جاتا ہے۔

۴۔ روغنی یا تیلی بیج۔ بنولہ، سرسوں، توریا، مونگ پھلی اور سورج مکھی کے بیج پیدا کئے جاتے ہیں جو زیادہ تر بیاسپی گھی اور کھانے کے تیل کی صنعت میں استعمال ہوتے ہیں۔

۵۔ گندم۔ یہ ہماری خوراک کا ایک اہم حصہ ہے، جو ملک کے چاروں صوبوں میں کاشت کی جاتی ہے۔ گندم کی کاشت کے لئے ابتداء میں سرد آب و ہوا اور کٹائی کے وقت گرم اور خشک آب و ہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔

۶۔ چاول۔ چاول کے لئے گرم و مرطوب آب و ہوا کے علاوہ زیادہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ گندم کی طرح خوراک کا ایک اہم حصہ ہے۔ ملکی استعمال کے علاوہ یہ برآمد بھی کیا جاتا ہے۔ حالیہ سالوں میں اس کی پیداوار میں کچھ اضافہ ہوا ہے لیکن دوسرے ممالک کی نسبت اب بھی کم ہے۔

۷۔ دالیں۔ ہمارے ملک میں چنے، مونگ، مسور، ماش، ارہر وغیرہ کی دالیں کاشت کی جاتی ہیں۔ یہ ہماری خوراک کا اہم جزو ہیں۔ زیادہ پیداوار کی وجہ سے یہ برآمد بھی کی جاتی ہیں۔

۸۔ سبزیاں اور پھل۔ تمام سبزیاں موسم کے مطابق ملک کے تقریباً ہر حصے میں کاشت کی جاتی ہیں۔ البتہ پھل زیادہ تر صوبہ خیبر پختونخواہ اور بلوچستان میں پیدا ہوتے ہیں۔ صوبہ خیبر پختونخواہ میں خشک میوہ جات بھی وافر مقدار میں پیدا ہوتے ہیں۔ کچھ پھل خاص طور پر آم برآمد بھی کیا جاتا ہے۔

۲۶۴۔ خود آزمائی نمبر ۳

- ذیل میں دیئے گئے سوالوں کے جواب تحریر کریں۔
- ۱۔ زراعت کے شعبے سے کتنے فیصد افراد کو روزگار مہیا کیا جاتا ہے؟
 - ۲۔ زرعی شعبہ کن بڑی صنعتوں کو خام مال فراہم کرتا ہے؟
 - ۳۔ مٹی اور جون کے مہینوں میں کون سی فصلیں بوئی جاتی ہیں؟
 - ۴۔ نقد آور فصلیں کون سی ہیں؟ اور یہ کس کام آتی ہیں؟
 - ۵۔ گندم کی کاشت کے لئے کس قسم کی آب و ہوا کی ضرورت ہوتی ہے؟

۲۶۵۔ زرعی مسائل

اگرچہ ہماری معیشت میں زراعت کو ایک اہم مقام حاصل ہے، لیکن دیگر ممالک کی نسبت یہ شعبہ کافی پسماندہ حالت میں ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ کئی خامیاں اور کمزوریاں ہمارے زرعی شعبے کا حصہ بن چکی ہیں جب تک یہ خامیاں دور نہیں کی جاتیں زرعی پیداوار میں اضافہ ممکن نہیں۔ آئیے! اب ان مسائل اور خامیوں کا تفصیلی مطالعہ کریں جو ہماری زراعت کو درپیش ہیں۔

۱۔ کاشت کاری کے پرانے طریقے

ہمارے کاشت کار ابھی تک پرانے طریقوں سے کاشت کاری کرتے ہیں جس کا ایک سبب جدید زرعی طریقوں سے ناواقفیت اور دوسرا سبب سرمائے کی کمی ہے۔ سرمایہ کم ہونے کی وجہ سے جدید آلات کاشت کاری، کیڑے مار ادویات اور کیمیاوی کھاد کا صحیح استعمال نہیں ہوتا جس کی وجہ سے پیداوار کم ہوتی ہے۔

۲۔ سیم و تھور

جب زیر زمین پانی کی سطح اتنی بڑھ جائے کہ پانی زمین کی سطح پر جمع ہو جائے تو اس کیفیت کو ”سیم“ کہتے ہیں۔ سیم زدہ زمین ناقابل کاشت ہوتی ہے۔ زمین کے اندر کئی نمکیات بھی ہوتے ہیں جو پانی اپنے ساتھ اوپر لے آتا ہے، گرمی کی وجہ سے پانی بھاپ بن کر اڑ جاتا ہے تو اس میں شامل نمکیات زمین پر رہ جاتے ہیں اور زمین کی سطح پر ایک سختہ تہہ بچھ جاتی ہے اسے تھور کہتے ہیں۔ تھور زدہ زمین قابل کاشت نہیں رہتی۔ ایک اندازے کے مطابق ہر سال تقریباً ایک لاکھ ایکڑ اراضی سیم و تھور کی وجہ سے ناکارہ ہو جاتی ہے۔

۳۔ زمین کا کٹاؤ

زمین کا کٹاؤ آندھلیوں، بارشوں اور سیلاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ آندھلیوں میں تیز ہوا زمین کی زرخیز مٹی اڑا کر لے جاتی ہے اور تیز بارشوں اور سیلاب کے تیزریلوں میں مٹی کی زرخیز تہہ بہہ جاتی ہے اور زمین بخر ہو کر کاشت کے قابل نہیں رہتی۔

۴۔ کاشت کاری کے چھوٹے رقبے

ملک میں تیزی سے آبادی بڑھنے کی وجہ سے کسانوں اور ان کے افراد خانہ کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے لیکن زیر کاشت

رتبے میں اضافہ نہیں ہوا ہے اس لئے فی کس رتبے میں کمی واقع ہو رہی ہے۔ کچھ قانون وراثت کی وجہ سے بھی زمین خاندان درخاندان بٹی جا رہی ہے جس کی وجہ سے زیر کاشت رقبے دن بدن چھوٹے ہوتے جا رہے ہیں۔ اس لئے نہ زمین میں مزید چل سکتا ہے اور نہ دوسری زرعی مشینوں کا استعمال ہو سکتا ہے۔

۵۔ ناقص بیجوں کا استعمال

کسان اکثر سستے اور ناقص بیجوں کا استعمال کرتے ہیں۔ بیجوں کو محفوظ کرنے کے سائنسی طریقوں سے بھی وہ ناواقف ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں پیداوار کم ہوتی ہے۔

۶۔ کیڑے مار ادویات اور مصنوعی کھاد کا غلط استعمال

ہمارے ملک میں آئے دن فصلوں کو کیڑا لگ جاتا ہے، لہذا کیڑوں سے اور فصلی بیماریوں سے بچاؤ کے لئے ادویات استعمال کی جاتی ہیں۔ ان ادویات کا ضرورت سے زیادہ استعمال اور مصنوعی کھاد کا غلط وقت یا غلط مقدار میں استعمال نہ صرف زمین کی زرخیزی اور فصل پر خراب اثر ڈالتے ہیں بلکہ ماحول کی آلودگی کا بھی سبب بنتے ہیں۔

۷۔ زمینداری نظام

اکثر زمیندار اپنی زمین خود کاشت کرنے کے بجائے مزارعین کے سپرد کر دیتے ہیں اس صورت میں کاشت کار جس کو یہ احساس ہوتا ہے کہ اس کی محنت کا آدھا حصہ زمیندار لے جائے گا وہ زمین پر دل لگا کر کام نہیں کرتا جس کی وجہ سے زمین عدم توجہ کا شکار ہو جاتی ہے اور پیداوار کم ہوتی ہے۔

۸۔ آبپاشی کا ناقص نظام

پاکستان میں زیادہ تر زمین نہری پانی اور بارشوں کے پانی سے سیراب ہوتی ہے۔ اگر بارش وقت پر نہ ہو تو زراعت کو شدید نقصان پہنچتا ہے۔

۹۔ ذرائع آمدورفت کا ناقص ہونا

ذرائع آمدورفت اگر بہتر حالت میں نہ ہوں تو کسان کے لئے اپنی پیداوار بروقت منڈی پہنچانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ پاکستان میں دیہات سے شہروں تک رسائی کے لئے مناسب ذرائع نقل و حمل میسر نہیں ہیں جس کی وجہ سے اکثر پیداوار صرف

اس لئے خراب ہو جاتی ہے کہ اس مناسب وقت میں منڈیوں تک نہیں پہنچایا جاتا اور فصل کھیتوں میں پڑی رہنے کی وجہ سے خراب ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ کھاد اور کیڑے مارا دویات کو بھی زمین تک پہنچانے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔

۱۰۔ ذخیرہ گاہوں کی کمی

بیجوں اور فصلوں کو ذخیرہ کرنے کا کوئی مناسب بندوبست نہیں ہوتا جس کی وجہ سے فصلیں موسمی اثرات اور کیڑوں کے حملے کا شکار ہو کر خراب ہو جاتی ہیں۔

زرعی مسائل حل کرنے کے لئے حکومتی اقدامات

زراعت کے مسائل کو حل کرنے کے لئے حکومت نے کئی اقدامات کئے ہیں۔ آئیے! ان کا جائزہ لیں۔

○ کسانوں کے پاس سرمائے کی کمی دور کرنے کے لئے حکومت آسمان اقساط پر قرضے فراہم کر رہی ہے تاکہ وہ جدید آلات زراعت، اچھی کھاد، اچھا بیج اور کیڑے مارا دویات خرید سکیں۔

○ کسانوں کو زراعت کے جدید طریقوں سے مستفید کروانے کے لئے زرعی تعلیم کے لئے سہولیات میں اضافہ کیا جا رہا ہے تاکہ لوگ زراعت کے نئے طریقے اپنائیں۔ اس کے علاوہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر کاشت کاروں کو فصلوں کی نگہداشت کے جدید طریقے سمجھانے کے متعلق زرعی پروگرام نشر کئے جا رہے ہیں۔

○ آبپاشی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ٹیوب ویل لگائے جا رہے ہیں جو نہ صرف پانی مہیا کرتے ہیں بلکہ سیم و تھور جیسے مرض کو ختم کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

○ زراعت پر آبادی کا دباؤ کم کرنے کے لئے گھریلو صنعتوں اور زراعت سے متعلق پیشوں مثلاً مرغابی، مویشی پالنا وغیرہ جیسے پیشوں کو فروغ دیا جا رہا ہے۔

○ بیجوں اور فصلوں کو محفوظ کرنے کے لئے ذخیرہ گاہوں اور گوداموں میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔ نرملوں کی حالت بہتر کی جا رہی ہے تاکہ فصلوں کو منڈیوں اور گوداموں تک آسانی سے پہنچایا جاسکے۔

۲۶۲۔ زرعی اصلاحات

پاکستان ایک زرعی ملک ہے، اس کی معیشت میں زرعی شعبہ اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس شعبے کی اہمیت کے پیش نظر حکومت نے کئی اقدامات کئے ہیں لیکن اس کے باوجود اس میں اصلاحات نافذ کرنے کی ضرورت تھی۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے ملک کے زرعی مسائل میں ایک مسئلہ جاگیردارانہ نظام ہے۔ اس نظام کے تحت

ملک کی زمین کے بڑے حصے پر چند خاندانوں کا قبضہ تھا اور زمین پر کام کرنے والے محنت کشوں، مزارعوں اور ہاریوں کی بڑی تعداد بے زمین تھی۔ یہ لوگ حق ملکیت نہ ہونے کی وجہ سے دل لگا کر کام نہیں کرتے تھے جس کے نتیجے میں زرعی پیداوار طرح متاثر ہوتی تھی۔ اس صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے زرعی اصلاحات نافذ کئے گئے تھے۔ ان اصلاحات کا اعلان ۱۹۵۹ء، ۱۹۷۲ء اور ۱۹۷۷ء میں کیا گیا تھا۔

ان اصلاحات کے نتیجے میں بڑے زمینداروں کو ایک حد سے زیادہ زمین رکھنے پر پابندی عائد کی اور جن کے پاس اس حد سے زیادہ زمین تھی وہ حکومت نے اپنے قبضے میں لے کر بے زمین ہاریوں اور کاشتکاروں میں بانٹ دی۔ اس کے علاوہ ان اصلاحات کے نتیجے میں چھوٹے کاشتکاروں کو سہولت دینے کے لئے کچھ ٹیکس معاف کر دیئے گئے، اچھے بیجوں کے لئے تحقیقاتی اداروں اور کیمیادی کھاد کی فراہمی کے لئے نئے کارخانوں کا قیام عمل میں لایا گیا۔ ان تمام اقدامات کا مقصد زراعت کے شعبے کو ترقی دینا تھا تا کہ زرعی پیداوار کو فروغ ملے اور ملک کی خوشحالی میں اضافہ ہو۔

۲۷۔ آبپاشی کے ذرائع

زراعت میں پانی کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ پانی حاصل کرنے کے لئے یا تو بارش پر انحصار کرنا پڑتا ہے یا زمینی ذرائع آبپاشی کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ پاکستان کے تمام علاقوں میں یکساں بارش نہیں ہوتی اس لئے ہماری زراعت کا زیادہ انحصار آبپاشی کے دیگر ذرائع پر ہے۔ یہ ذرائع نہریں، ٹیوب ویل، رہٹ کاری وغیرہ ہیں۔

پاکستان کے کل قابل کاشت رقبے کے ۳۳ فیصد کو بارش سے پانی میا ہوتا ہے اور باقی ۶۷ فیصد کو آبپاشی کے مختلف ذرائع سے سیراب کیا جاتا ہے۔ آئیے! اب نظام آبپاشی کے مختلف ذرائع کا تفصیلی جائزہ لیں۔

۲۸۔ نہری نظام

پاکستان کا نہری نظام آبپاشی دنیا کے بڑے نظاموں میں شمار ہوتا ہے ملک میں ۸۰ فیصد زمین نہروں کے ذریعے سیراب ہوتی ہے جبکہ باقی ۲۰ فیصد کو ٹیوب ویل اور ۳ فیصد کو رہٹ اور کاریز پانی مہیا کرتے ہیں۔

ہمارے میدانی علاقوں میں نہروں کا ایک جال بچھا ہوا ہے جس سے پنجاب اور سندھ کے کئی علاقوں کو سیراب کیا جاتا ہے۔ ملک میں دو قسم کی نہریں ہیں۔ (اول) دائمی نہریں جن میں پورا سال پانی رہتا ہے۔ (دوئم) برساتی یا سیلابی نہریں۔ ان میں پانی برسات یا سیلاب کے دنوں میں بہتا ہے باقی وقت یہ زیادہ تر خشک رہتی ہیں۔

پاکستان کے تمام دریا ہندوستان سے گزر کر پاکستان میں داخل ہوئے ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد ہندوستان نے ان دریاؤں میں سے کچھ کا پانی روک دیا جس سے پاکستان کی آبپاشی کو شدید بحران کا سامنا کرنا پڑا۔ دونوں ممالک کے درمیان کافی عرصے تک یہ تنازعہ چلتا رہا آخر ۱۹۶۰ء میں عالمی بینک کے تعاون سے ہندوستان اور پاکستان کے درمیان ”سندھ طاس معاہدہ“ ہوا۔ اس معاہدے کی رو سے تین مغربی دریا، سندھ، جہلم اور چناب کا پانی پاکستان کے حصے میں آیا جبکہ باقی تین مشرقی دریا راوی، ستلج اور بیاس کے پانی پر بھارت کا حق تسلیم کیا گیا۔ آبپاشی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ایک وسیع منصوبہ بنایا گیا جسے ”سندھ طاس منصوبہ“ کا نام دیا گیا۔ اس منصوبے کے تحت دریائے جہلم پر منگلا ڈیم اور دریائے سندھ پر تربیلا ڈیم بنائے گئے، میراجوں کے نظام میں توسیع دی گئی، پرانی نہروں کو چھڑا کیا گیا۔ ہندوستان کے حصے میں جانے والے تین دریاؤں کی کمی کو پورا کرنے کے لئے سات رابطہ نہریں قائم کی گئیں تاکہ مغربی دریاؤں کا پانی مشرقی دریاؤں میں ڈالا جائے۔ یہ نہریں مندرجہ ذیل ہیں۔

- ۱۔ چشمہ جہلم رابطہ نہر
- ۲۔ رسول قادر آباد رابطہ نہر
- ۳۔ قادر آباد بلوکی رابطہ نہر
- ۴۔ بلوکی سلیمان کی رابطہ نہر
- ۵۔ تریموں سدھنائی رابطہ نہر
- ۶۔ دسہنائی عیسیٰ بھاول (میلی بھاول)
- ۷۔ تونسہ بیچ ندر رابطہ نہر
- دریائے سندھ کا پانی دریائے جہلم میں ڈالتی ہے۔
- دریائے چناب کا پانی دریائے راوی میں ڈالتی ہے۔
- دریائے چناب کا پانی دریائے راوی میں ڈالتی ہے۔
- دریائے راوی کا پانی دریائے ستلج میں ڈالتی ہے۔
- دریائے چناب کا پانی دریائے راوی میں ڈالتی ہے۔
- دریائے راوی کا پانی دریائے ستلج میں ڈالتی ہے۔
- دریائے سندھ کا پانی چناب میں ڈالتی ہے۔



- ۱۔ چشمہ جہلم رابطہ نہر
- ۲۔ رسول قادر آباد رابطہ نہر
- ۳۔ قادر آباد بلوکی رابطہ نہر
- ۴۔ بلوکی سیلماںکی رابطہ نہر
- ۵۔ ترمیوں سندھاتی رابطہ نہر
- ۶۔ سندھاتی عیسیٰ بہاول (میلسی بہاول)
- ۷۔ تونسہ پنجند رابطہ نہر

نقشہ ۷۶۲ رابطہ نہروں کا محل وقوع

دریائے سندھ پاکستان کا سب سے بڑا دریا ہے۔ اس دریا کے پانی کو آبپاشی کے لئے استعمال کرنے کے لئے کئی مقامات پر بیراج بنا کر نہریں نکالی گئی ہیں۔

- ۱۔ جناح بیراج
یہ بیراج کالا باغ کے مقام پر تعمیر کیا گیا ہے۔ اس سے نہریں نکال کر بھکر، لیہ، خوشاب، میانوالی اور مظفر گڑھ کے علاقوں کو سیراب کیا جاتا ہے۔
- ۲۔ چشمہ بیراج
اس سے جہلم لنک کینال کے ذریعے دریائے سندھ کا پانی دریائے جہلم میں ڈالا گیا ہے۔
- ۳۔ تونسہ بیراج
اس بیراج سے نہریں نکال کر مظفر گڑھ، راجن پور اور ڈیرہ غازی خان کے علاقوں کو سیراب کیا جاتا ہے۔

۴۔ گدو بیراج

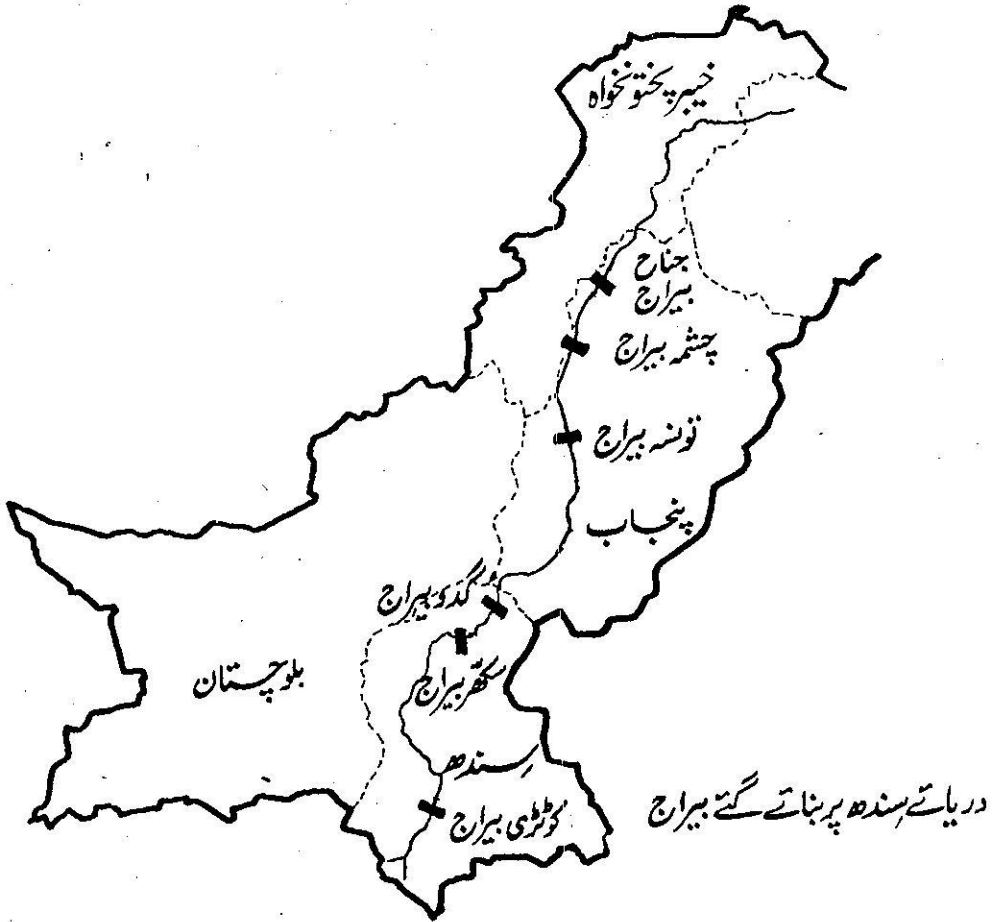
گدو کے مقام پر بیراج بنا کر تین نہریں نکالی گئی ہیں جو سکھر، جیکب آباد اور لاڑکانہ کے اضلاع کو سیراب کرتی ہیں۔

۵۔ سکھر بیراج

یہ بیراج سکھر کے مقام پر تعمیر کیا گیا ہے اس سے سات نہریں نکال کر سکھر، شکارپور، جیکب آباد، لاڑکانہ، دادو اور خیرپور کے ۵۰ لاکھ ایکڑ اراضی کو سیراب کیا جاتا ہے۔

۶۔ کوٹڑی بیراج

کوٹڑی کے مقام پر تعمیر شدہ یہ بیراج چار نہروں کے ذریعے سندھ کی ۲۷ لاکھ ایکڑ اراضی کو سیراب کرتا ہے۔



۷۶۳۔ دریائے سندھ پر بنے ہوئے بیراج

صوبہ خیبر پختونخواہ میں آبپاشی کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے مندرجہ ذیل نہریں نکالی گئی ہیں۔

- ۱۔ دریائے سوات سے نکالی جانے والی دو نہریں، دریائے کاہل سے شان میدانی علاقے کو سیراب کرتی ہیں۔
 - ۲۔ وارسک کے مقام پر دریائے کاہل سے دو نہریں نکال کر پشاور کے علاقے کی ایک لاکھ بیس ہزار ایکڑ اراضی کو سیراب کیا جاتا ہے۔
 - ۳۔ دریائے کرم اور دریائے باراں سے چھوٹی نہریں نکال کر ضلع ہنہ کے علاقے کو پانی مہیا کیا جاتا ہے۔
 - ۴۔ دریائے توی کے پانی کو ماندہ ڈیم میں جمع کر کے اس سے ورسہ تان اور ویرہہ، پشاور کے علاقوں کو سیراب کیا جاتا ہے۔
 - ۵۔ بلوچستان میں دریائے بولان کے پانی کو جمع کر کے نازی بولان منصوبے کے تحت ۴۱ ہزار ایکڑ اراضی کو سیراب کیا جاتا ہے۔
 - ۶۔ دریائے ہرو کا پانی خان پور ڈیم کے ذریعے جمع کر کے راولپنڈی اور ہزارہ کے کچھ علاقوں کو سیراب کیا جاتا ہے۔
 - ۷۔ دریائے ہب کا پانی ہب ڈیم میں جمع کر کے کراچی کے علاقے کو نہری پانی مہیا کیا جاتا ہے۔
- یہ تو تھا پاکستان کے نہری نظام کا تفصیلی جائزہ۔ آئیے! اب ہم آبپاشی کے دوسرے وسائل کے متعلق معلومات حاصل کرتے ہیں۔

۲۶۹۔ ٹیوب ویل

پاکستان میں نہروں کے بعد آبپاشی کا دوسرا بڑا ذریعہ ٹیوب ویل ہیں۔ ایسے میدانی علاقے جہاں زیر زمین پانی کی سطح قریب ہے وہاں کنوؤں سے رہٹ کے ذریعے پانی نکالا جاتا ہے یہ پانی کم مقدار میں ہوتا ہے اس لئے کم رقبے کو سیراب کرتا ہے۔

جن علاقوں میں پانی بڑی گہرائی میں سے ملتا ہے وہاں بجلی سے چلنے والے انجنوں یا ڈیزل انجنوں کے ذریعے پانی حاصل کیا جاتا ہے۔ ان کو ٹیوب ویل کہتے ہیں۔ ٹیوب ویل کے ذریعے بڑی مقدار میں پانی نکال کر نالیوں اور نہروں میں ڈال دیتے ہیں۔ پانی بڑی مقدار میں نکل جانے کی وجہ سے زیر زمین پانی کی سطح کم ہو جاتی ہے اس لئے سیم و تھور میں کمی ہو جاتی ہے۔ اسی لئے سیم و تھور ختم کرنے کے لئے سکارپ (Scarp) نظام کے تحت بڑی تعداد میں سرکاری ٹیوب ویل لگائے جاتے ہیں۔

۲۶۱۰۔ کاریز

صوبہ بلوچستان میں بارش کم ہوتی ہے لہذا پہاڑوں کے دامنی علاقوں میں کنوئیں کھود کر پانی اکٹھا کر لیا جاتا ہے اور زمین

دوڑ نالیوں کے ذریعے کھیتوں تک پہنچایا جاتا ہے۔ ان نالیوں کو کاریز کہتے ہیں۔ بلوچستان میں کاریز ذرائع آبپاشی کا ایک اہم وسیلہ ہیں۔

۲۶۱۱۔ خود آزمائی نمبر ۴

سوال نمبر ۱۔ ذیل میں دیئے گئے بیانات میں سے غلط اور صحیح کی نشاندہی کریں۔

- ۱۔ ملک میں تیزی سے آبادی بڑھنے کے ساتھ زیر کاشت رقبے میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔
 - ۲۔ ہمارے کاشت کار سرمائے کی کمی کا شکار ہیں۔
 - ۳۔ کیڑے مار ادویات کے ضرورت سے زیادہ استعمال سے فصل پر اچھا اثر پڑتا ہے۔
 - ۴۔ ادویات اور مصنوعی کھاد کا استعمال ماحول کی آلودگی کا سبب بنتا ہے۔
 - ۵۔ ٹیوب ویل سیم و تھور کو ختم کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔
- سوال نمبر ۲۔ خالی جگہ مناسب الفاظ سے پر کریں۔
- ۱۔ ہمارے ملک میں فیصد زمین نہروں کے ذریعے سیراب ہوتی ہے۔

(۸۰، ۳۳، ۳۰)

- ۲۔ دائمی نہروں میں پانی رہتا ہے۔
(پورا سال، بارشوں میں، سیلاب کے دنوں میں)
- ۳۔ منگلا ڈیم دریائے پر تعمیر کیا گیا ہے۔
(سندھ، جہلم، راوی)
- ۴۔ سندھ طاس معاہدہ کے تعاون سے طے ہوا۔
(ہندوستان، ایران، عالمی بینک)
- ۵۔ کوئٹہ ہیراج سے نہریں نکالی گئی ہیں۔
(سات، چار، دو)

۳۔ تشریحات

مجموعی	کل، مشترکہ	بہتات	زیادہ
انحصار	بھروسہ، سہارا	افادیت	فائدہ
عطیہ	تحفہ	براہ راست	سیدھا
دریافت	ڈھونڈنا، تلاش کرنا	سرمائے	دولت، پیسہ
جدید ٹیکنالوجی	نئی ٹیکنالوجی	عدم دستیابی	نہ ملنا
ناقص حالت	بری حالت	کثافت	گندگی
برآمد	باہر بھیجنا	زرمبادلہ	وہ پیسہ جس کے ذریعے بین الاقوامی تجارت ہوتی ہے۔ (ڈالر، پاؤنڈ)
توانائی	طاقت	درآمد	باہر سے آنا
ریفائٹری	تیل کو صاف کرنے اور تیل سے مصنوعات تیار کرنے والا کارخانہ	زیر تعمیر	جو بن رہا ہو، تعمیر ہو رہا ہو
وافر	زیادہ	کلوواٹ	بجلی ناچنے کی اکائی
وسعت	پھیلاؤ	کھپت	خرچ کرنا، گنجائش
بحران	تعطل، مشکل	زیر زمین	زمین کے نیچے
کثرت	زیادہ	خود کفیل	اپنی ضروریات خود پوری کرنا
پسماندہ	پچھے رہا ہوا، غیر ترقی یافتہ	فی کس رقبہ	ایک کے حصے میں آنے والا رقبہ
ادویات	دوا کی جمع	عدم توجہ	توجہ نہ دینا
آلودگی	گندگی	نگہداشت	سنجھانا، پالنا
مستفید	فائدہ حاصل کرنا	ممانعت	منع
مرغبانی	مرغیاں پالنا		
روختہ	اس کے مطابق		

۴۔ جوابات

خود آزمائی نمبر ۱

سوال نمبر ۱۔

(۱) نیکشن نمبر ادیکھیں

(۲) نیکشن نمبر ادیکھیں

(۳) نیکشن نمبر ادیکھیں

(۴) نیکشن نمبر ادیکھیں

(۵) نیکشن نمبر ادیکھیں

سوال نمبر ۲۔ (۱) فولاد (۲) تانبا (۳) سینٹ (۴) کوہستان نمک اور کالا چٹا (۵) سفید

سوال نمبر ۳۔ (۱) گیس (۲) ۱۰ (۳) ۳۵ (۴) واپڈا (۵) کراچی

خود آزمائی نمبر ۲

(۱) صحیح (۲) غلط (۳) صحیح (۴) غلط (۵) صحیح

خود آزمائی نمبر ۳

نیکشن نمبر ۲۰۲ اور ۲۰۳ دیکھیں

خود آزمائی نمبر ۴

سوال نمبر ۱۔ (۱) غلط (۲) صحیح (۳) غلط (۴) صحیح (۵) صحیح

سوال نمبر ۲۔ (۱) ۸۰ (۲) پورا سال (۳) جہلم (۴) عالمی بینک (۵) چار

پاکستان کے وسائل - ۱۱

شمینہ امان
ڈاکٹر رشید نعیم

تحریر
نظر ثانی

یونٹ کا تعارف

ملک کی مجموعی معاشی ترقی میں زرعی شعبے کے ساتھ صنعتی اور تجارتی شعبہ جات کے کردار کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ صنعتی شعبہ نہ صرف زرعی شعبے کی ترقی کی رفتار کو تیز کرنے میں معاونت کرتا ہے بلکہ صنعتی شعبے میں خود کفالت ملک میں زرمبادلہ میں اضافے کا سبب بنتی ہے کیونکہ صنعتی ترقی کی وجہ سے ایک طرف درآمدات میں کمی واقع ہوتی ہے، دوسری طرف برآمدات میں اضافہ ہوتا ہے۔

اس یونٹ میں آپ ذرائع آمدورفت اور خبررسانی کے متعلق بھی پڑھیں گے۔ یہ ذرائع نہ صرف دنیا میں رونما ہونے والے واقعات سے باخبر رکھتے ہیں بلکہ صنعت و تجارت کی ترقی بھی ان کی وجہ سے ممکن ہوتی ہے۔

یونٹ کے مقاصد

ہمیں امید ہے کہ اس یونٹ کو پڑھنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

- ۱۔ ملک کی صنعتوں کی اہمیت و افادیت کے بارے میں وضاحت کر سکیں۔
- ۲۔ قیام پاکستان سے لے کر اب تک صنعتی صورت حال پر بحث کر سکیں۔
- ۳۔ تجارت کی اہمیت، ضرورت و اقسام بیان کر سکیں، نیز اندرونی اور بیرونی تجارت کے مابین فرق واضح کر سکیں۔
- ۴۔ ملک کی معیشت میں ذرائع نقل و حمل کی اہمیت بیان کر سکیں۔
- ۵۔ پاکستان کے ذرائع آمدورفت و خبررسانی کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں۔

فہرست مضامین

160	یونٹ کا تعارف
160	یونٹ کے مقاصد
162	۱۔ صنعتی وسائل
162	۱۶۱۔ صنعتوں کی اہمیت
162	۱۶۲۔ صنعتی ترقی
163	۱۶۳۔ صنعتوں کی اقسام
169	۱۶۴۔ خود آزمائی نمبر ۱
171	۲۔ تجارت
171	۲۶۱۔ تجارت کی اقسام
172	۲۶۲۔ درآمدات و برآمدات
173	۲۶۳۔ خود آزمائی نمبر ۲
174	۳۔ ذرائع نقل و حمل
174	۳۶۱۔ ذرائع نقل و حمل کی ضرورت و اہمیت
175	۳۶۲۔ پاکستان میں نقل و حمل کے ذرائع
178	۳۶۳۔ خود آزمائی نمبر ۳
179	۴۔ خبررسانی کے ذرائع
179	۴۶۱۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن
180	۴۶۲۔ ڈاک
180	۴۶۳۔ اخبارات
180	۴۶۴۔ تار اور ٹیلی فون
182	۴۶۵۔ خود آزمائی نمبر ۴
183	۵۔ تشریحات
185	۶۔ جوابات

۱۔ صنعتی وسائل

۱۶۱۔ صنعتوں کی اہمیت

کسی ملک کی مجموعی معاشی ترقی میں صنعتی شعبے کا ایک بنیادی کردار ہوتا ہے۔ صنعتی شعبے کی ترقی دوسرے معاشی شعبوں مثلاً زراعت اور تجارت پر بھی مثبت اثرات مرتب کرتی ہے۔ اس کے علاوہ صنعتی ترقی کی وجہ سے

- قومی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔
- روزگار کے مواقع بڑھتے ہیں۔
- ادائیگیوں کا توازن بہتر ہوتا ہے۔
- دفاعی پیداوار کے لئے باہر کے ممالک پر انحصار کم ہوتا ہے۔

۱۶۲۔ صنعتی ترقی

قیام پاکستان سے پہلے برصغیر میں کئی صنعتیں تھیں لیکن وہ علاقے جو آج پاکستان کا حصہ ہیں صنعتی طور پر پسماندہ تھے، ان علاقوں میں جو صنعتیں تھیں ان کی پیداوار بہت کم تھی۔ تقسیم ہند سے پہلے ہندوستان میں ۱۰۶۳ بڑی صنعتیں تھیں جن میں سے صرف ۵۰ پاکستان کے حصے میں آئیں۔ قیام پاکستان کے بعد معیشت کے اس شعبے کی ترقی کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے کئی اقدامات اٹھائے گئے۔

۱۹۴۹ء میں صنعتی مالیاتی کارپوریشن قائم کی گئی جسے بعد میں ۱۹۶۱ء میں صنعتی مالیاتی بینک کا نام دیا گیا۔ اس کے ساتھ صنعتی قرضے اور سرمایہ کاری کی کارپوریشن کا قیام عمل میں لایا گیا۔ ان اداروں کے قیام کا مقصد نجی سرمایہ کاروں کو قرضہ فراہم کرنا تھا۔ پسماندہ صنعتوں کو ترقی دینے کے لئے صنعتی ترقیاتی کارپوریشن قائم کی گئی۔ اس کارپوریشن نے ان صنعتوں کی طرف توجہ دی جن کو نجی سرمایہ کاروں نے نظر انداز کر دیا تھا۔

ان اقدامات کے علاوہ حکومت نے صنعتوں کی ترقی کے لئے صنعت کاروں کو زیادہ سے زیادہ بنیادی سہولیات مہیا کیں، کچھ صنعتوں کے درآمدی خام مال کو ٹیکس سے عاری کر دیا اور کچھ صنعتی علاقوں کا ٹیکس معاف کر دیا گیا، کارخانوں کی تعمیر کے لئے زمین، پانی، بجلی، سڑکیں اور دیگر سہولیات مہیا کی گئیں۔

حکومت نے نجی سرمایہ کاروں کے ساتھ ساتھ غیر ملکی سرمایہ کاروں کی بھی حوصلہ افزائی کی، جس وجہ سے ملک میں کئی صنعتیں قائم ہوئیں۔ ان صنعتوں کو تربیت یافتہ افراد فراہم کرنے کے لئے انجینئرنگ یونیورسٹیاں اور کالج قائم کئے گئے۔ ان تمام اقدامات کی وجہ سے پاکستان میں صنعت نے بڑی تیزی سے ترقی کی اور کئی مصنوعات کی پیداوار میں ملک خود کفیل ہو گیا۔

۱۹۷۲ء میں حکومت نے دس بڑی صنعتوں کو اپنی تحویل میں لے لیا ان میں لوہے اور فولاد کی صنعت، بجلی کے سامان کے بڑے کارخانے، تیل کی مصنوعات بنانے اور تیل صاف کرنے والے کارخانے اور گھی کے کارخانے شامل تھے۔ حکومت کے اس عمل سے نجی سرمایہ کاروں کی حوصلہ شکنی ہوئی اور وہ آئندہ نئے کارخانے لگانے سے گریز کرنے لگے، کچھ عرصے کے بعد پالیسیاں تبدیل ہوئیں اور حکومت کی کوششوں سے نجی سرمایہ کاروں کا حوصلہ بحال ہوا اور آج نجی سرمایہ کاری اور سرکاری سرمایہ کاری ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔

صنعتوں کی ترقی کے لئے کئے گئے اقدامات کے بعد آئیے اب صنعتوں کی اقسام کے متعلق پڑھیں۔

۱۶۳۔ صنعتوں کی اقسام

عام طور پر صنعتوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(الف) بھاری صنعتیں

(ب) بڑی صنعتیں

(ج) گھریلو صنعتیں

آئیے! اب ان اقسام کا تفصیلی مطالعہ کریں۔

(۱) بھاری صنعتیں

بھاری صنعتیں چھوٹی اور بڑی صنعتوں کو مشینری اور ان کے پرزہ جات فراہم کرتی ہیں۔ اس لئے عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ ”بھاری صنعتوں سے مراد ایسی صنعتیں ہیں جو ”اشیاء سرمایہ“ مثلاً مشین اور اس کے آلات وغیرہ تیار کرتی ہیں جو چھوٹی اور بڑی صنعتوں کے قیام میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔“ اس لئے بھاری صنعتوں کی ترقی مجموعی طور پر ملک کی صنعتی ترقی کی رفتار کو تیز کرنے کا سبب بنتی ہے۔ آئیے! پاکستان کی بڑی صنعتوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

فولاد کی صنعت

فولاد کی صنعت ملک کی معاشی ترقی (خاص طور پر صنعتی ترقی) کے لئے نہایت اہم ہے کیونکہ فولاد سے ہی مشین اور پرزے بنا کر صنعتوں کی تعداد میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ صنعت دیگر صنعتوں کی ترقی کی بنیاد ثابت ہوتی ہے۔ پاکستان میں

فولاد کی قلت کی وجہ سے ہمیں ہر سال کافی مقدار میں فولاد درآمد کرنا پڑتا ہے۔ فولاد کی کمی کو پورا کرنے کے لئے روس کے تعاون سے ۱۹۳۷ء میں کراچی کے قریب بن قاسم (ہیپری) میں پاکستان اسٹیل کے نام کا فولاد کا کارخانہ قائم کیا گیا۔ جس کی وجہ سے کافی حد تک فولاد کی ضروریات پوری ہو رہی ہیں۔

مشین سازی کی صنعت

پاکستان اپنے زر مبادلہ کی ایک کثیر مقدار مشینری کی درآمد پر خرچ کرتا تھا۔ لہذا مشین سازی کی صنعت کی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے ٹیکسلا کے مقام پر چین کے تعاون سے مشین سازی کا ایک بڑا کارخانہ (ہیوی مکینکی کمپنیز) قائم کیا گیا۔ اس کارخانے میں ریلوے کے انجن اور اس کے پرزہ جات، ریلوے کی ویکس (ڈبے) پیہوں کے ایکس، سڑکیں بنانے کی مشین، نیوب ویل کے پرزہ جات، چینی، کھاد، سینٹ اور تیل صاف کرنے کے کارخانوں کی مشین بنائی جاتی ہیں۔ ٹیکسلا میں اس کارخانے سے منسلک ایک اور کارخانہ بھی لگایا گیا جس میں کچھ ضروری پرزے بنانے کے ساتھ ٹینکوں کی مرمت کا کام بھی کیا جاتا ہے۔ کراچی میں مشین سازی کا ایک کارخانہ لائڈھی کے مقام پر کام کر رہا ہے۔ اس کارخانے میں بھی کافی اقسام کی مشینری اور پرزے بنائے جاتے ہیں۔

(۲) بڑی صنعتیں

بڑی صنعتوں سے مراد ایسے صنعتی پلانٹ ہیں جن میں بیس سے زیادہ افراد کام کرتے ہوں اور اس کی مشین بجلی یا گیس سے چلائی جاتی ہو۔ قیام پاکستان کے وقت پاکستان کے حصے میں آنے والی بڑی صنعتوں کی تعداد برائے نام تھی لیکن اب ان سے نہ صرف ملکی ضروریات پوری ہوتی ہیں بلکہ بعض کی تیار شدہ اشیاء برآمد بھی کی جاتی ہیں۔ آئیے! اب پاکستان کی بڑی صنعتوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

سوتی کپڑا بنانے کی صنعت

تقسیم ہند کے وقت پاکستان کے حصے میں سوتی کپڑا بنانے کے صرف تین کارخانے آئے تھے جن کی پیداوار ملکی ضروریات کے مقابلے میں بہت کم تھی لہذا کافی عرصہ تک کپڑا درآمد کیا جاتا رہا۔ لیکن اس صنعت نے اتنی ترقی کی ہے کہ اب ہم سوتی کپڑا برآمد بھی کرتے ہیں۔ سوتی کپڑے کے زیادہ تر کارخانے کراچی اور فیصل آباد میں کام کر رہے ہیں ملک میں سوتی کپڑا تیار کرنے والے کارخانوں کی کل تعداد ۳۳۶ ہو چکی ہے۔

اونی کپڑے کی صنعت

قیام پاکستان کے وقت ملک میں اونی کپڑے اور اونی مصنوعات تیار کرنے کا کوئی کارخانہ نہیں تھا۔ صنعتی ترقی کے

بدولت اب نہ صرف اونی کپڑا بلکہ بہترین قسم کے کمبل اور اونی دھاگا بھی تیار ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ اونی قالین بھی بنائے جاتے ہیں۔ اونی کپڑا اور اونی قالین بڑی تعداد میں برآمد بھی کیا جاتا ہے۔ اس وقت کراچی، بنوں، ہرنائی، قائد آباد، لارنس پور اور ملتان میں کئی کارخانے اونی مصنوعات تیار کر رہے ہیں۔

چینی کی صنعت

چینی پاکستان کی ایک اہم صنعت ہے۔ شروع میں اس کی پیداوار بہت کم تھی، لیکن اب اس صنعت نے کافی ترقی کی ہے اور چینی برآمد بھی کی جاتی ہے۔ ملک میں چینی کے ۸۲ کارخانے کام کر رہے ہیں جو مردان، فیصل آباد، جوہر آباد، بنوں، چشتیاں، ٹنڈو محمد خان، لاڑکانہ، بہاولپور، نورپور اور لیہ میں واقع ہیں۔

کیمیائی کھاد کی صنعت

پاکستان ایک زرعی ملک ہے، لہذا زرعی ترقی کے لئے کیمیائی کھاد کی پیداوار بڑھانا نہایت ضروری ہے۔ قیام پاکستان کے وقت ملک میں کیمیائی کھاد کا کوئی کارخانہ نہ تھا لیکن اب ملتان، میرپور ماٹیلو، شیخوپورہ، رحیم یار خان، داؤد خیل، فیصل آباد، جڑانوالہ، صادق آباد، کراچی میں کیمیائی کھاد کے کارخانے قائم کئے جا چکے ہیں جن کی وجہ سے ملک نہ صرف کھاد کی پیداوار میں خود کفیل ہے بلکہ کھاد برآمد بھی کی جاتی ہے۔

سیمنٹ کی صنعت

پاکستان بننے کے وقت ملک میں صرف ایک سیمنٹ کا کارخانہ تھا۔ ملک میں سیمنٹ کی بڑھتی ہوئی مانگ اور اندرون ملک خام مال کی آسانی سے دستیابی کو دیکھتے ہوئے کئی کارخانے قائم کئے گئے ہیں یہ کارخانے، حیدر آباد، کراچی، نوری آباد، کوہاٹ، نوشہرہ، داؤد خیل، ڈنڈوت، واہ، روہڑی، فاروقیہ اور غریب وال میں قائم کئے گئے ہیں۔

کاغذ کی صنعت

ابتداء میں ملک کے اندر کاغذ بنانے کا کوئی کارخانہ نہ تھا، اس وقت لاہور، نوشہرہ، چارسدہ اور گھارو میں کاغذ بنانے کے کارخانے کام کر رہے ہیں لیکن ان کارخانوں کی پیداوار ملکی ضروریات کے مقابلے میں ناکافی ہے جس کی وجہ سے کافی کاغذ درآمد کرنا پڑتا ہے۔

جہاز سازی کی صنعت

کراچی میں بحری جہاز سازی کا کارخانہ قائم کیا گیا ہے جسے ”کراچی شپ یارڈ اینڈ انجینئرنگ ورکس لمیٹڈ“

دیا گیا ہے۔ یہاں چھوٹے اور بڑے بحری جہاز بنانے کے علاوہ ان کی مرمت بھی کی جاتی ہے۔ کراچی شپ یارڈ کے بنائے ہوئے جہاز نہ صرف ملکی ضرورت پوری کرتے ہیں بلکہ کئی تجارتی جہاز سعودی عرب اور ابوظہبی کو برآمد بھی کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ماہی گیری کی کشتیاں اور چھوٹے جہاز ایران کو بھی برآمد کئے جاتے ہیں۔ پورٹ قاسم بننے کے بعد اس صنعت کو مزید فروغ حاصل ہوا ہے۔ مستقبل میں یہاں کئی قسم کے تجارتی اور فوجی بحری جہاز بنانے کا منصوبہ زیر غور ہے۔

اسلحہ سازی کی صنعت

قیام پاکستان کے وقت اسلحہ سازی کی صنعت کا کوئی وجود نہ تھا۔ ملک میں پہلی اسلحہ ساز فیکٹری ۱۹۵۱ء میں واہ کے مقام پر لگائی گئی اس کے بعد اسی مقام پر مزید فیکٹریاں لگائی گئیں۔ ان فیکٹریوں میں نینک شکن ہتھیار، رائفلیں، مشین گن، مارٹرز، گولابارود اور دوسرے چھوٹے ہتھیار تیار ہوتے ہیں۔ پاکستان چھوٹے ہتھیاروں میں نہ صرف خود کفیل ہو گیا ہے بلکہ فاضل پیداوار مسلم ممالک کو برآمد بھی کرتا ہے۔ انک کے قریب کامرہ کے مقام پر ہوائی جہازوں کی تعمیر اور مرمت کرنے والے کارخانے بھی تعمیر کئے گئے ہیں۔ ان کارخانوں میں میراج اور ایف - ۷ جیسے جہازوں کی مرمت کے علاوہ ہوابازی کی ٹریننگ کے لئے ”مشاق“ نامی جہاز بھی تیار کئے جاتے ہیں۔

تیل صاف کرنے کے کارخانے

پاکستان میں خام تیل کافی مقدار میں پایا جاتا ہے۔ اس تیل کو صاف کرنے اور تیل کی مصنوعات بنانے کا ایک کارخانہ راولپنڈی میں، ایک ملتان اور دو کراچی میں قائم کئے گئے ہیں۔

کیمیائی صنعتیں

پاکستان میں کیمیائی صنعتوں مثلاً سوڈا ایش، رنگ، گندھک کے تیزاب، کاسٹک سوڈا، کیڑے مار ادویات، جراثیم کش ادویات اور فارمیسی ادویات کی صنعت نے کافی ترقی کی ہے۔

(۳) گھریلو صنعتیں

گھریلو صنعت سے مراد وہ صنعت ہے جس میں گھر کے افراد مل کر گھر کے اندر یا باہر مصنوعات تیار کرتے ہیں اس کام میں فیکٹریاں لگا کر سادہ مشینوں کی مدد سے یا ہاتھ سے کام کیا جاتا ہے۔ پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں گھریلو صنعتیں بہت اہم ہیں۔ کیونکہ بڑی صنعتیں تعداد میں کم ہونے کی وجہ سے ان کی پیداوار زیادہ لوگوں کی ضروریات کو پورا نہیں کر سکتی اور نہ ہی زیادہ لوگوں کو روزگار دے سکتی ہیں جبکہ گھریلو صنعتیں تعداد میں زیادہ ہونے کی وجہ سے ان کی پیداوار زیادہ ہے۔ کئی گھریلو

صنعتوں کی مصنوعات کو برآمد کر کے زرمبادلہ کمایا جاتا ہے۔ گھریلو صنعتوں کی وجہ سے لوگوں کے لئے روزگار کے مواقع میں اضافہ ہوتا ہے۔

پاکستان میں تقریباً ۸۰ فیصد لوگ زراعت کے پیشے سے منسلک ہیں۔ یہ لوگ سال کا کچھ عرصہ بیکار بیٹھے رہتے ہیں، اگر یہ صنعتیں کو ترقی دی جائے تو وہ اپنا فائدہ وقت ضائع کرنے کی بجائے کام کر کے اپنی آمدنی بڑھا سکتے ہیں۔ اس سے کاشتکاری کے شعبے پر آبادی کے دباؤ میں کمی آئے گی۔ ہمارے سماج میں مشترکہ خاندانی نظام کی وجہ سے نہ صرف مرد بلکہ عورتیں اور بچے بھی کام کر کے گھریلو آمدنی میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ یعنی گھریلو صنعتیں بے روزگاری کو ختم کرنے کا ایک موثر ذریعہ ثابت ہو سکتی ہیں۔ پاکستان ایک غریب ملک ہے۔ ملک میں سرمائے کی کمی ہے۔ یہاں ضرورت اس بات کی ہے کہ کم سرمائے میں صنعتیں لگائی جائیں جیسا کہ گھریلو صنعتوں میں زیادہ سرمائے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ آسانی سے قائم کی جاسکتی ہیں، بلکہ ان کا جال پورے ملک میں پھیلایا جاسکتا ہے جس سے پیداوار میں اضافہ ہو گا اور ملک خوشحال ہو گا۔

گھریلو صنعت کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے حکومت نے گھریلو صنعت کو فروغ دینے کے لئے ۱۹۵۵ء میں چھوٹی صنعتوں کی کارپوریشن قائم کی لیکن ۱۹۷۲ء میں یہ کارپوریشن ختم کر کے، گھریلو صنعتوں کی ترقی اور سولیات کے فرائض صوبائی حکومتوں کے سپرد کر دیئے گئے۔ چھوٹے صنعت کاروں کی فنی راہنمائی اور تربیت کے لئے حکومت نے کئی مراکز قائم کئے، خام مال اور آلات مہیا کرنے کے لئے کئی سپلائی ڈپونائے ہیں۔ گھریلو صنعتوں کی مصنوعات کی فروخت اور نمائش کے لئے اندرون ملک اور بیرون ملک سولیات مہیا کی جارہی ہیں۔ پاکستان کے بیشتر شہروں اور دیہات میں کئی قسم کی گھریلو صنعتیں قائم کی گئی ہیں۔ آئیے ان کا جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔ کھیلوں کا سامان بنانے کی صنعت

اس گھریلو صنعت میں پاکستان نہ صرف اپنی ملکی ضروریات پوری کرتا ہے بلکہ کافی سامان دنیا کے کئی ممالک کو برآمد بھی کیا جاتا ہے۔ یہ صنعت زرمبادلہ کمانے کا ایک وسیلہ ہے۔ اس صنعت کا سب سے بڑا مرکز سیالکوٹ ہے۔

۲۔ کٹڑی اور آلات جراحی کی صنعت

یہ پاکستان کی اہم گھریلو صنعت ہے۔ اعلیٰ قسم کی کٹڑی (چھریاں، چاقو، قینچی، چمچ) بنانے کے لئے وزیر آباد اور سیالکوٹ مشہور ہیں جبکہ بہترین قسم کے آلات جراحی سیالکوٹ میں بنائے جاتے ہیں۔ پاکستان اپنی یہ مصنوعات برآمد بھی کرتا ہے۔

۳۔ برتنوں کی صنعت

اسٹین لیس اسٹیل کے برتن سیالکوٹ اور گوجرانوالہ میں تیار ہوتے ہیں۔ تانبے اور پیتل کے برتنوں کی صنعت کے بڑے مراکز سیالکوٹ، گوجرانوالہ، لاہور اور پشاور ہیں۔ مٹی اور چینی کے برتن گجرات، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، سکھ، دادو، مہاراشٹر اور بلوچستان کے کچھ علاقوں میں بنائے جاتے ہیں۔ پشاور، بہاولپور، ملتان، بالاکوٹ اور ... کے علاقے روغنی برتن بنانے کی وجہ سے مشہور ہیں۔

۴۔ لکڑی کے کام کی صنعت

لکڑی کی مصنوعات کے لئے چنیوٹ اور لاہور بہت مشہور ہیں۔ میاں اٹروٹ اور چناری لکڑی کی کئی خوبصورت مصنوعات بناتی جاتی ہیں۔ جبکہ جیکب آباد، ہالا، دسپور، ڈیرہ اسماعیل خان اور حیدر آباد میں روغن شدہ لکڑی کے کھلونے اور فرنیچر بنایا جاتا ہے۔

۴۔ کپڑے کی صنعت

پاکستان کی گھریلو صنعت میں دستی کھڑیوں پر کپڑا بنانے کی صنعت کو کافی اہمیت حاصل ہے۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد اس کام میں مصروف ہے۔ دستی کھڑیوں پر لنگیاں، کھیس، کھدر، دریاں، گرم شالیں اور قالین بنائے جاتے ہیں۔ اس صنعت کے بڑے مراکز حیدر آباد، ننہ، میرپور، سوات، چترال، جھنگ، ملتان، لاہور، قلات اور ڈیرہ غازی خان میں ہیں۔

۵۔ ہوزری کی صنعت

پاکستان میں اعلیٰ قسم کی سوتی اور اونی ہوزری کی مصنوعات تیار ہوتی ہیں۔ ہوزری کے کارخانے کراچی، لاہور، فیصل آباد اور گوجرانوالہ میں کام کر رہے ہیں۔ ان کارخانوں میں بنیان، جرابین، مفلر اور سویٹروغیرہ تیار کئے جاتے ہیں۔

۶۔ کشیدہ کاری کی صنعت

پاکستان میں کئی مقامات پر عمدہ قسم کی کڑھائی کا کام ہوتا ہے۔ اس کام کے لئے سندھ، بلوچستان کے علاوہ سوات بہت مشہور ہے۔ غیر ملکی سیاحوں کی ان مصنوعات میں دلچسپی دیکھتے ہوئے اب کڑھائی کی مختلف چیزیں برآمد بھی کی جاتی ہیں۔

۷۔ چمڑے کی صنعت

چمڑا رنگنے اور اس سے مصنوعات بنانے میں لاہور، سیالکوٹ، قصور، کراچی، سوات اور پشاور کے علاقے مشہور ہیں۔

بلوچستان میں بھی اس کام کی کئی گھریلو صنعتیں قائم ہو چکی ہیں۔ چڑے سے خوبصورت جوتے، سینڈل، پرس اور سوٹ کیس بنائے جاتے ہیں۔ ان خاص خاص صنعتوں کے علاوہ بے شمار چھوٹی چھوٹی صنعتیں کام کر رہی ہیں مثلاً کپڑوں کی رنگائی اور چھپائی کی صنعت، بٹن سازی، شیشے کی چوڑیاں، لیمپ اور کنگھیاں بنانا، بید سے کرسیاں اور ٹوکریاں بنانا، رسیاں بنانا، بیکری کی چیزیں بنانا، شہد کی مکھیاں پالنا، مرغابی کرنا، اسٹیشری کے علاوہ بجلی کا چھوٹا سامان بنانا وغیرہ۔

ہر پنج سالہ منصوبوں میں حکومت گھریلو صنعتوں کی ترقی کے لئے کچھ رقم مخصوص رکھتی ہے تاکہ صنعت ترقی کرے اور ملک کی خوشحالی میں اضافہ ہو۔

۱۶۴۔ خود آزمائی نمبر ۱

- سوال نمبر ۱۔ مندرجہ ذیل خالی جگہیں پر کریں۔
- ۱۔ قیام پاکستان کے وقت ہمارے حصے میں صنعتیں آئی تھیں۔
 - ۲۔ حکومت نے پسماندہ صنعتوں کو ترقی دینے کے لئے قائم کی۔
 - ۳۔ عام طور پر صنعتوں کی اقسام ہیں۔
 - ۴۔ پاکستان اسٹیل کے تعاون سے قائم کیا گیا تھا۔
 - ۵۔ چینی، کھاد اور سینٹ بنانے کے کارخانوں کی مشین میں بنائی جاتی ہے۔
- سوال نمبر ۲۔ جوابات لکھئے۔

- ۱۔ صنعتی مالیاتی کارپوریشن کب قائم کی گئی؟
 - ۲۔ ۱۹۷۲ء میں حکومت نے کون سی صنعتوں کو اپنی تحویل میں لیا؟
 - ۳۔ اشیاء سرمایہ تیار کرنے والی صنعتیں، کن صنعتوں کو کہا جاتا ہے؟
 - ۴۔ ہیوی میکانیکل کمپنیز کس ملک کے تعاون سے قائم کیا گیا؟
 - ۵۔ ٹینکوں کی مرمت کا کام کہاں کیا جاتا ہے؟
- سوال نمبر ۳۔ درست جواب کا انتخاب کیجئے۔
- ۱۔ بڑی صنعتوں میں کم سے کم کتنے افراد کام کرتے ہیں؟
 - (دس، بیس، تیس)
 - ۲۔ تقسیم ہند کے وقت پاکستان کے حصے میں سوتی کپڑے کے کتنے کارخانے آئے تھے؟
 - (سات، تین)

۳۔ پاکستان میں بنی ہوئی ماہی گیری کی کشتیاں کس ملک کو برآمد کی گئیں؟

(ایران، سعودی عرب، ابو ظہبی)

۴۔ تیل صاف کرنے کے کتنے کارخانے کراچی میں کام کرتے ہیں؟

(دو، چار، چھ)

۵۔ پاکستان میں کتنے فیصد لوگ زراعت سے منسلک ہیں؟

(۷۲، ۸۰، ۶۰)

سوال نمبر ۴۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب تحریر کریں۔

۱۔ کتنی کپڑے کے زیادہ تر کارخانے کہاں ہیں؟

۲۔ کراچی شپ یارڈ اینڈ انجینئرنگ ورکس میں کیا کام ہوتا ہے؟

۳۔ پاکستان میں اسلحہ سازی کے کارخانے کہاں پر کام کر رہے ہیں؟

۴۔ گھریلو صنعت کس کو کہتے ہیں؟

۵۔ پاکستان میں آلات جراحی کہاں پر بنائے جاتے ہیں؟

۲۔ تجارت

انسان کو اپنی زندگی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے بے شمار اشیاء کی ضرورت پیش آتی ہے، کوئی بھی فرد واحد اپنی ساری ضروریات بغیر کسی امداد و اشتراک کے پوری نہیں کر سکتا۔ اس مقصد کے لئے اس کو دوسرے افراد کی پیداوار اور صلاحیتوں پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ انسان نے اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے لین دین کا سلسلہ شروع کیا۔ پیداواری اشیاء کی اس لین دین کے عمل کو ”تجارت“ کہتے ہیں۔

کسی ملک کے اقتصادی نظام میں تجارت کو اہم مقام حاصل ہے اگر یہ عمل جزوی یا کلی طور پر رک جائے تو نہ صرف صنعتی اور زرعی پیداوار کو نقصان پہنچتا ہے بلکہ لوگوں کو ضرورت کی اشیاء بھی مہیا نہیں ہو سکتیں اور ملک اقتصادی بحران کا شکار ہو جاتا ہے۔

۲۶۱۔ تجارت کی اقسام

تجارت کی دو اقسام ہیں۔

۱۔ اندرونی تجارت

۲۔ بیرونی تجارت

آئیے! اب تجارت کی اقسام کی تفصیل جانتے ہیں۔

۱۔ اندرونی تجارت

اندرونی تجارت سے مراد ملک کے اندر ہی افراد یا اداروں کے درمیان کاروبار یا لین دین ہے۔ اس تجارت میں ملک کا روپیہ ملک کے اندر ہی رہتا ہے کیونکہ یہ تجارت مختلف علاقوں اور صوبوں کے مابین ہوتی ہے۔ پاکستان کے چاروں صوبوں کے درمیان اناج، پھل، خشک میوے اور مصالحوں کے علاوہ دیگر کئی مصنوعات کی تجارت ہوتی ہے۔

۲۔ بیرونی تجارت

بیرونی تجارت سے مراد ملک سے باہر اشیاء فروخت کرنا (یعنی برآمد کرنا) یا اپنی ضروریات کی چیزیں دوسرے ممالک سے

منگوانا (یعنی درآمد کرنا) ہے۔

کسی ملک کی معاشی ترقی میں اس کی بیرونی تجارت بڑی اہم ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ ملک اپنی ضروریات سے زائد پیداوار دوسرے ممالک کو فروخت کر دیتا ہے اور جن اشیاء کی ملک میں کمی ہوتی ہے وہ بیرون ملک سے درآمد کر کے اس کمی کو دور کرتا ہے۔ جن صنعتوں کی پیداوار کو برآمد کیا جاتا ہے۔ ان کو ترقی کرنے کا موقع ملتا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو روزگار میسر ہوتا ہے، سرمایہ کاری بڑھتی ہے اور عوام کا معیار زندگی بلند ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ زائد پیداوار کو فروخت کر کے زرمبادلہ حاصل کیا جاتا ہے جس سے نہ صرف ضروری اشیاء (مثلاً خام مال، مشینری، فاضل پرزے) درآمد کی جاسکتی ہیں بلکہ غیر ملکی قرضوں کی ادائیگی بھی کی جاتی ہے۔

بیرونی تجارت میں ادائیگیوں اور وصولیوں کے لئے جو رقم استعمال ہوتی ہے۔ اسے زرمبادلہ کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ ہر ملک کی اپنی ایک علیحدہ کرنسی ہوتی ہے اس لئے بیرونی لین دین کے لئے عام طور پر دنیا کی اہم کرنسیوں مثلاً انگلستان کے پاؤنڈ اور امریکہ کے ڈالر کو قابل قبول سمجھا جاتا ہے۔

اندرونی اور بیرونی تجارت کی تفصیل جاننے کے بعد آئیے! اب پاکستان کی اہم درآمدات و برآمدات کا جائزہ لیں۔

۲۶۲۔ درآمدات و برآمدات

پاکستان اپنی ملکی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے تین قسم کی اشیاء درآمد کرتا ہے۔

۱۔ صنعتی اور زرعی ترقی کے لئے استعمال ہونے والی اشیاء مثلاً مشینیں اور مشین آلات وغیرہ۔

۲۔ فولاد، تیل اور کپڑے کی صنعت میں استعمال ہونے والا خام مال۔

۳۔ الیکٹرانکس کے آلات مثلاً ٹیلی ویژن، وی سی آر اور گھڑیاں وغیرہ۔

قیام پاکستان کے بعد ہمارا زیادہ تر انحصار درآمدات پر تھا لیکن گاہے بہ گاہے صنعتی ترقی کی بدولت ہمارے درآمدات میں نمایاں کمی واقع ہوئی لیکن اب بھی ایک کثیر سرمایہ درآمدات پر خرچ ہو رہا ہے۔

پاکستان کی اہم درآمدات میں مشینری، خام تیل، خوردنی تیل، کیمیکل، آئو پارٹس، گاڑیوں کے پیسجز، ٹریکٹر، خام لوہا اور اسٹیل، دوائیں، چائے، خشک دودھ، کاغذ اور اسٹیشنری کی دوسری اشیاء اور کھاد شامل ہیں۔ پاکستان کی برآمدات شروع میں زیادہ تر زرعی خام مال پر مشتمل تھیں لیکن گذشتہ دو دہائیوں میں صنعتی ترقی کی بدولت کچھ مصنوعات بھی برآمد ہونا شروع ہو گئی ہیں۔ پاکستان کی اہم برآمدات میں کپاس، چاول، اون، سوتی دھاگہ، سوتی کپڑا، چمڑا اور کھالیں، مچھلی، کھیلوں کا سامان، آلات جراحی، قالین، دریاں، سبزیاں، پھل، سلے ہوئے کپڑے اور کڑھائی والے کپڑے شامل ہیں۔

پاکستان کی بیرونی تجارت میں کبھی بھی توازن نہیں رہا۔ کیونکہ ہماری مجموعی درآمدات، برآمدات کی نسبت زیادہ ہوتی ہیں اس لئے ہمیں درآمدات پر زیادہ خرچ کرنا پڑتا ہے جبکہ ان کے مقابلے میں برآمدات کم ہونے کی وجہ سے وصولیاں بھی کم ہوتی ہیں جس کی وجہ سے تجارت کے عمل کو دھچکا لگتا ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ادائیگی کا توازن پاکستان کے حق میں نہیں ہے۔ حکومت ادائیگی کے توازن کو درست کرنے کے لئے غیر ملکی تجارت کو نہ صرف وسعت دے رہی ہے بلکہ درآمدات کم کر کے برآمدات کو بڑھانے کی کوشش کی جا رہی ہیں۔

۳ء۲۔ خود آزمائی نمبر ۲

مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب تحریر کریں۔

۱۔ اندرونی اور بیرونی تجارت میں کیا فرق ہے؟

۲۔ زرمبادلہ کس کو کہتے ہیں؟

۳۔ جن صنعتوں کی پیداوار کو برآمد کیا جاتا ہے انہیں کس قسم کا فائدہ ہوتا ہے؟

۳۔ ذرائع نقل و حمل

ذرائع نقل و حمل یا ذرائع آمدورفت سے مراد وہ ذرائع ہیں جن کی بدولت لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کر سکتے ہوں یا اشیاء ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانی جاسکتی ہوں۔ ان ذرائع میں سڑکیں، ریل، ہوائی اور بحری راستے شامل ہیں۔

۳ء۱۔ ذرائع نقل و حمل کی ضرورت و اہمیت

انسانی معاشرے میں کوئی کام بھی باہمی رابطے کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ باہم رابطے کو قائم رکھنے کے لئے ذرائع نقل و حمل کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ بہتر ذرائع نقل و حمل ملک کی معاشی ترقی پر مثبت اثرات ڈالتے ہیں۔ ان ذرائع کی بدولت ہی صنعتی ترقی ممکن ہوتی ہے کیونکہ مصنوعات کی تیاری کے لئے خام مال کو فیکٹریوں تک پہنچانے اور تیار شدہ اشیاء کو مارکیٹ تک لانے کا مناسب انتظام کئے بغیر کوئی بھی صنعت بہتر نتائج نہیں دے سکتی مثلاً کپاس کو کھیت سے فیکٹریوں تک پہنچانا اور پھر فیکٹری سے تیار شدہ دھاگہ یا کپڑا مارکیٹ تک لانے میں ذرائع نقل و حمل ہی استعمال ہوتے ہیں۔

جیسا کہ زراعت کی ترقی کے لئے اچھے قسم کی کھاد، بیج اور کیڑے مار ادویات کا ہونا ضروری ہے۔ ذرائع آمدورفت کی وجہ سے یہ چیزیں کھیتوں تک پہنچتی ہیں اور ٹریکٹر کی مدد سے زمین کو ہموار کیا جاتا ہے اور جب فصل حاصل ہو جاتی ہے تو مختلف علاقوں اور منڈیوں تک پہنچائی جاتی ہے۔ اگر ذرائع آمدورفت میسر نہ ہوں تو فصلیں کھیتوں میں پڑی سڑتی رہیں۔

اس کے علاوہ بہتر ذرائع آمدورفت کے قیام سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔

- قدرتی وسائل دریافت کرنے اور استعمال کرنے میں آسانی پیدا ہوتی ہے، جس کا اثر صنعتی شعبے پر پڑتا ہے۔
- ذرائع آمدورفت کی وجہ سے لوگوں کو روزگار کے مواقع ملتے ہیں۔ ہمارے ملک کی ایک قابل ذکر آبادی پی آئی اے، ریلویز اور ٹرانسپورٹ کے شعبے سے روزگار کماتی ہے۔

○ ذرائع آمدورفت کی وجہ سے لوگوں میں باہمی ربط پیدا ہوتا ہے، لوگوں کو میل جول کے مواقع ملتے ہیں۔ انہیں ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کے مواقع ملتے ہیں جو نہ صرف معاشی بلکہ سماجی شعبے کو بھی منظم اور مضبوط بناتا ہے۔

○ ذرائع آمدورفت ملکی دفاعی ضروریات میں بھی مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ جنگ کے علاوہ امن کے زمانے میں ملک میں

امن و آمان قائم رکھنے کے لئے قانون نافذ کرنے والے اداروں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لئے ان ذرائع کا ترقی یافتہ ہونا ضروری ہے۔

بہتر ذرائع آمد و رفت (نقل و حمل) نہ صرف صنعتی اور زرعی ترقی کے عمل میں مثبت کردار ادا کرتے ہیں بلکہ قومی یک جہتی اور امن و آمان کے قیام میں بھی کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔

۳۷۲۔ پاکستان میں نقل و حمل کے ذرائع

پاکستان میں چار قسم کے ذرائع نقل و حمل ہیں ان میں سڑکیں، ریلویز، ہوائی ذریعہ اور آبی ذریعہ شامل ہیں۔ آئیے! اب ان ذرائع کا تفصیل سے مطالعہ کریں۔

سڑکیں سڑکیں ملک کے اندر نقل و حمل کا سب سے اہم وسیلہ ہیں۔ ان کے ذریعے ملک کے چھوٹے بڑے شہروں کا آپس میں رابطہ رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے لوگوں کو آنے جانے میں سہولت رہتی ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ زرعی اجناس کو کھیت سے منڈیوں تک لانا، خام مال صنعتوں تک پہنچانا، برآمد شدہ اشیاء کو بندرگاہ اور ہوائی اڈوں سے ملک کے کونے کونے تک پہنچانے میں سڑکیں ہی مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ پاکستان میں ۹۰ فیصد سامان تجارت اور مسافروں کی آمد و رفت سڑکوں کے ذریعہ ہوتی ہے اس کے علاوہ ایسے علاقے جہاں ٹرین اور ہوائی جہاز نہیں جاسکتے (مثلاً پہاڑی علاقے) وہاں سڑکیں آمد و رفت کا واحد ذریعہ ہیں۔ دیگر ذرائع کی نسبت سڑکیں آمد و رفت کا سستا ذریعہ ہیں۔

پاکستان میں سڑکوں کا نظام ملک کی ضروریات پورا کرنے سے قاصر ہے۔ اس وقت ملک میں کچی اور پکی دو طرح کی سڑکیں پائی جاتی ہیں۔ کچی سڑکیں بارش یا سیلاب کے دنوں میں قابل استعمال نہیں رہتیں۔ جبکہ پکی سڑکیں ضرورت کے اعتبار سے ناکافی ہیں۔ پاکستان میں اس وقت سڑکوں کی کل لمبائی ۲۵۵۸۵۶ کلومیٹر ہے جس میں صرف ۱۵۷۹۷۵ ہزار کلومیٹر سڑک اچھے قسم کی ہے جبکہ باقی سڑک درمیانے درجے کی ہے۔

○ پاکستان کی سب سے بڑی سڑک طورخم (پاک افغان سرحد) سے کراچی تک جاتی ہے۔ اس کی لمبائی ۱۷۳۵ کلومیٹر ہے۔ اسے شاہراہ پاکستان کہتے ہیں۔

○ انڈس سپربائی وے کراچی اور پشاور کے درمیان دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر تعمیر کی گئی ہے۔ اس کی تکمیل کے بعد کراچی اور پشاور کے درمیان ۴۸۳ کلومیٹر فاصلہ کم ہو گیا ہے۔

○ کراچی سے چن تک جانے والی سڑک جو کہ کوئٹہ اور قلات کے راستے جاتی ہے۔ اس سڑک کی لمبائی ۸۳۳ کلومیٹر ہے۔

○ ایک اہم سڑک روہڑی سے کوئٹہ تک جاتی ہے۔ یہ سڑک ۴۱۰ کلومیٹر لمبی ہے۔ یہ سڑک جیکب آباد اور سی۔ گزرتی ہے۔

○ پاکستان کی سب سے اہم سڑک شاہراہ قراقرم (شاہراہ ریشم) ہے جو پاکستان اور چین کو ملاتی ہے۔

ملک کی معاشی و معاشرتی ترقی کیلئے ۹ موٹرویز کی تعمیر کا ایک منصوبہ بنایا گیا ہے۔ اس منصوبے کے تحت پہلے مرحلے میں لاہور تا اسلام آباد موٹروے (M-2) ۱۹۹۷ء میں مکمل ہوا۔ دوسرے مرحلے میں اسلام آباد تا پشاور (M-1) اور پنڈی بھنیاں تا فیصل آباد (M-3) پایہ تکمیل کو پہنچا جبکہ فیصل آباد تا ملتان (M-4) یہ کام جاری ہے۔

سڑکوں کی تعمیر و مرمت کے لئے ہر سال سرکاری شعبے سے اوسطاً ۴۰ کروڑ روپے خرچ کئے جاتے ہیں۔ ان سڑکوں پر سامان اور مسافروں کی نقل پذیری زیادہ تر نجی شعبے کے ہاتھ میں ہے۔ نجی اور سرکاری شعبے کی کارکردگی کے باوجود پاکستان میں اندرونی ذرائع نقل و حمل اب بھی بڑی حد تک پسماندگی کا شکار ہے۔

ریلویز :-

پاکستان کا زیادہ تر علاقہ میدانی ہے جس میں ریلوے نقل و حمل کا ایک سستا اور محفوظ ذریعہ ثابت ہوا ہے۔ ریلوے کے ذریعے مسافروں کے علاوہ زرعی اجناس، صنعتی خام مال اور مصنوعات ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچایا جاتا ہے۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان کے حصے میں آنے والی ریلوے لائنیں اور انجن وغیرہ بہت ہی پرانے تھے جس کی وجہ سے ریلوے کا نظام ابتدائی سے مشکلات میں مبتلا رہا۔ ان مشکلات کو آہستہ آہستہ دور کیا گیا۔ ریل کے انجن جو ابتدا میں کوئلے سے چلتے تھے ان کی جگہ ڈیزل اور تیل کے انجن استعمال ہونے لگے۔ پشویوں اور ڈبوں کی حالت کو درست کیا گیا۔ نہ صرف چند نئی لائنیں بچھائی گئیں بلکہ تنگ لائنوں کو چوڑا بھی کیا گیا۔ لاہور اور خانیوال کے درمیان بجلی سے گاڑیاں چلائی گئیں۔ لاہور (مغل پورہ) ریلوے ورکشاپ کی اصلاح کی گئی اور اسلام آباد میں ریلوے وکیٹن ورکشاپ قائم کی گئی جس میں انجن اور ڈبوں کی مرمت کا کام کیا جاتا ہے۔

پاکستان میں اس وقت ریلوے لائنوں کی کل لمبائی تقریباً ۱۳ ہزار کلومیٹر ہے۔ ریلوے کے ذریعے اوسطاً ۱۵ کروڑ افراد اور ایک کروڑ بیس لاکھ ٹن سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں۔ ریلوے کی سالانہ آمدنی مجموعی پیداوار کا ۲ فیصد ہے۔ جبکہ تقریباً ڈیڑھ لاکھ افراد کا روزگار ریلوے سے منسلک ہے۔ ریلوے کا تمام تر نظام وفاقی حکومت کے زیر نگرانی پاکستان ریلوے بورڈ کے ہاتھوں میں ہے یہی بورڈ تمام تر کارکردگی کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

ہوائی نقل و حمل

ہوائی نقل و حمل تیز رفتار ہونے کی وجہ سے جدید دنیا کی اہم ضرورت بن چکا ہے۔ اس سے نہ صرف سالوں کا سفر دنوں میں اور دنوں کا گھنٹوں میں طے ہونے لگا ہے بلکہ ہماری رسائی ایسے علاقوں تک ممکن ہو گئی ہے جہاں موسمی تغیرات کی وجہ سے دوسرے ذرائع سے پہنچنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہوتا تھا۔

اس کے علاوہ سیلاب کے دنوں میں جب سڑکیں اور ریلوے لائنیں ڈوب جاتی ہیں تو صرف ہوائی نقل و حمل ہی واحد ذریعہ ہے جس سے امدادی سامان متاثرہ علاقوں تک پہنچایا جاتا ہے اور متاثرہ افراد کو محفوظ مقامات تک پہنچایا جاتا ہے۔

قیام پاکستان کے وقت ملک میں صرف ایک ہوائی کمپنی اور بین الاقوامی ایئر لائنز کے نام سے قائم کر دی گئی اس کمپنی نے بڑی تیزی سے ترقی کی، اندرون ملک اور بیرون ملک خدمات سرانجام دیں۔ اس وقت پی آئی اے کے پاس ۴ جہاز موجود ہیں، جس میں بونینگ، ڈی سی - ۱۰، ایئر بس، فوکر اور دو انجن والے جہاز شامل ہیں۔ اس کمپنی کے پاس ماہر انجینئرز اور جدید ورکشاپ موجود ہیں۔ اس کی پروازیں دنیا کے بیشتر ممالک تک جاتی ہیں۔ اس ہوائی کمپنی نے ۲۱ ہزار لوگوں کو روزگار میسایا کیا ہوا ہے۔ پی آئی اے کا انتظام وفاقی حکومت کا نامزد کردہ ایک بورڈ آف ڈائریکٹرز چلاتا ہے۔

کچھ عرصہ پہلے پاکستان میں نجی شعبے کو بھی ہوائی نقل و حمل کی اجازت دی گئی ہے جس کی وجہ سے اس وقت ملک میں کئی ہوائی کمپنیاں کام کر رہی ہیں۔ ان کمپنیوں کی وجہ سے مقابلے کی فضا پیدا ہوتی ہے اور لوگوں کو نسبتاً کم کرائے پر فضائی سہولیات میسر ہوئی ہیں۔

آبی ذرائع نقل و حمل

پاکستان میں ملک کے اندر آمدورفت کے لئے آبی راستوں کا استعمال بہت کم ہے۔ کیونکہ موسم کے مطابق اکثر یا تو پانی بہت کم ہوتا ہے یا اتنا زیادہ ہو جاتا ہے کہ سیلاب آنے لگتے ہیں۔ صرف کچھ علاقوں میں دریاؤں کو عبور کرنے کے لئے کشتی استعمال ہوتی ہے یا پہاڑی علاقوں سے دریاؤں کے راستے لکڑی کو بہا کر میدانی علاقوں تک پہنچایا جاتا ہے۔

ذرائع آمدورفت میں سڑکیں اور ٹرین جتنی اہم ہیں بین الاقوامی طور پر وہی اہمیت آبی ذرائع کو حاصل ہے۔ کیونکہ کسی ملک کی تجارت کی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ اس کا تجارتی بحری بیڑہ زیادہ سے زیادہ وسیع اور جدید ہو۔

قیام پاکستان کے وقت ہمارے تجارتی بحری بیڑے میں صرف تین جہاز تھے جن کی باربرداری کی گنجائش صرف اٹھارہ ہزار ٹن تھی اس لئے ملک کی تمام بیرونی تجارت غیر ملکی جہازوں کی کمپنیوں کے جہازوں کے ذریعے ہوتی تھی جس پر کافی زرمبادلہ خرچ آتا تھا۔ لہذا غیر ملکی کمپنیوں پر انحصار کرنے کیلئے حکومت نے اپنے تجارتی بیڑے میں بحری جہازوں کی تعداد میں اضافہ کرنا شروع کیا۔ مارچ ۱۹۶۴ء کو نیشنل شپنگ کارپوریشن قائم کی گئی۔ اس کارپوریشن کے تحت نہ صرف نئے جہاز خریدے بلکہ پرانے جہازوں کو مرمت کروا کے قابل استعمال حالت میں لایا گیا۔ پاکستان نیشنل شپنگ کارپوریشن کے بحری بیڑے میں اس وقت ۵۰ کے قریب بحری جہاز موجود ہیں جو چھ مختلف بحری راستوں پر چلتے ہیں۔

پاکستان کے پاس صرف کراچی کی ایک ہی بندرگاہ موجود تھی لہذا بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر کراچی کے جنوب

میں ایک نئی بندرگاہ پورٹ قاسم تعمیر کی گئی۔ ۱۹۸۱ء سے یہ بندرگاہ بھی استعمال ہو رہی ہے۔ پاکستان اسٹیل کی زیادہ تر درآمدی ضروریات پورٹ قاسم کے ذریعے ہی پوری ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ گوادر (بلوچستان) میں ایک بندرگاہ ہے جبکہ سندھ میں ایک بندرگاہ لیٹنی بندر کی تعمیر کا منصوبہ زیر غور ہے۔

۳۔ خود آزمائی نمبر ۳

- سوال نمبر ۱۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب تحریر کریں۔
- ۱۔ اچھے ذرائع نقل و حمل زراعت کے لئے کس طرح ضروری ہیں؟
 - ۲۔ پاکستان میں نقل و حمل کے کون کون سے ذرائع زیادہ تر استعمال ہوتے ہیں؟
 - ۳۔ شاہراہ پاکستان کن مقامات کو آپس میں ملاتی ہے؟
 - ۴۔ انڈس سپربائی وے کی تکمیل کے بعد کراچی اور پشاور کے درمیان کتنا فاصلہ کم ہو جائے گا؟
 - ۵۔ سڑکوں کی تعمیر و مرمت پر سرکار کتنا سالانہ خرچ کرتی ہے؟
 - ۶۔ پاکستان میں ریلوے لائنوں کی کل لمبائی کتنی ہے؟
 - ۷۔ کن دو شہروں کے درمیان بجلی سے ٹرین چلتی ہے؟

سوال نمبر ۲۔ مندرجہ ذیل خالی جگہاں مناسب الفاظ سے پر کریں۔

- ۱۔ پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائنیز کے پاس جہاز ہیں۔
(۳۰، ۳۷، ۳۸)
- ۲۔ پاکستان میں لوگوں کو نسبتاً کم کرائے پر فضائی سہولیات میسر ہوئی ہیں کیونکہ
(پی آئی اے نے کرائے کم کر دیئے ہیں، کئی نئی کمپنیاں کام کر رہی ہیں)
- ۳۔ پاکستان کے بحری جہاز بحری راستوں پر چلتے ہیں۔
(چھ، دس، سات)
- ۴۔ پاکستان اسٹیل کی زیادہ تر درآمدی ضروریات کے ذریعے پوری ہوتی ہیں۔
(کراچی کی بندرگاہ، پورٹ قاسم، کینٹی بندر)
- ۵۔ کسی ملک کی تجارت کی ترقی کے لئے کا وسیع اور جدید ہونا ضروری ہے۔
(ہوائی سروس، ریلویز، تجارتی بحری بیڑے)

۴۔ خبر رسانی کے ذرائع

ذرائع آمدورفت کی طرح خبر رسانی کے ذرائع بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں خاص طور پر کسی ملک کی معاشرتی اور سیاسی زندگی میں بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کے ذریعے حکومت اور عوام کے درمیان رابطہ رہتا ہے، ملکی و غیر ملکی تجارت کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ یہ ذرائع نہ صرف لوگوں کو تفریح اور سہولت مہیا کرتے ہیں بلکہ تعلیم و تربیت کے فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں۔ آئیے! اب پاکستان میں خبر رسانی کے خاص خاص ذرائع کا جائزہ لیں۔

۴۔۱۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن

ریڈیو اور ٹیلی ویژن خبر رسانی کے ایسے ذرائع ہیں کہ جن کے ذریعے اجتماعی رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے جس کی وجہ سے ان کو دنیا بھر میں اہمیت حاصل ہے۔ ان ذرائع کی بدولت تجارت پیشہ لوگ دنیا کے معاشی اور سیاسی حالات سے لمحہ بہ لمحہ آگاہ رہتے ہیں۔ دور دراز علاقوں میں رہنے والے ناخواندہ لوگوں میں بھی معاشی و سیاسی شعور بیدار ہوتا ہے اور زراعت سے وابستہ لوگ گھربٹھے کیڑوں سے بچاؤ کی تدبیریں، اعلیٰ بیج اور کھاد کے متعلق معلومات اور سیلاب کے متعلق اطلاع حاصل کر لیتے ہیں۔

ریڈیو

قیام پاکستان کے وقت ہمارے پاس علاقائی نوعیت کے صرف دو ریڈیو اسٹیشن تھے جو کل آبادی کے صرف ۱۶ فیصد تک نشریات پہنچاتے تھے۔ ملک کی ترقی کے ساتھ ریڈیو کو بھی ترقی دی گئی۔ اس وقت ملک میں ۱۱ ریڈیو اسٹیشن ہیں جو دن میں ۱۷ زبانوں میں پروگرام نشر کرتے ہیں جن میں علاقائی اور غیر ملکی زبانیں شامل ہیں۔

ٹیلی ویژن

پاکستان میں ٹیلی ویژن کی نشریات کا آغاز ۱۹۶۴ء میں ہوا۔ اس وقت ملک میں پانچ ٹی وی اسٹیشن (کراچی، لاہور، پشاور، کوئٹہ اور راولپنڈی اسلام آباد) کام کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک تعلیمی چینل (سرکاری) اور دوسرے کئی چینلوں (غنی شعبے) میں اپنی نشریات پیش کر رہے ہیں۔

ٹی وی کی آمدنی کا ذریعہ اشتہارات اور لائسنس فیس ہیں۔ پاکستان ٹیلی ویژن کی نشریات اس وقت ملک کے تقریباً تمام سبوں میں دیکھی جاتی ہیں۔ مائیکرو بونڈ نظام کے تحت پانچوں اسٹیشنوں کو آپس میں ملا دیا گیا ہے نہ صرف یہ بلکہ مواصلاتی سیارے کے ذریعے دیگر ممالک کے پروگرام بھی براہ راست دکھائے جاتے ہیں۔

۴۶۲۔ ڈاک

پاکستان میں محکمہ ڈاک، ڈاک کی سہولیات دینے کے علاوہ کئی اور فرائض بھی سرانجام دے رہا ہے جس میں بچت سرٹیفکیٹ فروخت کرنا، ریونیو ٹکٹ فروخت کرنا، ریڈیو، موٹر گاڑیوں اور اسکوٹروں کے لائسنس جاری کرنا، لائف انشورنس اور سیونگ بینک کی سہولیات دینا شامل ہیں۔ ڈاک خانوں کے ذریعے مختلف علاقوں کے لوگوں اور اداروں کا آپس میں رابطہ رہتا ہے۔ یہ خبررسانی کا سب سے سستا اور باکفایت ذریعہ ہے۔ ملک کے بڑے شہروں کے اندر اور بیرون ملک ڈاک، ہوائی جہازوں کے ذریعے بھی پہنچائی جاتی ہے۔

۴۶۳۔ اخبارات

قیام پاکستان کے وقت صحافت زیادہ منظم نہ تھی پھر بھی اس نے جدوجہد آزادی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ آزادی کے بعد صحافتی سرگرمیاں بڑھیں تو اخبارات کی تعداد اور اشاعت میں بھی اضافہ ہوا۔ ٹیلی پرنٹر کی سہولیات ملنے کے بعد دنیا بھر کے خبررساں نظام سے ہمارا رابطہ ہو گیا۔ پاکستان میں اس وقت سو سے زیادہ تعداد میں اخبارات اور روزنامے چھپ رہے ہیں۔ ان کے ذریعے دنیا میں رونما ہونے والے اہم واقعات کے متعلق واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ خبررسانی کے لئے دو بین الاقوامی نوعیت کی ایجنسیاں پاکستان پریس انٹرنیشنل (PPI) اور ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان (APP) بھی یہاں کام کر رہی ہیں۔

اخبارات نہ صرف تازہ ترین حالات سے باخبر رکھتے ہیں بلکہ صنعت و تجارت اور زراعت کے متعلق کسانوں، تاجروں اور صنعت کاروں کو اہم معلومات بھی فراہم کرتی ہیں۔ اخبارات کی بدولت لاکھوں لوگوں کو روزگار ملتا ہے اور مصنوعات کی تشہیر بھی ہوتی ہے۔

۴۶۴۔ تار اور ٹیلی فون

تار اور ٹیلی فون کے بغیر کسی صنعتی، تجارتی یا کاروباری ادارے کا وجود نامکمل سمجھا جاتا ہے۔ ان کی وجہ سے مندرجہ کو وسعت ملتی ہے اور معاشی ترقی کی رفتار تیز ہوتی ہے۔

آزادی کے وقت پاکستان کے حصے میں صرف اڑھائی سو ٹیلی فون ایجنسیں آئے تھے لیکن بعد میں اس شعبے نے کافی ترقی کی۔ ۱۹۳۹ء میں لاہور میں ایک ورکشاپ قائم کی گئی جو بعد میں ایک کارخانے کی صورت میں سکونڈری منتقل کی گئی۔ اس کے علاوہ ہری پور میں ٹیلی فون انڈسٹری آف پاکستان (TIP) اور اسلام آباد میں کیریئر ٹیلی فون انڈسٹری قائم کی گئی۔ ملک کے تمام شہروں کو ڈائریکٹ ڈائلنگ کے نظام سے منسلک کر دیا گیا جبکہ دنیا کے کئی ممالک کے ساتھ پاکستان کا ٹیلی فون کے ذریعے براہ راست رابطہ ہے۔

ای۔ میل (الیکٹرانکس میل)

یہ پیغام رسانی کا جدید طریقہ ہے جس کے ذریعے ایک مقام سے دنیا کے کسی بھی حصے تک منٹوں اور سیکنڈوں میں پیغامات کا تبادلہ کیا جاسکتا ہے۔ وہ ممالک اور شہر جو آپس میں سہولت یا مصنوعی سیارے کے ذریعے ٹیلی فون کے ڈائریکٹ ڈائلنگ کے نظام سے جڑے ہوئے ہیں وہ ای۔ میل کے ذریعے پیغامات وصول کر سکتے ہیں۔ یہ وسیلہ پیغام رسانی کے دوسرے وسائل کے مقابلے میں سستا اور تیز رفتار مانا جاتا ہے۔ اس نظام کے تحت کمپیوٹر کو ٹیلی فون کے نظام سے جوڑا جاتا ہے اور مطلوبہ ٹیلی فون نمبر ملا کر کمپیوٹر کے ذریعے معلومات کا تبادلہ کیا جاتا ہے۔

فیکس

پیغام رسانی کا یہ جدید نظام ای میل سے مشابہت رکھتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس نظام میں فیکس مشین ٹیلی فون سے جوڑا جاتا ہے۔ فیکس مشین فوٹوکاپی کرنے والی مشین کی طرح دوسری جانب سے آنے والے پیغامات کی نقول کرتی ہے۔ اگر آپ نے کوئی پیغام فیکس کے ذریعے پہنچانا ہے تو آپ کاغذ پر پیغام لکھ کر فیکس مشین میں ڈالیں اور اپنے ٹیلی فون پر فیکس مشین سے جڑا ہوا ہے) پر مطلوبہ نمبر ڈائل کریں، دوسری جانب فون کی گھنٹی بجنے کے ساتھ پیغام کی نقل پہنچنا شروع ہو جائے گی۔ اس طرح سیکنڈوں میں آپ فیکس کی مدد سے پیغامات ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا سکتے ہیں۔

۴۶۵۔ خود آزمائی نمبر ۴

مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب تحریر کریں۔

- ۱۔ خبر رسانی کے کس ذریعے سے لوگوں سے اجتماعی رابطہ قائم ہوتا ہے؟
- ۲۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن زراعت سے وابستہ لوگوں کو سہولتی معلومات پہنچاتے ہیں؟
- ۳۔ پاکستان کا ریڈیو کتنی زبانوں میں پروگرام نشر کرتا ہے؟
- ۴۔ پاکستان میں خبر رسانی کی کون سی بین الاقوامی ایجنسیاں کام کر رہی ہیں؟
- ۵۔ ٹی۔ وی کی آمدنی کا ذریعہ کون سا ہے؟
- ۶۔ فیکس مشین کس کے ساتھ جوڑا جاتا ہے؟

۵۔ تشریحات

مددگار	معاون
اپنی ذمہ داری	خود کفالت
قائم کیا گیا۔ جو منفی نہ ہو	مثبت
جو سرمایہ لگائے	سرمایہ کار
قبضہ	تحویل
ہمت ختم کرنا	حوصلہ شکنی
قسم کی جمع	اقسام
پرزے کی جمع	پرزہ جات
زیادہ مقدار	کثیر مقدار
ضرورت سے کم	نا کافی
زیادہ۔ بڑھانا	فروغ
جس پر غور کیا جا رہا ہو	زیر غور
زیادہ پیداوار	فاضل پیداوار
جراثیم کو مارنے والی	جراثیم کش
وہ گودام جہاں سے اشیاء مسیحا کی جاتیں	سیلائی ڈپو
کانٹے، چمچے، چھریاں وغیرہ	کٹکری
آپریشن کرنے والے آلات	آلات جراحی
لینا اور دینا	لین دین
اندر	اندرونی
باہر	بیرونی
درآمد کی جمع	درآمدات

برآمدات	برآمد کی جمع
گاڑیوں کے	گاڑیوں کا فریم یا ڈھانچا
توازن	برابر ہونا۔ ہم وزن ہونا
وسعت	پھیلاؤ
بحری	سمندری
باہمی رابطے	آپس کے رابطے یا تعلقات
ہموار	برابر۔ موافق
قومی یک جہتی	قوم کا اتحاد، قوم کا اتفاق
کلیدی کردار	بنیادی کردار
مکمل	مکمل ہونا
نقل پذیری	ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا
بین الاقوامی	دنیا کے مختلف ممالک۔ دنیا کی مختلف اقوام
فروغ	بڑھانا (ترقی دینا)
ناخواندہ	غیر تعلیم یافتہ۔ ان پڑھ
روزنامے	روز شائع ہونے والے
تشیر	مشہور کرنا
منسلک	ملا ہوا

۶۔ جوابات

خود آزمائی نمبر ۱

سوال نمبر ۱۔

(۱) ۵۰ (۲) صنعتی ترقیاتی کارپوریشن (۳) تین (۴) روس (۵) ہیوی مکینیکل کمپلیکس

سوال نمبر ۲۔

(۱) ۱۹۶۱ء (۲) یونٹ کالیکشن نمبر ۱۶۲ دیکھیں (۳) یونٹ کالیکشن نمبر ۱۶۳ دیکھیں (۴) چین کے

(۵) ٹیکسلا میں

سوال نمبر ۳۔

(۱) بیس (۲) تین (۳) ایران (۴) دو (۵) ۷۲

سوال نمبر ۴۔

یونٹ کالیکشن نمبر ۱۶۳ء اور ۱۶۳ء دیکھیں

خود آزمائی نمبر ۲

یونٹ کالیکشن نمبر ۲ دیکھیں

خود آزمائی نمبر ۳

سوال نمبر ۱۔ یونٹ کالیکشن نمبر ۳ دیکھیں

سوال نمبر ۲۔ یونٹ کالیکشن نمبر ۳ دیکھیں

خود آزمائی نمبر ۴

یکشن نمبر ۴ دیکھیں۔

پاکستان کی آبادی اور ثقافت و معاشرت

تحریر
ڈاکٹر ثمنینہ اعوان
نظر ثانی
بشیر احمد طاہر
ثمنینہ امان

یونٹ کا تعارف

کسی ملک کی ثقافت و معاشرت اس کی پہچان ہوتی ہے۔ اس شناخت کے صحیح ادراک کے لئے علاقے میں آبادی کے مکمل اعداد و شمار سے واقفیت بہت ضروری ہے۔ اس یونٹ میں ہم پاکستان کی کل آبادی، اس کی خصوصیات، نقل مکانی کی وجوہات، بڑھتی ہوئی آبادی سے پیدا ہونے والے مسائل اور ساتھ ہی چاروں صوبوں کی علاقائی ثقافت کا تفصیلاً جائزہ لیں گے۔ اس کے علاوہ تازہ ترین اعداد و شمار کی مدد سے پاکستان میں افزائش آبادی کے صحیح تناسب کا مطالعہ کیا جائے گا۔ پاکستانی ثقافت مختلف النوع تقاضوں اور علاقائی معاشرت کے مختلف انداز کے مجموعہ کا نام ہے۔ ہم اس کلی ثقافت کا مطالعہ علاقائی تقاضوں کے تاریخی اور سماجی پس منظر میں کرنے کی کوشش کریں گے۔

یونٹ کے مقاصد

- ۱۔ اس یونٹ کے مطالعہ کے بعد ہمیں امید ہے کہ آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ پاکستان کی کل آبادی کے اعداد و شمار اور اس کی خصوصیات کے بارے میں معلومات فراہم کر سکیں۔
- ۲۔ پاکستان میں نقل مکانی کی وجوہات اور اس کے اثرات بیان کر سکیں۔
- ۳۔ مختلف علاقائی تقاضوں کا باہمی فرق واضح کر سکیں۔

فہرست مضامین

187	یونٹ کا تعارف
187	یونٹ کے مقاصد
190	۱۔ آبادی
190	۱ء۱۔ پاکستان کی آبادی
191	۱ء۲۔ آبادی کی خصوصیات
194	۱ء۳۔ خود آزمائی نمبر ۱
195	۲۔ شہری و دیہی آبادی کی تقسیم
195	۲ء۱۔ نقل مکانی کی وجوہات
196	۲ء۲۔ نقل مکانی سے پیدا شدہ مسائل
197	۲ء۳۔ پاکستان میں افراط آبادی کا مسئلہ
199	۲ء۴۔ بڑھتی ہوئی آبادی کا حل
200	۲ء۵۔ خود آزمائی نمبر ۲
201	۳۔ ثقافت کیا ہے؟
201	۳ء۱۔ ثقافت اور معاشرہ
201	۳ء۲۔ پاکستان کی ثقافت و معاشرت
202	۳ء۳۔ اسلامی ثقافت کا حصہ
202	۳ء۴۔ پاکستانی زبانیں
205	۳ء۵۔ خود آزمائی نمبر ۳
206	۴۔ قومی زندگی میں یک جہتی کا اظہار
206	۴ء۱۔ تہوار
207	۴ء۲۔ لباس

207	۳۶۳۔ دستکاریاں
208	۳۶۴۔ فنون
209	۳۶۵۔ خود آزمائی نمبر ۴
210	۵۔ تشریحات
212	۶۔ جوابات

۱۔ آبادی

کسی ملک کی آبادی کے متعلق کچھ بتانے سے پہلے آبادی کے مفہوم کو جاننا ضروری ہے۔

”کسی جگہ پر رہنے والے افراد جس میں بچے، بوڑھے، جوان، مرد اور عورتیں شامل ہیں، ان کی کل تعداد آبادی کہلاتی ہے۔“ ملک کی مجموعی آبادی سے مراد ایک ملک کی جغرافیائی حدود میں آباد تمام افراد ہیں جو آبادی کی گنتی کے وقت وہاں پر رہائش پذیر ہوں۔

۱۔۱ پاکستان کی آبادی

ملک کی معاشی و معاشرتی ترقی کے لئے پہلے منصوبہ بندی کی جاتی ہے اور منصوبہ بندی کرنے سے پہلے ملک میں رہنے والے کل افراد کی تعداد، آبادی کی علاقائی تقسیم شہری و دیہی آبادی کا تناسب، شرح افزائش، شرح تعلیم اور آبادی کے خاص پیشوں وغیرہ کے متعلق کوائف جمع کئے جاتے ہیں کوائف جمع کرنے کے اس عمل کو مردم شماری کہتے ہیں۔ مردم شماری عام طور پر ہر دس سال بعد کی جاتی ہے۔ پاکستان میں کی جانے والی مردم شماریوں کے اعداد و شمار جاننے کے لئے آئیے نیچے گوشوارہ ملاحظہ کریں۔

مردم شماری (سال)	کل آبادی (ملین میں)
۱۹۵۱ء	۳۳,۷۴۰
۱۹۶۱ء	۴۶,۲۰۰
۱۹۷۲ء	۶۵,۰۳۹
۱۹۸۱ء	۸۴,۳۵۳
۱۹۹۸ء	۱۳۲,۶۴
۲۰۰۵ - ۲۰۰۴ء	۱۵۲,۵۳
۲۰۱۰ء	۱۷۳,۶۵

* ایک ملین دس لاکھ کے برابر ہے۔

** پاکستان کے اقتصادی سروے کے مطابق

انٹو دو شمار کا مقابلہ دوسرے ممالک کی آبادی سے کریں تو ایک تشویش ناک حقیقت سامنے آتی ہے، دنیا کی آبادی ان سالوں میں تین گنا جبکہ پاکستان کی آبادی چھ گنا بڑھی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اگر آبادی کے بڑھنے کی رفتار کو کنٹرول نہ کیا گیا تو آئندہ بیس سالوں میں پاکستان کی آبادی دو گنی ہو جائے گی جبکہ باقی دنیا کی آبادی کو دو گنا ہونے میں چالیس سال لگیں گے۔

۱۶۲۔ آبادی کی خصوصیات

پاکستان کی آبادی کی خصوصیات کیا ہیں؟ آئیے ان کی تفصیل معلوم کریں۔

(۱) شرح پیدائش

کسی خاص مدت کے دوران ملک میں زندہ پیدا ہونے والے بچوں کی تعداد میں سے اس عرصے کے دوران ہونے والی کل اموات کی تعداد کو اگر منہا (کمال) کر دیا جائے تو شرح پیدائش معلوم ہو جاتی ہے۔ پاکستان میں شرح پیدائش بہت زیادہ ہے۔ پہلی مردم شماری ۱۹۵۱ء اور دوسری مردم شماری ۱۹۶۱ء کے درمیانی مدت میں ہمارے ملک میں شرح پیدائش ۲۴ فیصد سالانہ تھی جو بڑھتی ہوئی ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق ۳۱ تک پہنچ گئی۔ حکومت کی کچھ توجہ سے شرح پیدائش میں کمی واقع ہوئی ہے۔ سن ۲۰۰۲ء کے اعداد و شمار کے مطابق شرح پیدائش ۲۶ تھی۔ ۱۰-۲۰۰۹ء کے اقتصادی جائزے کے مطابق آبادی میں اضافے کی شرح ۲۵ فیصد ہے۔ اس قدر تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی سے قدرتی ذرائع پیداوار، ماحولیات اور سماجی خدمات کے شعبوں پر شدید دباؤ کا اندیشہ ہے۔

(۲) شرح اموات

شرح اموات سے مراد کسی خاص عرصے میں رونما ہونے والی اموات اور آبادی میں اضافے کا درمیانی فرق ہے۔ ۱۹۸۱ء کے اعداد و شمار کے مطابق کل شرح اموات ۱۲ افراد فی ہزار تھی جو کہ ۱۹۹۱ء میں کم ہو کر ۸.۹ ہو گئی۔ علاج و معالجے کی بہتر سہولیات کی وجہ سے یہ شرح کچھ کم تو ہوتی ہے لیکن صورت حال ابھی بھی تسلی بخش نہیں ہے۔ ۱۰-۲۰۰۹ء کے اعداد و شمار کے مطابق یہ شرح ۷.۴ ہے۔ ہمارے ملک میں عورتوں میں اوسط عمر ۶۵ سال اور مردوں میں ۶۳ ہے جو کہ ترقی یافتہ ممالک کی نسبت بہت کم ہے۔ شرح اموات مختلف عمروں میں الگ الگ ہے۔ ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق فی ہزار زندہ پیدا ہونے والے بچوں میں شرح اموات ۹۰ فی ہزار ہے جبکہ پاکستان ڈیموگرافک اسٹیٹ ۰۵-۲۰۰۴ء کے مطابق یہ شرح گھٹ کر ۸۲ ہو گئی ہے۔

(۳) جنس کا تناسب

ہمارے ہاں مردوں کی تعداد عورتوں سے زیادہ ہے۔ ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق ۱۰۰ عورتوں کے مقابلے میں

مردوں کی تعداد ۱۱۰ تھی۔ اقتصادی سروے ۱۰-۲۰۰۹ کے مطابق مردوں کی شرح ۷۵.۱ اور خواتین کی شرح ۳۸.۷ فی صد ہے۔ عورتوں کی تعداد کم ہونے کا بڑا سبب زچگی کی اموات اور صحت و خوراک پر مردوں کی نسبت کم توجہ ہے۔

(۴) آبادی کی گنجانیت

آبادی کی گنجانیت سے مراد ایک مربع کلومیٹر میں اوسطاً آباد لوگوں کی تعداد ہے۔ آبادی کی گنجانیت سے ہمیں زمین اور دیگر وسائل پر آبادی کے بوجھ کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق ۱۱۰۵ افراد فی کلومیٹر تھے۔ ۱۹۹۸ء میں یہ تعداد بڑھ کر ۱۲۶۶ افراد فی کلومیٹر ہوئی۔ جبکہ سن ۲۰۰۲ کے اقتصادی سروے کے مطابق یہ شرح ۱۸۳ افراد ہو گئی ہے۔ ان اعداد و شمار سے اندازہ ہوتا ہے کہ پاکستان ایک گنجان آباد ملک ہے۔ وسائل کے مقابلے میں آبادی زیادہ ہے جس کی وجہ سے نہ صرف فی کس اقتصادی وسائل کم میسر آ رہے ہیں بلکہ بے شمار مسائل بھی پیدا ہو رہے ہیں۔

(۵) شرح خواندگی

معاشیات کے ماہرین اس بات پر زور دیتے ہیں کہ کسی ملک کی سب سے زیادہ نفع آور سرمایہ کاری لوگوں کو تعلیم دینا اور فنی تربیت دلانا ہے۔ بد قسمتی سے پاکستان میں خواندگی کی شرح بہت کم ہے۔ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے مطابق پڑھے لکھے افراد کی تعداد ۱۶.۷ فیصد تھی جو آہستہ آہستہ بڑھ رہی ہے۔ ۱۹۸۱ء میں یہ شرح ۲۶.۲ تھی۔ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ڈویژن کے ایک جائزے کے مطابق ۱۹۹۳ء میں خواندگی کی شرح ۳۶.۸ تھی جس میں ۴۸.۹ مردوں اور ۲۳.۵ عورتوں کی شرح تھی۔ ۲۰۰۸-۰۹ء کے اقتصادی سروے کے مطابق شرح خواندگی بڑھ کر ۵۷.۷ ہو گئی ہے۔ ابھی بھی یہ شرح کم ہے کیونکہ آبادی جس رفتار سے بڑھ رہی ہے خواندگی کے بڑھنے کی رفتار اس سے بہت کم ہے۔

(۶) افرادی قوت

افرادی قوت سے مراد باروزگار آبادی یا کمانے والی آبادی ہے۔ پاکستان میں کام کرنے والی آبادی کا تناسب بہت کم ہے۔ ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق یہ شرح کل آبادی کا ۲۲.۷ فیصد تھی جو کہ آبادی کی تعداد کی نسبت بہت کم ہے۔ یعنی ہمارے ملک میں تقریباً ۲۵ فیصد لوگ کمارہے ہیں اور باقی ۷۵ فیصد ان کی کمائی پر انحصار کرتے ہیں۔ اس پسماندگی کا بڑا سبب بچوں کی بڑی تعداد (کل آبادی کا ۴۵ فیصد ہیں) اور عورتوں کی کمائی کو معیوب سمجھنا ہے۔ حکومت کے مختلف اقدامات اور کوششوں کے نتیجے میں افرادی قوت کی شرح پہلے سے بہتر ہوئی ہے۔ اکنامک سروے آف پاکستان ۱۹۹۳ء کے مطابق

افراد کی قوت کی شرح ۳۴.۹۸ فیصد تھی جو ۲۰۰۲ء میں بڑھ کر ۳۲.۸ فیصد ہو گئی تھی۔ ۱۰-۲۰۰۹ء کے اقتصادی جائزے کے مطابق یہ شرح ۵۹.۳ ہو گئی ہے لیکن ابھی بھی یہ شرح ترقی پذیر ممالک کی نسبت کم ہے۔

(۷) پیشہ

ہماری معیشت بنیادی طور پر زرعی معیشت ہے اس لئے آبادی کی ایک بڑی تعداد زراعت کے پیشے سے منسلک ہے۔ پاکستان کی تقریباً ۲۸ فیصد آبادی کھیتی باڑی یا زراعت پر دار و مدار رکھنے والے پیشوں سے وابستہ ہے۔ تقریباً ۲۵ء ۱۱ فیصد لوگ صنعت کاری کے شعبے سے وابستہ ہیں جبکہ تیسرا بڑا شعبہ تجارت ہے جس سے ۱۳.۵۰ فیصد لوگ منسلک ہیں۔

(۸) شہری و دیہی آبادی

زرعی ملک ہونے کی وجہ سے آبادی کی اکثریت دیہات میں رہائش پذیر ہے۔ ۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے اعداد و شمار کے مطابق کل آبادی کے ۷۸ فیصد افراد شہروں میں اور ۲۲ فیصد دیہات میں آباد تھے۔ اس کے بعد شہری آبادی میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ۱۹۹۱ء کے اعداد و شمار کے مطابق ۳۵ فیصد لوگ شہروں میں آباد تھے۔ ۱۹۹۸ء کے اعداد و شمار کے مطابق دیہی اور شہری آبادی کا تناسب ۶۰ فی صد اور ۴۰ فی صد رہا ہے جبکہ ۱۰-۲۰۰۹ء کے اقتصادی جائزے کے مطابق شہری آبادی کی شرح ۳۶.۳ اور دیہی آبادی کی شرح ۶۳.۷ ہے۔ شہروں میں منتقلی کے کئی اسباب ہیں جن کی تفصیل آپ پونٹ کے اگلے حصے میں پڑھیں گے۔

۱۶۔ خود آزمائی نمبر ۱

مندرجہ ذیل سوالات کے صحیح جواب کی نشاندہی کریں۔

۱۔ پاکستان میں پہلی مردم شماری کب کروائی گئی؟

(۱) ۱۹۶۰ء (۲) ۱۹۵۱ء (۳) ۱۹۶۵ء

۲۔ ۱۹۹۸ء کے مطابق پاکستان کی کل آبادی کتنے افراد پر مشتمل ہے؟

(۱) تقریباً ۱۳۲ ملین (۲) تقریباً ۸۴ ملین (۳) تقریباً ۶۵ ملین

۳۔ پاکستان کی آبادی آئندہ کتنے سالوں میں دوگنی ہو جائے گی؟

(۱) دس سال (۲) بیس سال (۳) چالیس سال

۴۔ پہلی اور دوسری مردم شماری کے درمیانی مدت میں ہمارے ملک کی شرح پیدائش کیا تھی؟

(۱) ۲۶ فیصد (۲) ۲۹ فیصد (۳) ۳۱ فیصد

۵۔ ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق بچوں میں شرح اموات ۹۰ فی ہزار تھی۔ ۲۰۰۳ء کے مطابق یہ شرح کیا ہے۔

(۱) بڑھی ہے (۲) کم ہوئی ہے (۳) وہی ہے

سوال نمبر ۲۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے مختصر جواب لکھیں۔

۱۔ افرادی قوت سے کیا مراد ہے؟

۲۔ ۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے اعداد و شمار کے مطابق کتنے فیصد افراد شہروں میں اور کتنے دیہات میں آباد تھے؟

۳۔ مردوں میں خواندگی کی شرح اس وقت کتنی ہے؟

۴۔ ہمارے ملک میں اس وقت عورتوں میں اوسط عمر کیا ہے؟

۵۔ پاکستان میں کمانے والی آبادی اور ان پر انحصار کرنے والی آبادی کی تقسیم کیا ہے؟

۲۔ شہری و دیہی آبادی کی تقسیم

کسی ملک کی دیہی اور شہری آبادی کی تقسیم کا مطالعہ بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے، کیونکہ اس سے ملک کی اقتصادی خصوصیات اور لوگوں کے رہن سہن کا اندازہ ہوتا ہے۔ جس ملک کی آبادی کی اکثریت شہروں میں رہتی ہے وہ صنعتی و تجارتی لحاظ سے ترقی یافتہ ہوتا ہے اور جہاں آبادی کی اکثریت دیہاتوں میں رہتی ہے وہاں لوگوں کا ذریعہ معاش زراعت اور کھیتی باڑی ہوتا ہے۔ پاکستان کی اکثر آبادی دیہات میں رہتی ہے اور ان کے روزگار کا ذریعہ بنیادی طور پر زراعت ہے، لیکن قیام پاکستان سے لے کر اب تک کے اعداد و شمار پر نظر ڈالی جائے تو دیہات سے شہروں کی طرف نقل مکانی کا رجحان کافی تیز ہوتا ہوا نظر آ رہا ہے ۱۹۵۱ء میں کل آبادی کے ۷۸ فیصد افراد شہروں میں آباد تھے جبکہ ۱۹۹۸ء میں یہ شرح ۳۲ فیصد ہو گئی ہے۔

کسی ایک علاقے سے دوسرے علاقے کی طرف نقل مکانی کرنے سے آبادی کی گنجانی میں کمی یا اضافہ ہو سکتا ہے مثلاً کراچی اس وقت پاکستان کا سب سے زیادہ گنجان آباد شہر ہے کیونکہ تقریباً پورے ملک سے لوگ نقل مکانی کر کے یہاں آتے ہیں۔ شہروں کی طرف نقل مکانی کے کئی اسباب ہیں۔ آئیے! ان کا جائزہ لیتے ہیں۔

۲.۱۔ نقل مکانی کی وجوہات

- ۱۔ دیہات کی نسبت شہروں میں زندگی کی سہولیات بہت زیادہ ہیں۔ اچھی تعلیم کے لئے سکول و کالج، علاج معالجے کے لئے ہسپتال، کلینک ڈاکٹر، دواؤں کی فراہمی اور تفریح کے لئے پارک موجود ہیں۔
 - ۲۔ شہروں میں روزگار کے مواقع زیادہ ہیں نہ صرف سرکاری اور نجی دفاتر شہروں میں قائم کئے گئے ہیں بلکہ صنعتوں کا قیام بھی اکثر شہروں کے اندر یا قریب عمل میں لایا جاتا ہے۔
 - ۳۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی بدولت ضروریات زندگی مثلاً بجلی، پانی اور گیس شہروں میں دستیاب ہیں۔
 - ۴۔ شہروں میں تجارت کے مواقع زیادہ ہیں۔
- دیہاتی آبادی کی شہروں کی طرف منتقلی شہری علاقوں کی نہ صرف منصوبہ بندی کو متاثر کرتی ہے بلکہ کئی مسائل پیدا کر دیتی ہے۔ آئیے! ہم دیکھتے ہیں کہ کون کون سے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

۲۶۲۔ نقل مکانی سے پیدا شدہ مسائل

- شہروں کی طرف نقل مکانی سے رہائشی مکانوں کی قلت ہو جاتی ہے۔ اس لئے لوگوں کو زیادہ کرایہ دے کر مکانات حاصل کرنا پڑتے ہیں یا ایسی رہائش گاہوں میں قیام کرنا پڑتا ہے جہاں بنیادی سہولیات (مثلاً پانی، بجلی، گیس) کا فقدان ہوتا ہے مثلاً کچی آبادیاں۔
- شہروں میں آبادی کے بڑھنے کی وجہ سے صفائی ستھرائی کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ صحت، تعلیم اور تفریح کی سہولیات ناکافی ثابت ہوتی ہیں۔
- افراد کی تعداد میں اضافے کی وجہ سے روزگار کے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں اور مختلف پیشوں پر آبادی کا دباؤ بڑھتا ہے۔
- ٹرانسپورٹ اور ٹریفک کے مسائل بڑھنے کے ساتھ جرائم کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔
- اچھی رہائش حاصل کرنے میں ناکامی کی صورت میں کچی آبادیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے جس سے ماحول کی آلودگی جیسے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔
- ان مسائل کی وجہ سے حکومت کئی ایسے منصوبوں پر عمل کر رہی ہے جن سے آبادی کی منتقلی سے پیدا شدہ مسائل کو حل کیا جاسکے۔ آئیے! اب منصوبوں کا جائزہ لیتے ہیں۔
- زراعت کو فروغ دیا جا رہا ہے تاکہ پیداوار میں اضافہ ہو اور دیہات کے لوگوں کی معاشی حالت بہتر ہو۔
- دستکاری اور گھریلو صنعتوں کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے تاکہ لوگوں کو روزگار کے مواقع میسر آسکیں۔
- کاشت کاروں کے فاضل وقت کو صحیح مصرف میں لانے کے لئے مرغابی، مویشی پالنا اور باغبانی جیسے پیشوں کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے۔
- صنعت و حرفت کے بڑے منصوبوں کے قیام کے وقت دیہی آبادی کے قریب کارخانہ لگانے کی کوشش کی جا رہی ہے تاکہ دیہی لوگوں کو گھر کے قریب روزگار مل جائے۔
- ذرائع آمد و رفت کو بہتر کیا جا رہا ہے تاکہ دیہات کاشتروں سے رابطہ رہے۔
- دیہات میں تعلیم اور صحت کی سہولتوں میں اضافے کے لئے اسکول، کالج، ڈسپنسریاں اور ہسپتال قائم کئے جا رہے ہیں۔
- دیہات کے قریب ہی تجارتی منڈیاں بنائی جا رہی ہیں تاکہ لوگوں کو روزمرہ ضروریات پوری کرنے کے لئے شہر نہ جانا پڑے۔
- بنیادی انسانی ضروریات مثلاً بجلی، پانی اور گیس کی فراہمی کا دیہات میں بھی بندوبست کیا جا رہا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ

ذہنی و جسمانی تفریح کے مواقع بھی بڑھائے جارہے ہیں۔
حکومت کے ان اقدامات کی وجہ سے بہتر نتائج کی توقع ہے۔

۲۶۳۔ پاکستان میں افراط آبادی کا مسئلہ

”افراط آبادی سے مراد کسی ملک کی آبادی کا اس قدر بڑھ جانا ہے کہ وہاں کے ملکی وسائل سے لوگوں کی ضروریات پوری نہ ہو رہی ہوں اور انہیں ایک معقول معیار زندگی مہیا کرنے میں ناکامی ہو۔“

گزشتہ آدھی صدی کی معاشی جدوجہد کے باوجود پاکستان کی بیشتر آبادی بین الاقوامی معیار کے مطابق غربت و افلاس کا شکار ہے کیونکہ ملک کے موجودہ وسائل لوگوں کو معقول معیار زندگی مہیا نہیں کر رہے۔ جس کا بڑا سبب شرح پیدائش کا زیادہ ہونا ہے۔ آبادی میں اضافے کی شرح ۲۶۹ فیصد سالانہ ہے۔ جس کی وجہ سے ملک افراط آبادی کا شکار ہوا ہے۔ آبادی میں تیزی سے اضافے کی وجہ سے قومی ملکی پیداوار کم ہونے کے ساتھ ساتھ رہائش، خوراک، تعلیم، صحت اور روزگار کے مسائل دن بدن بڑھتے جارہے ہیں۔ پلاننگ کمیشن کی ایک رپورٹ کے مطابق

”افراط آبادی ایک ایسی چٹان ہے جس سے معیار زندگی کو بلند کرنے کی تمام کوششیں ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی ہیں۔ موجودہ صورت حال میں ترقی کے جتنے منصوبے بنائے جاتے ہیں ان کا اثر بڑھتی ہوئی آبادی کے باعث زائل ہو جاتا ہے اور ہم جہاں ہوتے ہیں، منصوبہ ختم ہونے تک اپنے آپ کو وہیں کھڑا پاتے ہیں۔“

○ پاکستان میں دیہی آبادی کی عمومی سوچ یہ ہے کہ ”افراد قوت“ ان کی گھریلو خوشحالی اور فصلوں کی فراوانی کا باعث بنتی ہے۔ لہذا اولاد کی زیادتی کو خوشحالی کا ضامن سمجھا جاتا ہے۔ خواہ یہ ملکی وسائل پیداوار پر کتنا بڑا بوجھ اور حکومتی اداروں کی کتنی بڑی ذمہ داری ہوگی۔ اس بارے میں سوچا نہیں جاتا۔ اولاد نہ نہ یا جائیداد کے وارث کے لئے بہت سی شادیاں کرنا ایک ایسے سماجی نظام کی بنیاد ہے جس کی بنیاد ایک پدرسری نظریہ ہے۔ جہاں مرد جائیداد کے علاوہ جملہ حقوق زندگی کا بھی مختار ہے۔

ملک میں تعلیم کی کمی، بیروزگاری، صنعتی پسماندگی، زراعت پر بہت زیادہ بوجھ یہ سب عوامل افراط آبادی کا نتیجہ ہیں۔ جیسا کہ پاکستان کی آبادی تیز رفتاری سے بڑھ رہی ہے اس کے لئے موجودہ وسائل میں سے ہی خوراک، رہائش اور لباس کا بندوبست اور فراہمی ضروری ہے۔ اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت قائم شدہ شہر اور روزگار کے مواقع اس کے علاوہ ہیں۔

کل آبادی میں خواتین کی واضح شمولیت ہر شعبے میں ان کی مساوی نمائندگی کی طلب گار ہے۔ دیہی آبادی میں خواتین کا معاشی ترقی میں حصہ نظر انداز نہیں کیا جاسکتا مگر بڑھتی ہوئی آبادی کے ساتھ خواتین کے لئے تعلیم، صحت اور روزگار کے مزید مواقع کی ضرورت ہے۔ شہروں میں کام کرنے والی عورتوں کی نسبت اور بڑھتے ہوئے رجحان کی حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے۔

ملک میں ثقافتی اور سماجی سرگرمیاں اور مواقع کل آبادی کے لئے ناکافی ہیں۔ دیہات میں آبادی کا کثیر حصہ دیہی مشاغل اور زرعی سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں جبکہ شہروں میں پارک، بچوں کے لئے تماشاجاہیں (Fun Houses) کھیلوں کے میدان، ورزش خانوں اور اسپورٹس کمپلیکس Sports Complexes کی ضرورت ہے۔ جو بڑھتی ہوئی آبادی کی جسمانی و ذہنی تفریح کے جذبے کی تسکین کر سکے۔

پاکستان میں آبادی بہت گنجان ہے۔ ذرائع پیدائش ایک خاص علاقے میں مرکوز ہونے کی وجہ سے آبادی بھی ملک کے مخصوص علاقوں میں بہت گنجان ہے۔ مثلاً پنجاب سب سے زیادہ آبادی والا صوبہ ہے اور بلوچستان سب سے کم۔ جس کی وجہ غیر صحت مند ماحول، ماحولیاتی آلودگی، نفسیاتی کھٹن اور سماجی خدمات کی کمی جیسے پیدا ہونے والے عوامل ہیں۔

شہروں میں ناقص منصوبہ بندی اور نقل مکانی کے باعث مزدور چکی آبادی (Slums) میں رہنے پر مجبور ہے۔ یہ ایسی آبادیاں ہیں جو پست معیار زندگی کی جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔ ان میں صحت و صفائی کی بنیادی سہولتوں کا فقدان ہوتا ہے۔ عموماً ایسی آبادیاں بڑے بڑے روشن کھلے اور امیر علاقوں کے قریب ہی گندے برساتی نالوں کے کنارے بنائی جاتی ہیں۔ یہ آبادیاں جسمانی بیماریوں کے ساتھ ساتھ کئی معاشرتی جرائم کی آماجگاہیں ثابت ہوتی ہیں۔

افراط آبادی سے روزگار اور معاشی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ لوگ روزگار اور پیسے حاصل کرنے کے لئے ناجائز

۲۶۵۔ خود آزمائی نمبر ۲

۱۔ ال نمبر ۱۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب لکھیں۔

- ۱۔ دیہی و شہری آبادی کی تقسیم کے مطالعے کی کیا اہمیت ہے؟
- ۲۔ کاشت کاروں کے فاضل وقت کو صحیح مصرف میں لانے کے لئے حکومت کیا کوششیں کر رہی ہے؟
- ۳۔ افراط آبادی سے کیا مراد ہے؟
- ۴۔ پاکستان کا سب سے زیادہ آبادی والا صوبہ کون سا ہے؟
- ۵۔ افراط آبادی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے دو مسائل لکھیں۔
- ۶۔ خواتین کی تعلیم سے آبادی کا مسئلہ کیسے حل ہو گا؟
- ۷۔ زرعی شعبے پر افراط آبادی کا دباؤ کیسے کم کیا جاسکتا ہے؟
- ۸۔ نقل مکانی کی دو اہم وجوہات بیان کیجئے۔

۹۔ دیہات سے شہر کی طرف ہجرت کرنے سے شہری آبادی کو کن مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے؟
سوال نمبر ۲۔ مندرجہ ذیل بیانات میں سے غلط اور صحیح کی نشاندہی کریں۔

- ۱۔ جس ملک کی آبادی کی اکثریت دیہات میں رہتی ہے وہ صنعتی لحاظ سے ترقی یافتہ ہوتا ہے۔ صحیح غلط
- ۲۔ دیہات میں شہروں کی نسبت روزگار کے مواقع زیادہ ہوتے ہیں۔ صحیح غلط
- ۳۔ کچی آبادی میں ماحول کی آلودگی زیادہ ہوتی ہے۔ صحیح غلط
- ۴۔ روزگار کے مواقع بڑھانے کے لئے دستکاری اور گھریلو صنعتوں کو فروغ دینا ضروری ہے۔ صحیح غلط
- ۵۔ شہر میں تفریح کے مواقع نہیں ہوتے۔ صحیح غلط

۳۔ ثقافت کیا ہے؟

ثقافت سے مراد لوگوں کی طرز زندگی ہے۔ ثقافت کی بے شمار تعریفیں ہیں اور مختلف ماہرین بشریات (Anthropologists) نے ان تعریفوں کے مجموعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ”ثقافت سیکھی جاسکتی ہے“ یعنی یہ کوئی جبلی چیز نہیں ہے۔ یہ انسان کو اپنے قدرتی ماحول اور معاشرے سے مطابقت حاصل کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ ثقافت میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔

ینگ اور میک (Young & Mack) نے ثقافت کی تعریف اس طرح کی ہے۔ ”ثقافت رویوں اور کرداروں کا مجموعہ ہے جو نہ صرف انسان نے سیکھے ہوں بلکہ وہ کسی معاشرے کے لوگوں کی مشترکہ میراث ہو۔“

ثقافت کی ایک اور تعریف اس طرح ہے۔

”ثقافت ماحول کا وہ حصہ ہے جو انسان نے خود تخلیق کیا ہو۔“

ہر معاشرے کی کوئی نہ کوئی ثقافت ضرور ہوتی ہے۔ تاہم علاقائی یا مقامی اثرات کی وجہ سے یہ مختلف النوع ہوتی رہتی ہے۔

۳ء۱۔ ثقافت اور معاشرہ

”ثقافت لوگوں کا طرز زندگی ہے جبکہ معاشرہ لوگوں کا منظم گروہ ہے“

ثقافت اور معاشرت میں یہ فرق ہے کہ معاشرت لوگوں کے رہن سہن اور زندگی گزارنے کے طریقوں کو کہتے ہیں جبکہ ثقافت رہن سہن کا وہ طریقہ کار ہے جو اس مخصوص طرز معاشرت رکھنے والے گروہ کو باقی معاشرتی گروہوں سے ممتاز کرتا ہے۔ معاشرتی کردار انسانی ثقافت سے وابستہ ہے۔ انسان معاشرے میں جو افعال سرانجام دیتا ہے وہ اس کی ثقافت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ جانوروں میں عدم ثقافت کی وجہ سے کسی قسم کی طرز معاشرت نہیں پائی جاتی۔

۳ء۲۔ پاکستان کی ثقافت و معاشرت

جب ہم پاکستان کی ثقافت کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس کے لئے ہمیں اس کے مختلف صوبوں کی ثقافت و معاشرت کے مطالعہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی کو علاقائی معاشرت کہا جاتا ہے۔

پاکستان کی علاقائی ثقافت و معاشرت کو سمجھنے کے لئے ایک تعریف میں پاکستانی پھر کے مفہوم آتے ہیں۔

”مذہب، عقائد، رسم و رواج، معاشرت، مادی وسائل و ضروریات اور زندگی کے سارے عوامل ثقافت کہلاتے ہیں۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی علوم و فنون اور ادبیات پر قدرت و مہارت ہے۔ اس سے مراد کسی پختہ تیزی سے سمجھنا یا سیکھنا ہے۔“

۳۶۳۔ اسلامی ثقافت کا حصہ

ہر وہ عمل جو ایک فرد ورثے کے طور پر نسل در نسل سیکھتا اور سکھاتا چلا آ رہا ہے۔ وہ ثقافت کے دائرے میں آتا ہے۔ جب ہم پاکستانی ثقافت و معاشرت کی بات کرتے ہیں تو اس کی بنیاد اس اسلامی ثقافت پر پاتے ہیں جو کئی براعظموں میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہ اسلامی ثقافت کئی صدیوں تک برصغیر میں ہندو ثقافت کے پہلو بہ پہلو چلتی رہی اور بعد میں یہی ثقافت پاکستان کے قیام کا سبب بنیاد اور ورثہ بنی۔ مسلمان ملکوں کی ثقافت کی بنیاد اسلامی ثقافت ہے۔ مگر اس میں مکمل یکسانیت کا فقدان ہے کیونکہ ہر ملک کی علاقائی ثقافت اسلامی ثقافت کا جزو بدل ہونے کی بنا پر اسے باقی تقاضوں سے مختلف بنا دیتی ہے۔

پاکستانی ثقافت و معاشرت چاروں صوبوں کی مختلف زبانوں اور مختلف رسم و رواج کی وجہ سے ایک ایسی ہمہ گیر ثقافت کو جنم دیتی ہے جس میں ہر علاقے کے مختلف معاشرتی اختلافات کے باوجود یکجہتی اور ہمہ گیریت کا شعور ہے۔ پاکستان کی ثقافت و معاشرت میں چاروں صوبوں کے عوام کا طرز حیات، بود و باش، عقائد، زبان، رسم و رواج، خوشی و غمی کے طریقے، فنون لطیفہ، علم اور تفریحی مشاغل کے بارے میں مطالعہ کرتے ہیں۔ ہر علاقے کی ثقافت اپنے مخصوص جغرافیائی ماحول کے مطابق پروان چڑھتی ہے جس میں زبان بھی اپنا ایک خاص کردار ادا کرتی ہے۔

اگرچہ بنیادی اسلامی اصولوں، عقائد اور مروج اسلامی اقدار کے لحاظ سے ملک میں تمام لوگ ایک ہی جیسے طرز زندگی اپنائے ہوتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی ساتھ سماجی ماحول میں کچھ عوامل ایسے ہیں جو ہر صوبے کی مخصوص عادات اور شناخت کہلاتی ہیں۔ مثلاً پورے ملک میں لوگ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور ہمسایوں سے اچھا سلوک جیسی مذہبی اقدار پر یقین رکھتے ہیں۔ مردے کو نماز جنازہ کے بعد دفنایا جاتا ہے۔ بچے کے کان میں اذان دی جاتی ہے۔ یہ وہ اسلامی ارکان ہیں جن پر پوری اسلامی قوم بلا تخصیص عمل پیرا ہے۔ مگر دوسری طرف بچے کی پیدائش پر خوشی منانے کے طریقے یا مردے کے لئے سوگ میں ماتم یا بین جیسے اظہار کا انداز ہر علاقے میں مختلف ہے۔ یہی اس خاص علاقے کی معاشرت و ثقافت ہے۔

۳۶۴۔ پاکستانی زبانیں

پاکستان میں چار صوبے ہیں۔ جن میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ مگر اردو بحیثیت قومی زبان پورے ملک میں یکساں مقبول ہے۔ اردو کو ہر صوبے میں پرائمری تعلیم کا لازمی حصہ بنایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور حیوانوں میں تمیز پیدا کرنے کے لئے سب سے بڑی خصوصیت زبان رکھ دی ہے۔ آدم کو گفتگو کی صلاحیت ودیعت کی۔ قرآن پاک میں ہے

”رحمان نے قرآن سکھایا، انسانوں کو پیدا کیا۔ اسے بیان کیا۔“

اردو سے پاکستان کے مختلف صوبوں کے ملاپ سے جنم شدہ ثقافت کی بنیادی پہچان ہے۔ اس کا بنیادی رشتہ پاکستان کی علاقائی زبانوں مثلاً پنجابی، سندھی، پشتو، سینا، سرائیکی اور کشمیری زبان سے ہے۔ یہ زبان انہی علاقوں میں تخلیق پاتی اور مروج ہوتی۔ اور برصغیر کے دوسرے علاقوں میں پھیل کر دوبارہ یہاں واپسی اس کے زندہ زبان ہونے کی دلیل ہے۔ پاکستان میں بول چال کے جتنے رنگ ہیں، اردو کا رشتہ ان سب کے ساتھ اتنا ہی مضبوط ہے۔ پورے ملک میں اسے بولنے اور سمجھنے والے موجود ہیں۔ قیام پاکستان سے لے کر اب تک اس زبان میں اعلیٰ پائے کا ادب، تحقیق اور شاعری کے شاہکار موجود ہیں۔ جس میں ہر صنف کے افراد نے مشق علم آزمایا ہے۔

(۲) پنجابی زبان

پاکستان میں دوسری سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان ہے۔ پنجاب جو پانچ دریاؤں کی سرزمین ہے اپنی گنجان آبادی کی وجہ سے دوسرے صوبے کے افراد کے ساتھ حصول روزگار کے سلسلے میں رابطہ رکھنا پنجاب کے بسنے والے افراد کی ضرورت ہے۔ یہی ضرورت پنجابی زبان کے پاکستان کے ہر علاقے تک پہنچنے اور سمجھے جانے کا سبب بنی۔ یہ صوبہ قدیم زمانے سے ہندوستان اور بالخصوص موجودہ پاکستان کے علاقوں میں حملہ آوروں کی آمد کا راستہ تھا۔ یہاں سے لوگ سختی، غیور اور جفاکش ہیں۔ اس زبان کو مروج کرنے میں صوفیاء کرام اور صوفی شعراء کا بہت عمل دخل ہے۔ انہوں نے مقامی لوگوں کو خدا کا کلام پہنچانے کے لئے اسی زبان کا سہارا لیا۔ امیر خسرو، بابا فیض شاہ، وارث شاہ، مادھو لعل حسین اور ان جیسے کئی دوسرے نیک اور خدا کے برگزیدہ بندوں نے پنجابی زبان کو حق کی وسعت کا ذریعہ بنایا۔ پنجاب کے بارانی اور نمری علاقوں میں فصل کاٹنے کے موقع پر جوش و خروش دیدنی ہوتا ہے۔ اس میں نوجوان کسان پنجابی زبان میں بہت ٹپے اور سامعینے اونچی آواز میں لاسپتے ہیں۔ یہ ہماری لوک روایات کا حصہ ہیں۔ اور لوگ بنیادوں پر جو تاریخ لکھی جا رہی ہے پنجابی زبان کی مختلف اصناف اس تاریخ میں روشن کردار ادا کریں گی۔

(۳) سندھی زبان

یہ صوبہ سندھ کے گوشے گوشے میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔ سندھ چونکہ باب الاطلام ہے۔ اس لئے اس میں عربی اور فارسی زبان کی چاشنی موجود ہے۔ ہندوستان میں سب سے پہلے قرآن پاک

کا ترجمہ فارسی سے سندھی زبان میں بالہ حیدر آباد (سندھ) کے ایک شخص نے کیا۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی سندھی زبان میں شاعر حقیقی بھی ہیں اور سندھی زبان کے عارفانہ کلام کے موجد بھی۔ سچل سرمست، شیخ ایاز اور دوسرے کئی شعراء اس زبان کی ترقی و ترقی کے لئے مصروف رہے ہیں اور اب بھی کوشش کر رہے ہیں۔ سندھی زبان ملک میں مختلف یونیورسٹیوں اور انسٹیٹیوٹ میں پڑھائی جا رہی ہے۔ اور اس زبان میں تحقیق و تدریس کے اعلیٰ میدان سر کئے جا رہے ہیں۔ بورڈ آف سندھیا لوجی جامشورو اس سلسلے میں ایک انتہائی مثبت قدم ہے۔

(۴) بلوچی زبان

صوبہ بلوچستان آبادی کے لحاظ سے سب سے چھوٹا صوبہ ہے۔ اس میں زیادہ تر بلوچی زبان بولی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ یہاں پر پشتو اور براہوی زبان بھی بولی جاتی ہے۔ یہ قدیم زبان ہے مگر رسم الخط دیر سے مروج ہوا۔ لوگ داستانیں اور رزمیہ شاعری اس زبان کا خاص حصہ ہیں۔ بلوچستان میں ذرائع ابلاغ اور تعلیمی اداروں کے ذریعے اس زبان کے فروغ کے اقدامات ہو رہے ہیں۔ بلوچی زبان میں چار رسائل جاری ہوئے ہیں۔

(۵) پشتو زبان

یہ زبان صوبہ خیبر پختونخواہ میں بولی جاتی ہے۔ اس پر بھی فارسی اور عربی زبان کا گہرا اثر ہے۔ پھر بین الصوبائی رابطوں کی وجہ سے اردو بھی شہری علاقوں میں اس زبان پر اپنا تاثر چھوڑتی نظر آتی ہے۔ صوبے میں ابتدائی جماعتیں اردو اور پشتو دونوں زبانوں کی تعلیم پر مبنی ہیں۔ پہلا شاعر امیر کروڑ ہے جس نے ایک ہزار سال پہلے جنوبی ایشیا کے اس حصے میں پشتو زبان کی نمائندگی کی۔ پشتو کی پہلی کتاب پٹہ خزانہ پر بھی اسلامی تصوف کا رنگ نمایاں ہے۔ رحمان بابا، خوشحال خان، غنی خان اور کاظم خان شیدا اس کے مقبول شعراء ہیں۔ ان کا کلام ذوق و شوق سے پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ پشاور یونیورسٹی میں اس زبان کی ترقی کے لئے پشتو اکیڈمی قائم ہے۔ اس کے علاوہ پشاور ٹیلی ویژن اور ریڈیو اس کے فروغ میں بہت کردار ادا کر رہے ہیں۔ پاکستان میں اکثر لوگ اس زبان سے آشنا ہیں اور اسے سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ رزمیہ شاعری اور لوگ داستانیں اس زبان کے روایتی حصے ہیں۔ جوہن خون قوم کی اعلیٰ انسانی خصوصیات کو ظاہر کرتی ہیں۔ اس زبان میں اعلیٰ تعلیم اور بلند پایہ کتب چھاپنے کی بھی کوششیں کی جا رہی ہیں۔

(۶) کشمیری زبان

یہ زبان آزاد جموں و کشمیر کے علاقوں میں بولی جاتی ہے۔ اس زبان میں وادی کشمیر کی خوبصورتی اور اس کی روایتوں کا

ا ذکر یہاں کے شاعروں اور نثر نگاروں کے ہاں ملتا ہے۔ ریڈیو پاکستان، ریڈیو تراز کھل اور ٹیلی ویژن پر اکثر کشمیری زبان کے گیت نشر ہوتے ہیں۔

(۷) سمرائیکسی زبان

یہ زبان زیریں پنجاب، سندھ کے بعض علاقوں اور سرحد کے جنوبی حصوں میں مروج ہے۔ انتہائی شیریں زبان ہے۔ جس کی بنیاد ہمیں امیر خسرو اور خواجہ غلام فرید کی کافیوں اور کلام میں دکھائی دیتی ہے۔ جدید نثر نگار اور شعراء اس زبان میں نئی جہتیں مرتب کر رہے ہیں۔ ملتان، میانوالی، ڈیرہ غازی خان اور بہاول پور کے علاوہ خیبر پور اور ڈیرہ اسماعیل خان میں لوگ فنکار اس زبان میں علاقائی روایات اور عارفانہ کلام پیش کرتے ہیں۔ پوری پاکستانی قوم اس زبان کی نرم کلامی سے محظوظ ہوتی ہے۔

ان اہم زبانوں کے علاوہ بلتی، سینا اور ہندکو زبانیں ملک کے مختلف حصوں میں بولی جاتی ہیں۔ ان سب زبانوں کی ترویج و ترقی اردو زبان کے ساتھ ساتھ علاقائی بنیادوں پر جاری ہے۔

۳۷۔ خود آزمائی نمبر ۳

سوال نمبر ۱۔ مندرجہ ذیل سوالات پر مختصر نوٹ لکھیں۔

- ۱۔ پاکستانی ثقافت سے کیا مراد ہے؟
- ۲۔ اردو زبان کے فروغ کے لئے کیا کوششیں بروئے کار لائی جائیں؟
- ۳۔ سرائیکی زبان کی اہمیت پر روشنی ڈالیں۔
- ۴۔ سندھی اور پشتو زبان کا موازنہ کریں۔
- سوال نمبر ۲۔ مندرجہ ذیل خالی جگہیں پر کریں۔
- ۱۔ امیر کروڑ زبان کے شاعر تھے۔

۲۔ زبان پنجاب کے زیریں علاقے میں مروج ہے۔

۳۔ اور شاعری بلوچی زبان کا خاص حصہ ہیں۔

۴۔ زبان عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہیں۔

۵۔ غنی خان اور کاظم خان شیدا زبان کے مشہور شاعر تھے۔

۴۔ قومی زندگی میں یک جہتی کا اظہار

۴۶۱۔ تہوار

اگرچہ پاکستان کے چاروں صوبوں میں زبان اور دیگر معاشرتی اختلافات موجود ہیں۔ مگر ایک اسلامی نظریاتی مملکت اور مضبوط نظریاتی اساس کی بدولت تمام صوبوں میں قومی یک جہتی اور مشترکہ قومی ورثہ انہیں ایک ایسے بندھن میں باندھ دیتا ہے۔ جس میں زبان و بیان کے سارے فرق مٹ جاتے ہیں۔ پاکستان میں سرکاری مذہب اسلام ہے۔ تمام مسلمان شہری اسلام کے بنیادی ارکان یعنی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی پابندی کرتے ہیں۔ اسلام میں سال میں دو تہوار ہیں۔ ایک عید الفطر جو رمضان کے مہینے میں پورے روزے رکھنے کے بعد مسلمان شکرانے کے طور پر مناتے ہیں۔ سارے ملک میں مساجد میں نماز عید ادا کی جاتی ہے۔ مستحق افراد میں فطرانے کی رقم دی جاتی ہے جو دراصل معاشی مساوات کا ایک طریقہ ہے۔ اس کے علاوہ گھروں میں سویاں اور میٹھی چیزیں بانٹنا بھی تمام پاکستان میں مشترکہ سماجی رسم ہے۔ اس طرح عید الاضحیٰ جو ۱۰ ذی الحج کو منائی جاتی ہے۔ قربانی کی رسم اور نماز عید سمیت باقی تمام رسومات بھی پورے پاکستان میں ایک جیسی ہیں۔ غیر مسلم مثلاً عیسائی حضرت عیسیٰؑ کی یوم ولادت ۲۵ دسمبر کو مناتے ہیں۔ ان کے مذہبی تہوار اور عبادت گاہیں حکومت کی سرپرستی میں محفوظ ہیں۔ اور عوام ان کے ساتھ رواداری کا سلوک کرتے ہیں۔

انسانیت سے پیار، بھائی چارہ، اخوت، قومی تشخص اور ہمسایوں سے اچھا سلوک ایسی اسلامی خصوصیات ہیں جو پورے پاکستان میں بلا تفریق رنگ و نسل پائی جاتی ہیں۔ پاکستان میں عیدین کے علاوہ مختلف بزرگان دین کے عرس بھی منائے جاتے ہیں۔ مثلاً حضرت داتا گنج بخشؒ (لاہور پنجاب) حضرت شہباز قلندر (سنیون شریف، سندھ) حضرت بہاؤ الدین ذکر یا ملتانی اور مادھو لعل حسین کامیلہ چراغاں قومی یک جہتی کی عمدہ مثالیں ہیں۔ پورے ملک سے لوگ ان صوفیاء اور بزرگان دین کے عرسوں میں شریک ہوتے ہیں۔ فاتحہ خوانی اور قرآن خوانی ہوتی ہے اور ان عظیم لوگوں کے نقش قدم اور تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا عہد کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دیہی اور شہری علاقوں میں مختلف میلے بھی منعقد ہوتے ہیں جس میں میلہ موسیشیاں لاہور اور میلہ بری امام راولپنڈی کافی مشہور ہیں۔ ان میں بھی پورے ملک سے لوگ شریک ہو کر ان کی رونق بڑھاتے ہیں۔ ان میلوں میں خرید و فروخت کے علاوہ سرکس، کہنی اور دیگر کھیل تماشے، محافل موسیقی اور نشانہ بازی کے مقابلے شامل ہوتے ہیں۔ لوگ روایتی انداز میں ان میلوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ایسے میلوں میں پاکستان کے بسنے والے تمام افراد کی بھرپور نمائندگی ہوتی ہے اور پاکستانی ثقافت و معاشرت کے سارے حقیقی رنگ مل کر اس کا قومی رنگ تشکیل دیتے ہیں۔

ملک میں مجموعی طور پر شلوار پہننی جاتی ہے۔ جو عورتوں، مردوں، بچوں، بوڑھوں سب میں یکساں مقبول ہے۔ سندھ میں بڑے گھیر کی کھلے پانچوں کی شلوار لمبی آستینوں والا کرتہ پہنا جاتا ہے۔ سر پر مخصوص پگڑی ہوتی ہے۔ خواتین لمبے کرتے اور تنگ حوری کی شلوار کے ساتھ شیشوں کے کام والے گلے پہنتی ہیں۔ سر پر بڑی چڑی اوڑھتی ہیں۔ بچے شیشوں والی ٹوپی پہنتے ہیں۔ خیر پختونخواہ لمبا کرتا اور شلوار کے ساتھ کلاہ اور پگڑی پہنی جاتی ہے۔ واسکٹ اور اسلحہ پختون کا زیور سمجھا جاتا ہے۔ عورتیں بڑے بڑے رنگین گھیرے دار پھول دار فراک اور تنگ موری کی گھیرے والی شلوار پہنتی ہیں۔ سر پر چادر لیتی ہیں۔ چھوٹی بچیوں کو بھی چادر ضرور پہنائی جاتی ہے۔ بلوچی مرد اور عورتیں بھی کرتے شلوار اور پگڑی اور دوپٹے کے ساتھ ننگے پاؤں رہتے ہیں۔ بلوچی کڑھائی پورے ملک میں یکساں مقبول ہے۔ سندھ کی اجرک (رنگین چادر) بھی تمام پاکستانی خواتین اور مردوں میں پسند کی جاتی ہے۔ پنجاب میں تھمند اور کرتے کے ساتھ سادہ شلوار مقبول ہے۔ عورتیں لنگی بھی باندھتی ہیں جو کھڈی پر بنی ہوتی ہے۔

شری علاقوں میں کوٹ چٹلون پہننے کا بھی رواج ہے۔ مغربی اور مشرقی نمونوں کے امتزاج سے شری خواتین لباس میں نئی جدت پیدا کر لیتی ہیں۔ اسی طرح کام کرنے والے مرد و خواتین کا لباس، سوتی، سادہ اور آرام دہ کپڑوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ لباس کی یہ رنگارنگی پاکستانی ثقافت کو دلچسپ اور مختلف النوع ہمہ گیریت عنایت کرتی ہے۔ پورے ملک میں لباس بناتے وقت مجموعی طور پر سادگی، ستر پوشی اور سولت کے اصول مد نظر رکھے جاتے ہیں۔

۴۶۳ - دستکاریاں

پاکستان ہنرمند افراد کا ملک ہے۔ چاروں صوبوں میں دستکار اپنے اپنے علاقے میں پائے جانے والے خام مال اور ہنرمندی کی مدد سے ایسے ایسے شاہکار تخلیق دیتے ہیں جنہیں عقل سمجھنے سے قاصر ہے۔ سندھ میں رلیاں اور لباس شیشے کے کام والے گلے اور چپلیں بنتی ہیں۔ اس کے علاوہ آرائشی اشیاء اور سیوں کا کام بھی بہت خوبصورتی سے کیا جاتا ہے۔ بلوچستان اور خیر پختونخواہ میں اعلیٰ پائے کی کشیدہ کاری کی جاتی ہے۔ یہاں پر شیشے کا کام بھی ہوتا ہے۔ ہاتھ سے بنے ہوئے قالین اور لکڑی کی چھوٹی چھوٹی آرائشی اشیاء بھی بنائی جاتی ہیں۔ پنجاب کی دستکاری کی صنعت بہت فروغ پا رہی ہے۔ ملتان میں اویشلی کھال سے بنی اشیاء بہت معیاری ہیں۔ جبکہ چنیوٹ، ڈیرہ غازی خان اور بہاولپور میں مینا کاری کی اشیاء، لکڑی کا فرنیچر اور شیشے کا کام اعلیٰ درجے کا ہے۔ حیدر آباد سندھ میں چوڑیوں کی صنعت عروج پر ہے۔ پاکستان میں دست کاری کا کام پشت باپشت سے چل رہا ہے۔ یہاں چھوٹی چھوٹی جگہوں پر بڑے اعلیٰ پائے کے دستکار

ملتے ہیں۔ ہاتھ سے مشرقی موسیقی کے آلات بنائے جاتے ہیں۔ اس سے ہم عمدہ قسم کی مصنوعات میں خود کفالت کے علاوہ زر مبادلہ میں بچت بھی کر رہے ہیں۔ ساتھ ساتھ لوگوں کو گھر بیٹھے روزگار بھی میسر ہو رہا ہے۔ پاکستان میں لوگ میلے اور صنعتی نمائشوں میں پورے پاکستان کے دستکاروں کی دست کاریوں کے ایشال لگائے جاتے ہیں تاکہ نہ صرف وہ پورے پاکستان میں متعارف ہو سکیں۔ بلکہ گھریلو دستکاریوں کی منڈی بھی وسیع ہو سکے۔

۴۶۴۔ فنون

پاکستان نے علم و فن کی جو میراث اپنے بزرگوں سے پائی موجودہ دور تک اس میں اضافے کے لئے نجی اور سرکاری سطح پر مساوی کوششیں جاری ہیں۔ علم، ادب، فن، تحقیق، مصوری، موسیقی، خطاطی، تعمیرات غرضیکہ پاکستان کے فنکاروں نے تمام شعبہ ہائے فن میں یکساں رفتار سے ترقی کی ہے۔ اس سے قومی ورثے کے تحفظ کے ساتھ ساتھ اس میں اضافے کی بھی توقع ہے۔ ہمارے ہاں حکومت نے مختلف آرٹ گیلریوں کی حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ دارالخلافہ اسلام آباد میں ایک لوک ورثے کا قومی ادارہ بھی قائم کر رکھا ہے جو تصویروں، کیسٹوں اور ویڈیو کی شکل میں ہماری لوک تاریخ کا ہر صفحہ محفوظ کئے جا رہا ہے۔ نیشنل آرٹ کونسل ادب و فن میں نئی نئی تخلیقات کو محفوظ کر رہی ہے اور اس طرح علاقائی سطح سے لے کر قومی سطح تک فنون لطیفہ کے تمام شعبوں میں فنکاروں کو حوصلہ افزائی اور ان کے شہکاروں کو اگلی نسلوں تک پہنچانے کے خاطر خواہ اقدامات موجود ہیں۔

۵۔ خود آزمائی نمبر ۴

سوال نمبر ۱۔ مختصر جوابات دیجئے۔

- ۱۔ فنون لطیفہ سے کیا مراد ہے؟
 - ۲۔ میلے ہماری قومی زندگی میں کیوں ضروری ہیں؟
 - ۳۔ رلیاں اور اجرک کہاں بنتی ہیں؟
 - ۴۔ کون سے صوبے کے افراد اسلحے کو زیور سمجھتے ہیں؟
 - ۵۔ چوڑیوں کی صنعت کہاں پر ہے؟
 - ۶۔ اونٹ کی کھال کے لیپ کہاں بنتے ہیں؟
 - ۷۔ ”لوک ورثے کا قومی ادارہ“ کس جگہ واقع ہے؟
 - ۸۔ نیشنل آرٹس کونسل کے قیام کا کیا مقصد ہے؟
- سوال نمبر ۲۔ مندرجہ ذیل خالی جگہیں پر کریں۔

- ۱۔ پنجاب میں کرتے شلوار کے ساتھ بھی مقبول ہے۔
- ۲۔ عید الضحیٰ کو منائی جاتی ہے۔
- ۳۔ عیسائی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یوم ولادت مناتے ہیں۔
- ۴۔ حضرت شہباز قلندر کا عرس کے مقام پر منایا جاتا ہے۔
- ۵۔ عید کے موقع پر دنیا دار اصل معاشی مساوات کا ایک نمونہ ہے۔

۵۔ تشریحات

ادراک	سمجھ اور عقل
علاقائی تقسیم	علاقوں کے حوالے سے تقسیم
کوائف	کیفیت کی جمع
اندیشہ	خوف
شرح خواندگی	تعلیم کی شرح
وابستہ	متعلق
رہائش پذیر	رہنے والے
نا کافی	کم، ضرورت سے کم
زائل	دور ہونے والا، کم ہونے والا
جملہ حقوق	سارے حقوق
فرسودہ	پرانا
مطلوب	جس کی طلب کی جائے
سرنگز	ایک جگہ پر ٹھہرنا
روشناس	جان پہچان، روشناس کرنا
طرز معاشرت	مل جل کر زندگی بسر کرنے کا طریقہ
یکسانیت	ایک جیسا ہونا
برگزیدہ	قابل احترام
ترویج و ترقی	ترقی دینا، بڑھانا
بلا تفریق	کسی فرق کے بغیر
نئی جدت	نیا پن، تازگی
تخلیق	بنانا، پیدا کرنا

معنی	افزائش
بڑھانا	تشویش ناک
پریشانی، فکر	فی کس
ہر آدمی کے لئے	ترقی پذیر
ترقی کی طرف بڑھنے والا	منسلک
ملا ہوا۔ شامل	فقدان
کمی	معقول معیار زندگی
زندگی گزارنے کا مناسب معیار	پدر سری نظریہ
جس کے مطابق باپ کی حکمرانی ہو	استعداد و کار
کام کی قابلیت	استطاعت
طاقت	طلب گار
طلب کرنے والا	استیصال
جڑ سے اکھاڑنا	افعال
فعل کی جمع، کام	عدم ثقافت
ثقافت کا نہ ہونا	پروان چڑھنا
بڑا ہونا، بڑھانا	رزمیہ
جنگی داستان، جنگی نظم	نئی جہتیں
نئی سمت، نئے سبب	امتزاج
ملاوٹ، آمیزش، ہم آہنگی	مختلف النوع
مختلف قسم کے	وسیع
پھیلاؤ	

۶۔ جوابات

خود آزمائی نمبر ۱

سوال نمبر ۱۔ (۱) ۱۹۵۱ء (۲) تقریباً ۱۲۸ ملین (۳) بیس سال (۴) ۲۶۴ (۵) بڑھی ہے
سوال نمبر ۲۔ یونٹ کاسکشن نمبر ۱۶۲ دیکھیں

خود آزمائی نمبر ۲

سوال نمبر ۱۔ یونٹ کاسکشن نمبر ۲ دیکھیں
سوال نمبر ۲۔ (۱) غلط (۲) غلط (۳) صحیح (۴) صحیح (۵) غلط

خود آزمائی نمبر ۳

سوال نمبر ۱۔ یونٹ کاسکشن نمبر ۳ دیکھیں
سوال نمبر ۲۔ (۱) پشتو (۲) سرانیکی (۳) لوک داستانیں، رزمیہ (۴) سندھی (۵) پشتو

خود آزمائی نمبر ۴

سوال نمبر ۱۔ یونٹ کاسکشن نمبر ۴ دیکھیں
سوال نمبر ۲۔ (۱) تمسند (۲) ۱۰ ازی الحج (۳) ۲۵ دسمبر (۴) سیوہن شریف (سندھ) (۵) فطرانہ

پاکستان، ایک فلاحی ریاست

تحریر
اختر اقبال یوسف زئی
نظر ثانی
ڈاکٹر امان اللہ میمن

یونٹ کا تعارف

اس یونٹ میں ہم نے ریاست اور اس کی ارتقا کے بارے میں تفصیلی معلومات دینے کی کوشش کی ہے۔ اس ریاست اور فلاحی ریاست کی تعریف بیان کرتے ہوئے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ فلاحی ریاست کی ابتدا کہاں سے ہوئی اور اس کے فرائض کیا ہیں۔

آخر میں ہم نے ان اقدامات کا جائزہ لیا ہے جو کہ پاکستان کو ایک فلاحی مملکت بنانے کے ضمن میں لئے گئے ہیں ان میں خاص طور پر تعلیم، صحت اور خوراک کے شعبہ جات میں فراہم کی گئی سہولیات کا جائزہ لیا ہے۔

یونٹ کے مقاصد

اس یونٹ کو پڑھنے کے بعد آپ کو اس قابل ہو جانا چاہئے کہ

○ ریاست کے مفہوم کو آسان لفظوں میں بیان کر سکیں۔

○ اسلامی فلاحی ریاست کے فرائض بیان کر سکیں۔

○ حکومت نے صحت، خوراک اور تعلیم کے شعبہ جات کو مفید بنانے کے لئے جو اقدامات کئے ہیں ان کے بارے میں تفصیل بیان کر سکیں۔

○ پاکستان کے تعلیمی نظام اور تعلیمی مسائل کے متعلق سوالات کے جوابات دے سکیں۔

فہرست مضامین

214	یونٹ کا تعارف
214	یونٹ کے مقاصد
216	۱۔ ریاست کا مفہوم
216	۱۶۔ ریاست کی تعریف
218	۲۔ فلاحی ریاست کا تصور
218	۲۶۔ اسلامی فلاحی ریاست
219	۲۶۲۔ اسلامی فلاحی ریاست کے فرائض
220	۲۶۳۔ خود آزمائی نمبر ۱
221	۳۔ پاکستان بحیثیت اسلامی فلاحی ریاست
223	۳۶۔ خود آزمائی نمبر ۲
224	۴۔ پاکستان کی حکومت کی جانب سے کئے جانے والے فلاحی اقدامات
224	۴۶۔ خوراک
226	۴۶۲۔ صحت
227	۴۶۳۔ تعلیم
228	۴۶۴۔ خود آزمائی نمبر ۳
229	۵۔ پاکستان کا تعلیمی نظام
229	۵۶۔ تعلیم کی اقسام
232	۵۶۲۔ تعلیمی مسائل
233	۵۶۳۔ مسائل کے حل کے لیے حکومت کے اقدامات
235	۵۶۴۔ خود آزمائی نمبر ۴
236	۶۔ تشریحات
238	۷۔ جوابات

۱۔ ریاست کا مفہوم

ابتدا میں انسان جنگلوں میں جانوروں کی سی زندگی بسر کرتا تھا۔ اس دور کے انسان کو اپنی بقا کے لئے دو بڑی مشکلات درپیش تھیں۔ ایک خوراک کا حصول، دوسرا خونخوار جانوروں اور قدرتی آفاق سے تحفظ، وہ بقا کی اس جدوجہد میں پہلے تو تنہا تھا لیکن بعد میں وہ خاندان بنا کر رہنے لگا۔ خاندان کے افراد، خاندان کے سربراہ کی رہنمائی میں مل کر شکار کرتے تھے اور مشکل حالات میں ایک دوسرے کا سہارا بنتے تھے۔ اس مفید تجربے نے انسان کو اجتماعی زندگی اور باہمی اشتراک کی طرف راغب کیا تو وہ قبیلے کی صورت میں ایک سردار کی سربراہی میں رہنے لگا۔

اس کے بعد انسان نے اپنی خوراک کی ضروریات پوری کرنے کے لئے جانور پالنے اور زمین کاشت کرنے کا ہنر سیکھ لیا، وہ جو پہلے خانہ بدوشوں کی سی زندگی بسر کرتا تھا اب ایک مقام پر مستقل طور پر آباد ہو کر زندگی گزارنے لگا۔ اپنی اجتماعی زندگی کو مزید آسان بنانے کے لئے انسان نے کچھ قوانین مرتب کرنے کا سوچا۔ اس طرح انسان فرد واحد سے خاندان، خاندان سے قبیلہ، قبیلہ سے قومی اور ریاستی زندگی کی منزلیں طے کرتا گیا۔ آئیے! اب یہ معلوم کریں کہ ریاست کیا ہے؟

۱۶۱۔ ریاست کی تعریف

ریاست دراصل لفظ ”راس“ سے نکلا ہے جس کے معنی رئیس یا سردار کے ہیں۔ عام طور پر ریاست سے مراد ایسا خطہ ہے جہاں لوگ کسی حاکم کی سربراہی میں خاص نظام کے تحت زندگی بسر کرتے ہوں۔

یہ خیال عام ہے کہ سب سے پہلے ریاست یونانیوں نے قائم کی تھی۔ قدیم یونانی مفکر ریاست اور شہروں میں کوئی فرق نہیں رکھتے تھے۔ اس زمانے میں یونان چھوٹی چھوٹی شہری ریاستوں میں بٹا ہوا تھا، جدید ریاست کا تصور بعد میں ابھرا۔ جس کے تحت ریاست کے اندر شہروں کے علاوہ دیہات کو بھی شامل کیا جانے لگا۔ یونانی مفکر ارسطو کے مطابق

”ریاست مختلف خاندانوں اور دیہات کے ایسے منظم اجتماع کو کہتے ہیں جس کا مقصد ایک خوشحال اور آزاد زندگی کے قیام کے لئے سہولیات پہنچانا ہو۔“

گارنر اور نیس جیسے مفکرین نے ریاست کی بڑی جامع تعریف کرتے ہوئے کہا کہ:

”ریاست افراد کا ایسا گروہ ہے جو کسی خاص علاقے میں آباد ہو، وہ بیرونی دباؤ سے آزاد ہوں“

ان کی اپنی ایک منظم حکومت ہو جس کی اطاعت تمام افراد کریں۔“
اس تعریف سے واضح ہوا کہ کسی ریاست کے قیام کے لئے چار عناصر کا ہونا ضروری ہے۔ آبادی، علاقہ، حکومت اور
اقتدار اعلیٰ (ریاست کے قوانین کو نافذ کرنے کے لئے باقاعدہ حکومت موجود ہوتی ہے جو ریاست کے اقتدار اعلیٰ کا استعمال
کرتی ہے۔)

۲۔ فلاحی ریاست کا تصور

انیسویں صدی میں ریاست کا دائرہ کار محدود تصور کیا جاتا تھا، خاص طور پر معاشی زندگی میں ریاست کی مداخلت ناپسند کی جاتی تھی، جس کے باعث سرمایہ دارانہ نظام قائم ہو گیا۔ اس نظام میں مزدور اور محنت کش طبقہ پس رہا تھا لیکن حکومت خاموش تماشائی تھی چنانچہ رد عمل کے طور پر مختلف مزدور تحریکوں نے جنم لیا، جن کے قیام کا مقصد سرمایہ دارانہ نظام کو ختم کر کے محنت کش طبقہ کے حقوق کی حفاظت کرنا اور معاشی شعبے میں ان کو اہمیت دلوانا تھا۔ ان حالات میں ریاست کا فلاحی نظریہ سامنے آیا۔

فلاح کے لفظی معنی ہے بھلائی۔ مشہور دانشور ار سکی کا کہنا ہے کہ :

”ریاست ایک ایسا ادارہ ہے جو لوگوں کے لئے بڑے
پیانے پر سماجی فلاح و بہبود کا ایک ذریعہ ہے۔“

فلاحی ریاست سے مراد ایک ایسی ریاست ہے جو جہالت، غربت اور نا انصافیوں کا خاتمہ کر کے اپنے شہریوں کو بنیادی سہولیات مہیا کرے ان کے لئے خوراک، لباس اور رہائش کا معقول انتظام کرے اور ایسا معاشرتی ماحول پیدا کرے جس میں تمام شہریوں کو نہ صرف بنیادی حقوق حاصل ہوں بلکہ انہیں اپنی فطری صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے یکساں مواقع بھی حاصل ہوں۔

۲۶۱۔ اسلامی فلاحی ریاست

فلاحی ریاست کا تصور یورپ اور مغربی دنیا میں تو انیسویں صدی کے آخر میں ابھرنا شروع ہوا لیکن اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے، عوام کی فلاح و بہبود کو حکومت کے اہم ترین فرائض میں شامل کر کے فلاحی مملکت کا اصول پیش کر دیا تھا۔

حدیث نبوی ہے کہ ”الدين الفليحہ“ (دین نصیحت و بھلائی ہے) فلاحی مملکت کا عملی مظاہرہ مدینہ کی ریاست میں ہوا۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ نے مدینہ ہجرت کے بعد مختلف اقوام کے درمیان ایک سیاسی معاہدہ طے کیا جسے ”يثاق مدینہ“ کا نام دیا گیا۔ اس معاہدے میں بنیادی انسانی حقوق کا ذکر کیا گیا۔ اس معاہدے کی بدولت ہی مدینہ میں ایک اسلامی فلاحی ریاست قائم ہوئی۔ یہ حضورؐ کی سیاسی بصیرت کا ایک عظیم کارنامہ تھا جس سے اسلامی فلاحی ریاست کا تصور ابھرا۔

رسول اللہ ﷺ کی اسلامی ریاست کے سربراہ تھے۔ آپ نے جس طریقے سے لوگوں کی خدمت کی اور ان کے حقوق کو پورا کیا۔ اخوت و بھائی چارے کو قائم کیا۔ مساوات، عدل و انصاف، امانت و دیانت کو عام کیا۔ آپ کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے خلفائے راشدین نے بھی اپنے ادوار میں فلاحی کام کئے۔ حضرت عمر فاروقؓ کا عہد حکومت ایک بہترین اسلامی فلاحی ریاست کی مثال تھی۔

۲۶۲۔ اسلامی فلاحی ریاست کے فرائض

اسلامی فلاحی ریاست کے اولین فرائض میں سے ایک فرض عدل و انصاف کا قیام ہے۔ ریاست کے لئے لازم ہے کہ وہ بلا خوف و خطر اور بلا امتیاز انصاف مہیا کرے۔ یتیموں، یتیموں، یتیموں، یتیموں اور معذوروں کی دیکھ بھال ریاست کی ذمہ داری ہے۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کرے۔

اسلامی فلاحی ریاست میں فحاشی، عریانی، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی، سمگلنگ اور چوربازاری جیسی برائیوں کے خاتمے پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔

اسلامی ریاست نیکیوں کو پھیلانے اور برائیوں کو روکنے کی کوشش کرتی ہے۔ ریاست غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ بھی کرتی ہے اور انہیں بھی ہر طرح کی سہولیات اور ترقی کرنے کے مواقع فراہم کرتی ہے۔

اسلامی ریاست کا فرض بنتا ہے کہ وہ لوگوں کی صحت، خوراک اور تعلیم جیسی بنیادی ضروریات کی فراہمی کے لئے اقدامات کرے۔

مزدوروں، کسانوں اور دوسرے محنت کشوں کو ان کی محنت کا مناسب معاوضہ دینے کے لئے اسلامی فلاحی ریاست مختلف اقدامات کرتی ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ریاست کی طرف سے بھی شہریوں پر کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں جن کی ادائیگی ان کے لئے ضروری ہے۔

ہر فرد کا فرض بنتا ہے کہ وہ ریاست کا اطاعت گزار ہو۔ دل و جان سے فلاح و بہبود اور ملکی تعمیر نو میں اپنا کردار ادا کرے۔ فتنہ و فساد اور تحریبی کاروائیوں میں حصہ نہ لے اور ملکی وقار کو بلند کرے۔

ہر فرد کا فرض بنتا ہے کہ وہ ملک کے ساتھ مخلص ہو اور کسی بیرونی حملے کی صورت میں کسی قسم کی مالی و جانی قربانی سے دریغ نہ کرے۔ ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ، سمگلنگ اور ناجائز منافع خوری سے پرہیز کرے۔ ہر شہری کے لئے لازمی ہے کہ وہ

کسی بھی ایسی سرگرمی میں حصہ نہ لے جو ملکی سالمیت کے لئے خطرے کا باعث ہو۔

۲۶۳۔ خود آزمائی نمبر ۱

نیچے دی گئی خالی جگہوں کو موزوں الفاظ سے پر کریں۔

- ۱۔ ریاست کا لفظ سے نکلا ہے۔
- ۲۔ فلاحی ریاست کا مقصد عوام کی کے لئے اقدامات کرنا ہے۔
- ۳۔ اسلامی فلاحی مملکت کا عملی مظاہرہ میں نظر آیا۔
- ۴۔ میں بنیادی انسانی حقوق کا ذکر کیا گیا تھا۔
- ۵۔ کا عہد حکومت ایک بہترین اسلامی فلاحی ریاست کی مثال تھی۔
- ۶۔ سب سے پہلی ریاست نے قائم کی تھی۔

۳۔ پاکستان بحیثیت اسلامی فلاحی ریاست

جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں نے ایک الگ مملکت کا مطالبہ اس لئے کیا تھا کہ مسلمانوں کے علیحدہ قومی تشخص کو اجاگر کیا جائے اور انہیں ہندو اکثریت کے ہاتھوں ہونے والی نا انصافیوں سے محفوظ رکھا جائے۔ لہذا لوگوں کو اقتصادی و معاشرتی تحفظ مہیا کرنا، معاشرے سے ہر قسم کے استیصال کو ختم کر کے عدل و انصاف کو فروغ دینا، لوگوں کا معیار زندگی بلند کرنا، پاکستان کے نظریے کی بنیاد تھی۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۹ء میں پاس ہونے والی قرارداد مقاصد میں معاشرتی عدل و انصاف کے قیام کا عزم کیا گیا۔ یہ اسلامی فلاحی ریاست کی طرف پہلا قدم تھا جس کا اظہار ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۳ء کے آئینوں میں بھی کیا گیا۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں اس بات کی وضاحت کی گئی کہ سماجی بہبود، معاشی و معاشرتی انصاف تمام شہریوں کا بنیادی حق ہے۔ ملک میں کوئی ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا جو عوام کو ان کے حقوق سے محروم کرے۔ ایک فلاحی مملکت ہونے کے حوالے سے حکومت نے معاشرتی ترقی کے لئے کئی حکمت عملیوں کی وضاحت کی جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ سماجی انصاف کا فروغ

۱۹۷۳ء کے آئین کے مطابق پسماندہ طبقے کی تعلیمی اور معاشی ضروریات کا خیال رکھا جائے گا۔ تعلیم کے مواقع اور سہولیات تمام شہریوں کو فراہم کی جائیں گی۔ عدالتی نظام میں قانون سب کے لئے برابر ہو گا۔ سنا انصاف اور مقدموں کے فوری فیصلوں کے لئے اقدامات کئے جائیں گے۔ لوگوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے بھی انتظامات کئے جائیں گے۔

۲۔ سماجی اور معاشی بہبود

آئین کے تحت حکومت تمام شہریوں کے معیار زندگی کو بلند کرنے کے لئے کوشش کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ کارخانے دار اور مزدور، زمیندار اور کسان کے تعلقات میں بہتری پیدا کرنے کے لئے اصلاحات نافذ کی گئیں تاکہ زراعت و صنعت کے مسائل دور ہو سکیں۔ ملازمین کی بہبود کے لئے الاؤنس اور بیمہ پالیسیوں کا نفاذ کیا گیا۔

۳۔ مزدوروں کی بہبود

مزدوروں کی فلاح و بہبود کے لئے لیبر اصلاحات کا اعلان کیا گیا جس کے تحت نہ صرف اوقات کار مقرر کئے گئے بلکہ مناسب اجرتوں کی ضمانت، ٹریڈ یونینوں کی حوصلہ افزائی، بیروزگاری الاؤنس، طبی و تعلیمی سہولیات کا فروغ ان اصلاحات کی خصوصیات ہیں۔

۴۔ تعلیمی اصلاح

شرح خواندگی بڑھانے اور تعلیم کے معیار کو بلند کرنے کے لئے مختلف اقدامات کئے جا رہے ہیں جس میں اسکولوں کی تعداد میں اضافہ اور نقل کے رجحانات کی حوصلہ شکنی قابل ذکر ہیں۔

۵۔ مالی امداد

غریبوں اور معذوروں کی فلاح و بہبود کے لئے زکوٰۃ فنڈ سے ان کی امداد کی جاتی ہے۔ غریب طالب علموں کی مالی مدد کے لئے انہیں وظائف اور قرض حسنہ دیئے جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ رہائشی مسائل حل کرنے کے لئے حکومت نے کچی آبادیوں اور غریبوں کو پلاٹ الاٹ کئے ہیں اور کئی نچلے درجے کے سرکاری ملازمین کو ان کے سرکاری رہائش کے مالکانہ حقوق دے دیئے ہیں۔

۶۔ ارتکاز دولت کا خاتمہ

سرمایہ دارانہ نظام کے خاتمے کے لئے حکومت نے کچھ بڑی صنعتوں کو قومی تحویل میں لے لیا جس کا مقصد پیداوار میں اضافہ ملازمین کی فلاح و بہبود کے علاوہ ارتکاز دولت کا خاتمہ کرنا تھا تا کہ ملک و قوم کی دولت صرف چند خاندانوں میں محدود ہو کر نہ رہے۔

۷۔ امن و باہمی تعاون

فلاحی مملکت ہونے کے حوالے سے عالمی سطح پر امن اور باہمی تعاون کو فروغ دینے کے لئے پاکستان نے ہمیشہ اقوام متحدہ، ردا دوں اور کوششوں کی حمایت کی ہے اور دنیا کے تمام ممالک کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔

۸۔ وسائل کی متوازن تقسیم

ملک کے مختلف حصوں میں میسر وسائل اور سہولیات میں فرق پایا جاتا ہے۔ حکومت اس مسئلے پر قابو پانے کے لئے

ضروری اقدامات کر رہی ہے مثلاً ذرائع آمدورفت، تعلیم، تفریح اور صحت عامہ کی سہولیات وغیرہ۔ اس کے علاوہ روزگار کے مواقع میں اضافے کے لئے دستکاریوں اور گھریلو صنعتوں کو فروغ دینا شامل ہے۔ گیس بجلی اور صاف پانی جیسی بنیادی ضروریات کو دور دراز کے علاقوں تک پہنچانے کے انتظامات کئے جا رہے ہیں۔

۳۶۔ خود آزمائی نمبر ۲

مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب تحریر کریں۔

- ۱۔ قیام پاکستان کے بعد اسلامی فلاحی ریاست کی طرف پہلا قدم کیا تھا؟
- ۲۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں کون سے بنیادی حقوق کا ذکر کیا گیا ہے؟
- ۳۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں عدالتی نظام میں کون سے اقدامات لینے کا ذکر کیا گیا ہے؟
- ۴۔ لیبر اصلاحات کی خصوصیات کیا ہیں؟
- ۵۔ حکومت غریب طالب علموں کی مالی مدد کس طرح کرتی ہے؟

۴۵۔ پاکستانی حکومت کی جانب سے کئے جانے والے فلاحی اقدامات

ریاست ایک فلاحی ادارہ کی حیثیت رکھتی ہے جس کا مقصد عوام کی خوشحالی اور انہیں بہتر زندگی گزارنے کی سہولتیں فراہم کرنا ہے، جن میں خوراک صحت اور تعلیم بنیادی نوعیت کی چیزیں ہیں جن کا بندوبست کرنا ہر فلاحی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

پاکستان چونکہ ایک فلاحی ریاست ہے اس لئے حکومت ان چیزوں کو طرف خاطر خواہ توجہ دے رہی ہے اور ان کی بہتری کے لئے اقدامات کر رہی ہے جن کی تفصیل آپ آگے پڑھیں گے۔

۴۶۔ خوراک

پاکستان کے بیشتر لوگ دیہات میں رہتے ہیں۔ ہماری خوراک اور دیگر ضروریات کا دارومدار زراعت پر ہے۔ ملکی کارخانوں کے لئے خام مال بھی زراعت ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ زرعی اجناس کو برآمد کر کے زر مبادلہ کمایا جاتا ہے۔ قومی آمدنی کا زیادہ تر حصہ زراعت مینا کرتی ہے۔ پس زراعت قومی آمدنی، روزگار، برآمدات، خام اشیاء کی پیداوار اور خوراک کے حصول کا سب سے اہم ذریعہ ہے۔ غذائی اجناس میں خود کفالت کا انحصار زیادہ تر زرعی پیداوار پر ہے۔

پاکستان میں زراعت کو ترقی دینے کے لئے حالات سازگار ہیں۔ یہاں نہری پانی سے کھیتوں کو سیراب کیا جاتا ہے۔ ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ ٹیوب ویل لگائے گئے ہیں۔ کھاد کی فیکٹریاں، جدید زرعی مشینری جیسے وسائل موجود ہیں۔ جن کی وجہ سے ہر قسم کی فصلیں کامیابی سے کاشت کی جاتی ہیں جن میں گندم، چاول، باجرہ، مکئی، کپاس، جو، خوردنی تیل اور دالیں شامل ہیں لیکن اس کے باوجود بھی پاکستان شروع سے اپنی خوراک کی کئی اشیاء باہر کے ممالک سے منگواتا ہے۔ جس سے اربوں روپے خرچ ہو رہے ہیں جو ایک زرعی ملک کے لئے یقیناً پریشان کن بات ہے۔

اس صورت حال کو بہتر بنانے کے لئے حکومت مختلف قسم کے اقدامات کر رہی ہے۔ زراعت کو ترقی دینے سے ایک تو پاکستان غذائی لحاظ سے خود کفیل ہو جائے گا اور دوسری طرف فالتو غلہ دوسرے ممالک کو بھی بھیجے گا۔ جس سے زر مبادلہ بھی حاصل ہو گا۔ حکومت زراعت کے شعبے کو بہتر بنانے کے لئے اقدامات کر رہی ہے تاکہ ملک میں خوراک کی قلت پر قابو پایا جا

سکے اور ہم نہ صرف خوراک کے معاملے میں خود کفیل ہوں بلکہ زیادہ غلہ پیدا کر کے دوسرے ممالک کی ضرورت بھی پوری کر سکیں۔

پاکستان میں خوراک کی کمی کے اسباب

اب ہم پاکستان میں خوراک کی کمی کے اسباب کے بارے میں پڑھیں گے۔ جن میں سب سے اہم مسئلہ بڑھتی ہوئی آبادی کا ہے۔ ہمارے ملک کی آبادی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ اگرچہ غذائی پیداوار میں اضافہ بھی ہو رہا ہے لیکن آبادی کی تیزی سے بڑھنے کی وجہ سے زرعی پیداوار میں اضافہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔

ملک میں غذائی پیداوار کو محفوظ رکھنے کے لئے کولڈ سٹوریج اور گوداموں کی کمی ہے۔ اس کے علاوہ بہت سا غذائی اجناس کا حصہ کیڑے مکوڑوں کی نظر ہو جاتا ہے۔ پاکستان میں زرعی پیداوار کا دار و مدار زیادہ تر موسمی حالات پر ہے۔ ہمارے کسان دن رات محنت کر کے فصلیں حاصل کرتے ہیں لیکن بعض اوقات بارش نہیں ہوتی یا ژالہ باری اور یا کوئی دوسری آفت آ جاتی ہے جس کی وجہ سے ساری محنت ضائع ہو جاتی ہے اور نتیجتاً زرعی اجناس کی پیداوار میں کافی کمی آ جاتی ہے۔ غذائی پیداوار کی کمی کی ایک اہم وجہ زمین کی سیم و تھور بھی ہے جس سے سالانہ تقریباً ایک لاکھ ایکڑ زرخیز زمین پیداوار کی صلاحیت سے محروم ہوتی ہے۔

غذائی کمی کی ایک وجہ غذائی اجناس کی بڑے پیمانے پر اسمگلنگ بھی ہے جس سے غذائی قلت پیدا ہوتی ہے۔ پاکستان چونکہ ایک اسلامی فلاحی ریاست ہے اس لئے وہ اپنے شہریوں کی بہتر خوراک کے لئے مناسب اقدامات کر رہی ہے۔ ہمارے زرعی ماہرین اس کوشش میں مصروف ہیں کہ ایسے جدید طریقے اپنائے جائیں جن سے بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے خوراک کی ضروریات بڑی حد تک پوری کی جاسکیں۔

حکومت نے زرعی یونیورسٹیاں قائم کی ہیں اس کے علاوہ مختلف جگہوں پر زرعی تحقیقاتی مراکز بھی قائم کئے گئے ہیں جہاں پر مختلف قسم کی بیجوں پر تحقیق ہو رہی ہے تاکہ ملکی پیداوار میں اضافہ ہو۔

کسانوں کو زرعی پیداوار بڑھانے کے لئے مختلف جگہوں پر زرعی تربیت کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ کسان بھائیوں کے لئے ریڈیو پر خاص قسم کے زرعی پروگرام نشر ہوتے ہیں جن میں کسانوں کو بہتر پیداوار حاصل کرنے کے لئے مفید مشورے دیئے جاتے ہیں۔ موجودہ حکومت کسانوں کو آسان قسطوں پر ٹریکٹر اور دوسرا زرعی سامان میا کر رہی ہے۔ کیڑے مار دوائیں سستے داموں فراہم کئے جا رہے ہیں۔ زرعی بینک کسانوں کو آسان قسطوں پر قرضے بھی دے رہی ہے۔ حکومت نے مختلف جگہوں پر غذائی پیداوار کو ذخیرہ کرنے کے لئے گوداموں اور کولڈ سٹوریج بھی تعمیر کئے ہیں جن سے غذائی اجناس ضائع نہیں ہوتے۔

غذائی سہولت کو روکنے کے لئے حکومت سخت اقدامات کر رہی ہے۔ حکومت دیہاتوں سے منڈیوں تک کی سڑکیں تعمیر کر رہی ہے تاکہ منڈیوں تک زرعی اجناس کی ترسیل آسان ہو سکے۔

۴۶۲۔ صحت

تندرست صحت خداوند کریم کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ انسان تندرست صحت کا مالک ہو تو تب ہی وہ ملک و قوم کی ترقی اور خوشحالی میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

ایک اسلامی فلاحی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کی صحت کا خاص خیال رکھے۔ آزادی سے پہلے ہمارے ملک میں ہسپتالوں کی بہت کمی تھی۔ ڈاکٹر اور نرس بھی نہ ہونے کے برابر تھے لیکن آہستہ آہستہ اس کمی پر قابو پالیا گیا اور کافی تعداد میں میڈیکل کالجز قائم ہوئے جہاں سے ڈاکٹر نکلے، نئے ہسپتال بھی بنے لگے اور نرسنگ سٹاف کی تربیت کا بھی اہتمام کیا گیا۔

حکومت نے ہریوین کونسل کی سطح پر ایک بنیادی صحت کا مرکز اور یونٹ قائم کئے ہیں جہاں ایک ایم۔ بی۔ بی۔ ایس ڈاکٹر اور ساتھی منسب عملہ تعینات ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ دیہی صحت کے مراکز بھی قائم کئے گئے ہیں۔ مرد اور خواتین ٹیکشن کو خاص قسم کی تربیت دی جا رہی ہے۔

حکومت نے تقریباً ۲۹ ہزار لیڈی ہیلتھ ورکرز بھرتی کئے ہیں جو گھر گھر جا کر بچوں اور ان کی ماؤں کی اچھی صحت کے لئے مفت مشورے اور دوائیں دیتی ہیں۔ حکومت نے AHP کے نام سے ایک پروگرام شروع کیا جس کا مقصد پانچ سال سے کم عمر کے بچوں کو ملک امراض سے بچاؤ کے حفاظتی ٹیکے لگوانا ہے۔ ان ٹیکوں سے خناق، کالی کھانسی، تپ دق، چیچک اور خسرہ جیسے خطرناک امراض کی روک تھام ممکن ہو سکے گی۔ بچے کی پیدائش سے پہلے ماؤں کو بھی حفاظتی ٹیکے لگوائے جاتے ہیں۔ آٹھویں پانچ سالہ منصوبے میں دیہی علاقوں میں زیادہ سے زیادہ صحت کے مراکز قائم کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تاکہ شہری اور دیہی علاقوں میں صحت کی سہولتوں میں عدم توازن کو ختم کیا جاسکے۔

حکومت نے بونیف اور یو۔ ایس۔ ایڈ کے تعاون سے ملیریا کے خلاف مہم بھی شروع کر رکھی ہے تاکہ اس خطرناک بیماری کا سدباب ہو سکے۔ جذام جو ایک موذی مرض ہے کی روک تھام کے لئے موثر انتظامات کئے جا رہے ہیں۔ سکولوں میں ہیلتھ ایجوکیشن کے کورسز بھی شروع کئے گئے ہیں۔ ٹی۔ وی، ریڈیو، اخبارات اور سائن بورڈوں پر مختلف قسم کے اشتہارات کے ذریعے لوگوں کو صحت کے بارے میں معلومات بہت پہنچائی جا رہی ہیں۔

حکومت ضروری اور جان بچانے والی ادویات کی آسان فراہمی کے لئے اقدامات کر رہی ہے۔ حال ہی میں ہسپتالوں میں ڈبل شفٹ شروع کی گئی ہے تاکہ ۲۴ گھنٹے مریضوں کو صحت کی سہولیات میسر آئیں۔

حکومت نشہ آور چیزوں جیسے ہیروئن، تمباکو نوشی، چرس اور ایفون وغیرہ کے مضر اثرات سے لوگوں کو آگاہ کر رہی ہے۔ ہیروئن کے پیداوار اور اس کی اسمگلنگ کے خلاف سخت اقدامات کئے جا رہے ہیں اس سلسلے میں ہسپتالوں میں ان خطرناک چیزوں کے علاج کے لئے وارڈ بھی قائم کئے گئے ہیں۔ حکومت نے ہیضہ کی روک تھام کے لئے ہسپتالوں میں ڈائریا یونٹ قائم کئے ہیں اور ساتھ ہی ڈائیریا کنٹرول پروگرام تشکیل دیا ہے۔ ORS کے پیکٹ لوگوں میں مفت تقسیم کئے جا رہے ہیں۔

ماحول کی آلودگی سے خطرناک قسم کی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ اس سلسلے میں حکومت نے ماحولیات آلودگی سے بچاؤ کے لئے ایک ادارہ بھی قائم کیا ہے۔ جو ماحول کی آلودگی سے بچانے اور صاف ستھرا ماحول برقرار رکھنے کے لئے مختلف اقدامات کر رہی ہے۔

اس کے علاوہ ایڈز جو ایک لاعلاج مرض ہے حکومت ایڈز سے بچاؤ کے لئے لوگوں میں شعور بیدار کر رہی ہے تاکہ اس سے بچا جاسکے۔ حکومت صفائی کی طرف بھی پوری توجہ دے رہی ہے۔ یونین کونسل سے لے کر میونسپل کارپوریشن کی سطح تک صفائی کا عملہ تعینات کیا گیا ہے جو اپنے علاقوں میں صفائی کا خاص خیال رکھتی ہے۔

۳۶۳۔ تعلیم

ایک فلاحی ریاست میں تعلیم ہر شہری کا بنیادی حق ہے۔ یہ ایک ایسا سرمایہ ہے جو غربت پر قابو پانے، آمدنی میں اضافہ کرنے اور خاندان کی منصوبہ بندی کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

پاکستان میں خواندگی کی شرح اس وقت ۵۷ فیصد ہے جو کہ ہماری اقتصادی اور معاشرتی ترقی کیلئے کافی نہیں ہے۔ جب تک علم کی روشنی ملک کے کونے کونے تک نہیں پھیلتی۔ ہمیں فلاحی نظام قائم کرنے میں مشکلات پیش آتی رہیں گی۔ حکومت تعلیم عامہ کو فروغ دینے کی طرف زیادہ توجہ دے رہی ہے۔ ملک میں نئی اور سرکاری سطح پر نئے تعلیمی ادارے کھولے جا رہے ہیں۔ موجودہ تعلیمی اداروں میں سہولیات بڑھائی جا رہی ہیں اور نصاب تعلیم کو جدید تقاضوں کے مطابق بنایا جا رہا ہے۔ رسمی تعلیم، غیر رسمی تعلیم کے علاوہ تعلیم بالغاں کو بھی مقبول بنایا جا رہا ہے تاکہ شرح خواندگی میں اضافہ ہو اور فلاحی مملکت کے قیام کی شرط پوری ہو سکے۔ تعلیم کے شعبے کی تفصیل ہم یونٹ کے اگلے حصے میں پڑھیں گے۔

۴۶۴۔ خود آزمائی نمبر ۳

سوال نمبر ۱۔ نیچے دی گئی خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پر کریں۔

- ۱۔ ریاست ایک کی حیثیت رکھتی ہے۔
 - ۲۔ پاکستان میں خوراک کی کمی کا سب سے بڑا سبب ہے۔
 - ۳۔ ایک لاعلاج مرض ہے۔
 - ۴۔ صنعت کی دیکھ بھال کے لئے حکومت نے ہر یونین کو نسل کی سطح پر ایک قائم کیا ہے۔
 - ۵۔ حکومت نے کے تعاون سے لمبریا کے خلاف مہم شروع کر رکھی ہے۔
- سوال نمبر ۲۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب تحریر کریں۔
- ۱۔ زراعت کے شعبے کی کیا اہمیت ہے؟
 - ۲۔ حکومت نے ماں اور بچے کی صحت کے لئے کون سے اقدامات کئے ہیں؟
 - ۳۔ نشہ آور اشیاء کے خلاف حکومت کون سے حفاظتی اقدامات کر رہی ہے؟
 - ۴۔ حکومت نے کس کس سطح پر صفائی کا عملہ تعینات کیا؟
 - ۵۔ پاکستان میں خواندگی کی شرح اس وقت کیا ہے؟

۵۔ پاکستان کا تعلیمی نظام

آج کے دور میں تعلیم کی اہمیت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ تعلیم سے انسان کی شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے۔ اس کے ذریعے ہی انسان ترقی کرتا ہوا موجودہ ترقی یافتہ دور میں داخل ہوا ہے جہاں پر اس نے نہ صرف سطح زمین بلکہ خلا کو بھی تسخیر کر لیا ہے۔

پاکستان میں تعلیم کا ایک اہم مقصد ایسے شہری تیار کرنا ہے جو اسلامی نظریہ حیات کو اچھی طرح سمجھنے کے ساتھ اپنے ملک کے دوسرے شہریوں سے مساوی انصاف اور بھائی چارے والے تعلقات قائم کرے، اس کے اپنے اندر حقوق و فرائض کا مکمل شعور ہو۔

تعلیم کا ایک اور مقصد ملک کی معیشت کو بہتر بنانا ہے کیونکہ تعلیم یافتہ افراد اپنی صلاحیتوں اور تربیت کی بدولت قدرتی وسائل سے فائدہ اٹھا کر ملکی پیداوار میں اضافے کا سبب بنتے ہیں۔ مذہب اسلام میں بھی علم کے حصول کی تلقین کی گئی ہے۔ ہمارے نبیؐ کی ایک حدیث ہے

”علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔“

پاکستان میں خواندگی کی شرح بہت کم ہے اس میں اضافے کے لئے حکومت مسلسل کوشاں ہے لیکن اب بھی یہ شرح ۳۸ فیصد ہے نہ صرف یہ بلکہ فنی تربیت یافتہ افراد کی تعداد بھی بہت کم ہے۔ آئیے! اب پاکستان میں مروج نظام تعلیم کا تفصیلی جائزہ لیں۔

۵.۱۔ تعلیم کی اقسام

پاکستان میں نظام تعلیم کو چار اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔

- ۱۔ رسمی تعلیم
- ۲۔ غیر رسمی تعلیم
- ۳۔ دینی تعلیم
- ۴۔ تعلیم بالغاں

آئیے! اب ان اقسام کا تفصیلی جائزہ لیں۔

۱۔ رسمی تعلیم

رسمی تعلیم سے مراد وہ تعلیم ہے جو باقاعدہ طور پر کسی اسکول، کالج یا یونیورسٹی میں حاصل کی جائے پاکستان میں رسمی تعلیم مختلف سطحوں پر دی جاتی ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

پرائمری تعلیم

اس سطح پر پہلی جماعت سے لے کر پانچویں تک تعلیم دی جاتی ہے۔ پاکستان میں پرائمری تعلیم کے رجحان کی زیادہ سے زیادہ حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے۔

مڈل تک تعلیم

چھٹی جماعت سے لے کر آٹھویں جماعت تک کی تعلیم مڈل کہلاتی ہے۔ اس سطح پر کچھ اسکولوں میں فنی تعلیم بھی دی جاتی ہے تاکہ ملک میں تربیت یافتہ افراد کی تعداد بڑھے۔

ثانوی تعلیم

نویں اور دسویں جماعت کی تعلیم ثانوی کہلاتی ہے اسے میٹرک بھی کہا جاتا ہے۔ اس سطح پر سائنس یا آرٹس کی تعلیم کا تعین کیا جاتا ہے۔

اعلیٰ ثانوی تعلیم

کالج میں گیارہویں اور بارہویں تک جو تعلیم دی جاتی ہے اسے اعلیٰ ثانوی تعلیم کہتے ہیں۔ اس سطح پر الگ الگ گروپ بننے ہیں مثلاً ڈاکٹری کی تعلیم کے لئے ابتدائی میڈیکل گروپ، انجینئرنگ کے لئے ابتدائی انجینئرنگ گروپ، عمرانی علوم کے لئے آرٹس گروپ اور کامرس گروپ۔

ڈگری سطح کی تعلیم

اعلیٰ ثانوی تعلیم کے بعد ڈگری سطح کی دو اقسام ہیں۔ بی اے یا بی ایس سی جو دو سال میں مکمل ہوتا ہے۔ بی اے آنرز یا

بی ایس سی آنرز جو تین سال میں مکمل ہوتا ہے دونوں اقسام میں امتحان میں کامیابی کے بعد ڈگری ملتی ہے۔

اعلیٰ تعلیم

عام طور پر اس سطح کی تعلیم یونیورسٹیوں میں دی جاتی ہے لیکن کچھ کالجوں میں جن کے پاس سہولیات موجود ہیں وہ بھی یہ تعلیم دیتے ہیں۔ اس سطح پر ایم اے یا ایم ایس سی کا دو سالہ کورس کروایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ محدود پیمانے پر ایم فل یا پی ایچ ڈی (ڈاکٹریٹ) کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ جس میں کسی مخصوص موضوع پر تحقیق کرنا لازمی ہوتا ہے اس اعلیٰ ڈگری کی تعلیم صرف یونیورسٹیوں میں دی جاتی ہے۔

پاکستان میں اس وقت کئی یونیورسٹیاں ہیں جن کے کاموں کو مربوط کرنے کے لیے ہائر ایجوکیشن کمیشن کے نام سے ایک ادارہ اسلام آباد میں بنایا گیا ہے۔

فنی و پیشہ ورانہ تعلیم

ملک میں فنی و پیشہ ورانہ تعلیم و تربیت کے لئے میڈیکل کالج، انجینئرنگ یونیورسٹیاں و کالج، پولی ٹیکنک انسٹی ٹیوٹ، ووکیشنل اور کمرشل انسٹی ٹیوٹ، اساتذہ کی تربیت کے ادارے، قانون کی تعلیم کے لئے کالج، زرعی تعلیم کے لئے زرعی کالج و یونیورسٹیاں قائم ہیں۔ عام طور پر ان اداروں میں اعلیٰ ثانوی تعلیم پاس کرنے والے طلبہ و طالبات کو داخلہ دیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ معذور بچوں (گونگے، بہرے، اندھے) کی تعلیم و تربیت کے لئے بھی کئی ادارے کام کر رہے ہیں۔ ان اداروں میں بچوں کو کوئی نہ کوئی ہنر بھی سکھایا جاتا ہے۔

۲۔ غیر رسمی تعلیم

اس تعلیم کے لئے باقاعدہ کسی ادارے میں جانے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ یہ تعلیم گھر بیٹھے حاصل کی جاسکتی ہے۔ اسے فاصلاتی تعلیم کہتے ہیں۔ جیسا کہ یہ تعلیم خط و کتابت، ریڈیو ٹیلی ویژن پروگرام کے ذریعے دی جاتی ہے۔ اس لئے کئی لوگ جو غربت، ملازمت یا گھریلو مسائل و مصروفیات کی وجہ سے کسی تعلیمی ادارے میں باقاعدہ جا کر تعلیم حاصل نہیں کر سکتے وہ اس نظام سے مستفید ہوتے ہیں۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد اس نظام سے لوگوں کو میسر کرنے کے لئے کراہیم فل اور پی ایچ ڈی تک تعلیم دے رہی ہے۔ اس وقت یونیورسٹی کے پاس طلبہ و طالبات کی تعداد لاکھوں تک ہے۔ یہ طریقہ تعلیم رسمی تعلیم کی نسبت سستا بھی ہے۔

۳۔ دینی تعلیم

پاکستان میں ابتدائی سطح پر مسجد دینی تعلیم کا ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ ملک بھر میں دینی تعلیم کے کئی ادارے قائم ہیں جن کی حکومت سرپرستی کرتی ہے۔ دینی تعلیم کے لئے ایک یونیورسٹی اسلام آباد میں بھی قائم کی گئی ہے۔ دیہی علاقوں میں اسکولوں کی کمی کو پورا کرنے کے لئے مسجد کو چھوٹا تعلیمی مرکز بنا دیا جاتا ہے جہاں پر قرآن مجید اور دینیات کے علاوہ تیسری جماعت تک تعلیم دی جاتی ہے۔ ایسی درس گاہوں کو مسجد اسکول کا نام دیا جاتا ہے۔

۴۔ تعلیم بالغاں

پاکستان میں جیسا کہ خواندگی کی شرح بہت کم ہے۔ اس شرح کو بڑھانے کے لئے تعلیم بالغاں کا پروگرام شروع کیا گیا ہے تاکہ بڑی عمر کے لوگوں میں لکھنے پڑھنے کی صلاحیت پیدا کی جائے۔ تعلیم بالغاں کے پروگرام ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر بھی پیش کئے جاتے ہیں۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی تعلیم بالغاں کے پروگرام بڑے اچھے طریقے سے چلا رہی ہے۔ یہ تو تھا پاکستان میں تعلیمی اقسام کا ایک جائزہ۔ آئیے! اب کچھ ان مسائل کے متعلق بات چیت کریں جو ہمارے تعلیمی شعبے کو درپیش ہیں۔

۵۶۲۔ تعلیمی مسائل

قیام پاکستان سے لے کر اب تک پاکستان نے تعلیمی میدان میں کافی ترقی کی ہے لیکن اب بھی ہمارے ہاں خواندگی کی شرح بہت کم ہے جس کا ایک بڑا سبب ہمارے تعلیمی شعبے کے مسائل ہیں۔ آئیے! ذرا ان پر تفصیل سے روشنی ڈالیں۔

۱۔ تعلیمی اداروں کی کمی

ہمارے ہاں سب سے اہم مسئلہ تعلیمی اداروں کی کمی ہے۔ پاکستان کی آبادی جس تیزی سے بڑھ رہی ہے اسی تیزی سے اسکول جانے والے بچوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ ضرورت کے پیش نظر زیادہ اسکول کھولے جارہے ہیں لیکن اس کے باوجود اس وقت اسکول جانے والی عمر کے بچوں میں سے صرف ۵۵ فیصد بچوں کو تعلیمی سہولیات میسر ہیں۔ اتنی کم تعداد کو تعلیمی سہولیات کی فراہمی کا سبب ملکی وسائل کی کمی اور آبادی میں بے انتہا اضافہ ہے۔

۲۔ پست معیار تعلیم

پاکستان میں تعلیم کا معیار بہت پست ہے۔ جس کا سبب غیر تربیت یافتہ اساتذہ کی بھرتی، لائبریری اور لیبز کی کمی

نا کافی سہولیات و عدم استعمال اور امتحان کا ناقص نظام اور نقل کے رجحان میں اضافہ ہوتا ہے۔

۴۔ نصابی کتب کی عدم دستیابی

نصابی کتابوں کی عدم دستیابی بھی تعلیمی مسائل میں سے ایک ہے۔ اول تو معیاری نصابی کتابوں کی کمی ہے۔ جو غیر ملکی کتابیں ملتی ہیں وہ بہت زیادہ مہنگی ہیں اس لئے ہر طالب علم انہیں نہیں خرید سکتا۔ اکثر کتابیں انگریزی زبان میں ہونے کی وجہ سے طالب علم کو سمجھنے میں دقت پیش آتی ہے۔ کتابوں میں موجود مواد کو حالات اور وقت کے مطابق نہیں ڈھالا جاتا اکثر کتابوں میں پرانے اعداد و شمار اور پرانے واقعات ہوتے ہیں جن کی وقت گزرنے کے بعد اہمیت کم ہو جاتی ہے۔

۴۔ طالب علم کی راہنمائی کا فقدان

ایک مسئلہ طالب علم کی راہنمائی کا فقدان بھی ہے۔ جس کی وجہ سے انہیں یہ طے کرنے میں مشکل پیش آتی ہے کہ وہ کون سے مضامین لیں یا تعلیم میں کون سا شعبہ منتخب کریں۔ نتیجتاً غلط فیصلوں کی وجہ سے پڑھائی میں دلچسپی نہیں رہتی اور صلاحیتوں کو نقصان پہنچتا ہے۔

۵۔ غیر نصابی سرگرمیوں کا فقدان

ہمارے تعلیمی اداروں میں نیم نصابی سرگرمیاں، سماجی مشاغل اور کھیل کود و تفریحی سہولیات برائے نام ہیں جس کی وجہ سے اکثر طالب علم گروہی سیاست اور غیر تعمیری مشاغل میں مصروف رہتے ہیں اور ان چیزوں کے منفی اثرات تعلیم پر ظاہر ہوتے ہیں۔

۶۔ غربت

آبادی کی اکثریت غربت کا شکار ہے جس کے باعث وہ تعلیمی اخراجات پورے کرنے سے قاصر ہیں۔ لہذا وہ اپنے بچوں کو پڑھانے کے بجائے کوئی کام کر کے کمانے کی طرف لگا دیتے ہیں۔

۳ء۵۔ مسائل کے حل کے لئے حکومت کے اقدامات

تعلیمی مسائل حل کرنے اور تعلیمی معیار کو بہتر کرنے کے لئے حکومت نے کئی اقدامات کئے ہیں۔ آئیے! ان کا جائزہ لیں۔

۱۔ اسکولوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کے لئے نجی شعبے میں اسکول کھولنے کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے۔ کئی اسکولوں اور کالجوں کے علاوہ مختلف پیشہ ورانہ یونیورسٹیوں کا قیام عمل میں آچکا ہے۔

۲۔ اساتذہ کی تربیت کے لئے کئی ادارے قائم کئے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی بھی قابل قدر خدمات سرانجام دے رہی ہے۔

۳۔ معیاری نصابی کتابیں لکھنے اور چھپوانے کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے۔ اردو سائنسی بورڈ، سائنسی کتابوں کے اردو میں تراجم شائع کر رہا ہے۔ جبکہ نیشنل بک فاؤنڈیشن کے ادارے کے قیام کا مقصد غیر ملکی کتب کو ملک میں چھاپ کر سستے داموں فروخت کرنا ہے۔

۴۔ تعلیمی اداروں میں غیر نصابی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لئے سہولیات میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔

۵۔ غریب اور نادار بچوں کے لئے وظائف مقرر کئے گئے ہیں۔ کئی طلبہ کو قرض حسنہ بھی دیا جا رہا ہے۔ تعلیمی ترویج کے لئے ایجوکیشن فاؤنڈیشن قائم کیا گیا ہے۔ ان سب اقدامات کا مقصد تعلیمی شعبے کی اصلاح کرنا ہے تاکہ خواندگی کی شرح میں اضافہ ہو۔ لوگوں کے اندر شعور پیدا ہو اور ان کا معیار زندگی بلند ہو۔

۵۶۳۔ خود آزمائی نمبر ۴

سوال نمبر ۱۔ مندرجہ ذیل بیانات میں سے غلط اور صحیح کی نشان دہی کریں۔

- ۱۔ تعلیم کا مقصد صرف روزگار حاصل کرنا ہے۔ صحیح/غلط
- ۲۔ پاکستان میں فنی تربیت یافتہ کی تعداد کم ہے۔ صحیح/غلط
- ۳۔ نویں اور دسویں جماعت کی تعلیم اعلیٰ ثانوی تعلیم کہلاتی ہے۔ صحیح/غلط
- ۴۔ ایم فل کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے کسی موضوع پر تحقیق کرنا لازمی ہوتا ہے۔ صحیح/غلط

ہے۔

۵۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن انگریزی سائنسی کتابوں کے اردو میں تراجم کرتا ہے۔ صحیح/غلط

سوال نمبر ۲۔ مندرجہ ذیل خالی جگہیں پر کریں۔

- ۱۔ تعلیم یافتہ افراد اپنی اور کی بدولت قدرتی وسائل سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔
- ۲۔ چھٹی سے لے کر آٹھویں جماعت تک کی تعلیم کہلاتی ہے۔
- ۳۔ بی۔ اے آنرز کا کورس سالوں میں مکمل ہوتا ہے۔
- ۴۔ مسجد اسکولوں میں بچوں کو جماعت تک تعلیم دی جاتی ہے۔
- ۵۔ تعلیم بالغاں کے سلسلے میں یونیورسٹی کے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگرام کافی مدد دیتے ہیں۔

۶۔ تشریحات

مد اخلتہ	دخل اندازی
امتیاز	فرق کے بغیر
سیاسی بصیرت	سیاسی سمجھ
ادوار	دور کی جمع
اطاعت گزار	حکم ماننے والے
ملکی تعمیر نو	نئے سرے سے ملک کی تعمیر کرنا یعنی ملک کو مضبوط بنانا
اجاگر	ظاہر
استیصال	جڑ سے اکھاڑنا مراد ظلم کرنا
حوصلہ شکنی	حوصلہ توڑنا، ہمت ختم کرنا
ارتکاز دولت	دولت ایک جگہ جمع ہونا
متوازن	برابر
اسمگلنگ	غیر قانونی طور پر چیزوں کی درآمد و برآمد
جدید	نیا
تریل	پہنچانا
تعینات	مقرر کرنا، تعین کرنا
نیکنیشن	ہنرمند
عدم توازن	برابر نہ ہونا
ڈائریا	اسمال
تخیر	فتح کرنا، حاصل کرنا
تلقین	ہدایت، سمجھانا
کوشاں	کوشش

قسم کی جمع	اقسام
وابستہ، بندھا ہوا	مربوط
فائدہ حاصل کرنے والا، فائدہ اٹھانے والا	مستفید
کفیل ہونا، حمایت کرنا	سرپرستی
خارج کیا گیا، رد کیا گیا	منفی
تعلیم کی اشاعت، تعلیم کو رواج دینا	تعلیمی ترویج
مشکل	وقت
استعمال نہ ہونا	عدم استعمال

۷۔ جوابات

خود آزمائی نمبر ۱

۱۔ راس ۲۔ فلاح و بہبود ۳۔ مدینے ۴۔ میثاق مدینہ ۵۔ حضرت عمر فاروقؓ ۶۔ یونانیوں

خود آزمائی نمبر ۲

جوابات کے لئے سیکشن نمبر ۳ دیکھیں

خود آزمائی نمبر ۳

سوال نمبر ۱۔ (۱) ادارے (۲) تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی (۳) ایڈز (۴) بنیادی صحت کا مرکز (۵) یو۔ ایس۔ ایڈ

سوال نمبر ۲۔ جوابات کے لئے سیکشن نمبر ۴ دیکھیں

خود آزمائی نمبر ۴

سوال نمبر ۱۔ (۱) غلط (۲) صحیح (۳) غلط (۴) صحیح (۵) غلط

سوال نمبر ۲۔ (۱) صلاحیتوں اور تربیت (۲) مڈل (۳) تین سال (۴) تیسری (۵) علامہ اقبال اوپن

ماحولیات

تجریر

ڈاکٹر عابدہ کلثوم

نظر ثانی

ڈاکٹر سید مجاور حسین شاہ

یونٹ کا تعارف

اس یونٹ میں آپ کو ماحول کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ انسانی آبادی ماحول پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہے اور ماحول میں آلودگی کیسے بڑھ رہی ہے۔ اس بڑھتی ہوئی آلودگی کے کیا کیا نقصانات ہیں۔ اس کے علاوہ اس بات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے کہ ماحول کے بارے میں غور و فکر کیوں ضروری ہے۔ اس کے علاوہ آلودگی کو کم کرنے کے طریقے بھی بتائے گئے ہیں۔

یونٹ کے مقاصد

ہمیں امید ہے کہ اس یونٹ کو پڑھنے کے بعد آپ کو اس قابل ہو جانا چاہئے کہ بتا سکیں کہ:

- ۱۔ ماحول کیا ہے؟
- ۲۔ آبادی اور ماحول کا آپس میں کیا تعلق ہے؟
- ۳۔ انسانی سرگرمیوں سے ماحول کیسے متاثر ہو رہا ہے؟
- ۴۔ صنعتی انقلاب سے ماحول پر کیا اثر پڑا؟
- ۵۔ ماحول کے بارے میں غور و فکر اور تحقیق و تعلیم کی ضرورت
- ۶۔ آلودگی کم کرنے کے کون سے طریقے ہیں؟

فہرست مضامین

240	یونٹ کا تعارف
240	یونٹ کے مقاصد
242	۱۔ ماحول کیا ہے؟
242	۱ء۱۔ قدرتی ماحول
242	۱ء۲۔ مادی ماحول
242	۱ء۳۔ گھریلو ماحول
243	۱ء۴۔ مقامی ماحول
243	۱ء۵۔ معاشرتی ماحول
244	۱ء۶۔ خود آزمائی نمبر ۱
246	۲۔ انسان ماحول پر کیسے اثر انداز ہوتا ہے؟
246	۲ء۱۔ آبادی کا ماحول پر اثر
246	۲ء۲۔ قدرتی ایندھن کا استعمال
247	۲ء۳۔ خوراک کا حصول
247	۲ء۴۔ صنعتی انقلاب اور شہروں کی طرف آبادی کا رخ
248	۲ء۵۔ خود آزمائی نمبر ۲
249	۳۔ ماحول کے بارے میں غور و فکر
249	۳ء۱۔ ماحول کے لئے تعلیم و تحقیق کی ضرورت
250	۳ء۲۔ ماحول کی آلودگی کا تدارک
251	۳ء۳۔ خود آزمائی نمبر ۳
252	۴۔ تشریحات
253	۵۔ جوابات

۱۔ ماحول کیا ہے؟

ماحول ایک ایسا لفظ ہے جس سے ہم سب بخوبی واقف ہیں اور ہماری روزمرہ زندگی میں اس لفظ کا استعمال بہت زیادہ ہے مثلاً سکول کا ماحول، گھر کا ماحول، شہری ماحول، دیہاتی ماحول وغیرہ وغیرہ۔ غرض یہ کہ ماحول کو سادہ الفاظ میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ ”کسی بھی چیز کے گرد و نواح کو ماحول کہا جاتا ہے۔ خواہ وہ قدرتی ہو یا مصنوعی“ مثلاً آپ جہاں کہیں بھی رہتے ہیں آپ کے ارد گرد کی اشیاء کو ماحول کا نام دیا گیا ہے۔ انسان، جانور، درخت، پودے، دریا، پتھر، پہاڑ، ریت، مٹی، ہوا، پانی اور درجہ حرارت وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب اشیاء ماحول کا حصہ ہیں۔

ماحول کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ لیکن بنیادی طور پر دو اقسام ہیں۔ قدرتی/فطری ماحول اور مادی ماحول۔

۱۶۱۔ قدرتی ماحول

قدرتی طور پر جتنی بھی اشیاء پائی جاتی ہیں وہ سب مل کر قدرتی یا فطری ماحول بناتی ہیں مثلاً ہوا، پانی، درخت، پودے، جانور، زمین، مٹی، معدنیات، نباتات اور موسم وغیرہ۔ یہ سب چیزیں قدرتی ماحول کا حصہ ہیں اور قدرتی ماحول میں ان اشیاء کا بڑا عمل دخل ہے۔

۱۶۲۔ مادی ماحول

تمام قدرتی اور مصنوعی اشیاء مل کر مادی ماحول بناتی ہیں۔ مصنوعی اشیاء سے مراد وہ تمام ٹھوس اشیاء جو انسان نے خود بنائی ہیں مثلاً شہر، ذرائع مواصلات (ٹیلی فون، وائرلس، فیکس مشین، ٹیلی ویژن اور ریڈیو) ذرائع آمد و رفت (گاڑی، ٹرک، موٹر کار، موٹر سائیکل، سائیکل، ہوائی جہاز اور خلائی طیارے وغیرہ وغیرہ) کارخانے، فیکٹریاں، ملیں اور جدید ٹیکنالوجی کی تمام اشیاء یہ مادی ماحول کا حصہ ہیں۔

ان پہلوؤں کے علاوہ ماحول کی درجہ بندی ایک اور انداز میں بھی کی جاسکتی ہے مثلاً گھریلو ماحول، مقامی ماحول اور معاشرتی ماحول وغیرہ وغیرہ۔

۱۶۳۔ گھریلو ماحول

انسان کا سب سے پہلا ماحول اس کا گھر ہوتا ہے۔ گھروں کی تعمیر میں موسموں کا خاصا عمل دخل ہوتا ہے کیونکہ سرد

علاقوں کے گھر چھوٹے اور بند بنائے جاتے ہیں تاکہ گھروں کو بآسانی گرم کیا جاسکے جبکہ گرم علاقوں میں گھر بڑے اور کھلے ہوتے ہیں۔ اسی طرح گاؤں میں گھر اس لئے بڑے بنائے جاتے ہیں کہ لوگ خاندانوں کی شکل میں رہتے ہیں لیکن شہروں میں ایسا بہت کم دیکھا گیا ہے غرضیکہ کہ انسان جب گھریلو ماحول میں سب کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے تو وہ بہت سی باتیں بھی سیکھتا ہے۔

۱۶۴۔ مقامی ماحول

مقامی ماحول سے مراد وہ جگہ جہاں آپ رہتے ہیں۔ جہاں آپ کا گھر واقع ہے۔ وہاں اور بھی بہت سے گھر ہوں گے یہ سب چھوٹے بڑے گھر مل کر مقامی ماحول بناتے ہیں مثلاً راولپنڈی میں رہنے والے لوگوں کے لئے راولپنڈی کا ماحول مقامی ماحول ہو گا۔ مقامی ماحول کوئی شہر بھی ہو سکتا ہے اور گاؤں بھی اور کوئی دیہات بھی۔

۱۶۵۔ معاشرتی ماحول

انسان مل جل کر سوسائٹی یعنی کہ معاشرہ بناتے ہیں۔ اور اس کے ماحول کو معاشرتی ماحول کہا جاتا ہے۔ عادات و خصائل، رہن سہن اور ہمارا رویہ معاشرتی ماحول کی عکاسی کرتا ہے

۱۶۔ خود آزمائی نمبر ۱

سوال نمبر ۱۔ مندرجہ ذیل بیانات میں سے غلط اور صحیح کی نشاندہی کریں۔

صحیح غلط
صحیح غلط
صحیح غلط
صحیح غلط
صحیح غلط

۱۔ ہسپتال کا ماحول بھی آپ کے ماحول کا حصہ ہے۔

۲۔ زیر آب رہنے والے جاندار ماحول پر اثر ڈالتے ہیں۔

۳۔ قدرتی ماحول تمام بے جان اشیاء کا مرکب ہے۔

۴۔ جدید ٹیکنالوجی ہمارے قدرتی ماحول کا حصہ ہے۔

۵۔ مقامی ماحول سے مراد معاشرے کا ماحول ہے۔

سوال نمبر ۲۔ خالی جگہیں پر کریں۔

۱۔ مادی ماحول اور مصنوعی اشیاء سے مل کر بنتا ہے۔

۲۔ علاقوں کے گھر چھوٹے اور بند بنائے جاتے ہیں۔

۳۔ سے مراد آپ کے ارد گرد پائی جانے والی تمام اشیاء ہیں۔

۴۔ میں نباتات و حیوانات بھی شامل کئے جاتے ہیں۔

۵۔ قدرتی ماحول کو ماحول بھی کہا جاتا ہے۔

اپنے گھر کے ماحول کا مشاہدہ کریں، گھر میں پائی جانے والی اشیاء میں سے قدرتی اور مصنوعی اشیاء کو الگ الگ کر کے لکھیں۔

قدرتی اشیاء	مصنوعی اشیاء

۲۔ انسان ماحول پر کیسے اثر انداز ہوتا ہے

ابتدا میں انسانی آبادی بہت کم تھی۔ انسان بہت سادہ زندگی بسر کیا کرتا تھا۔ انسان کا مقصد صرف اور صرف پیٹ بھرنا اور اپنی نسل کو آگے بڑھانا تھا لیکن جب انسان نے زمین پر زراعت کا پیشہ اختیار کیا تو اس وقت انسانی آبادی ایک کروڑ کے قریب تھی۔ اس لئے ضروریات زندگی بھی محدود تھیں۔ آہستہ آہستہ آبادی بڑھتی چلی گئی اور اس کے ساتھ ضروریات میں بھی اضافہ ہوا لیکن قدرتی وسائل وہی رہے جس کی وجہ سے ماحول پر دباؤ بڑھتا چلا گیا۔ اس وقت دنیا کی آبادی ۶۶۱ ارب ہے لیکن قدرتی وسائل آبادی کے ساتھ ساتھ بڑھ نہیں رہے بلکہ کم ہو رہے ہیں۔ یوں آبادی میں تیز رفتار اضافے کی وجہ سے ہمارے ماحول پر بڑے منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

۲۶۱۔ آبادی کا ماحول پر اثر

کرہ ارض محدود ہے اور اس پر آبادی کی گنجائش ایک حد سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ جتنے زیادہ لوگ ہوں گے اتنی ہی خوراک کی زیادہ ضرورت ہوگی اور انسان کی بنیادی ضروریات مثلاً پانی، خوراک، ہوا، ایندھن وغیرہ۔ یہ سب محدود مقدار میں ہیں۔ زیادہ لوگوں کے رہنے کے لئے زمین پر زیادہ جگہ کی ضرورت ہوگی تاکہ وہ اپنے گھر بنا سکیں۔ اس طرح آبادی گنجان ہوتی جائے گی جو کہ ماحول کی آلودگی کا ایک بڑا سبب ہے۔

۲۶۲۔ قدرتی ایندھن کا استعمال

پہلے پہل لوگ پیدل سفر کیا کرتے تھے کیونکہ نہ تو ٹیکنالوجی کو اتنا فروغ حاصل تھا اور نہ ہی لوگوں کی ضروریات زیادہ تھیں اور آبادی بھی محدود تھی۔ ایندھن کا استعمال زیادہ تر گھروں میں کھانے وغیرہ بنانے کے لئے اور گھروں کو گرم کرنے کے لئے تھا لیکن جب ٹیکنالوجی اور سائنس نے ترقی کی تو بلب اور انجن جیسی ایجادات ہوئیں۔ ریل گاڑی، کار اور پھر ہوائی جہاز بنے اور فوسلز فیل (Fossil's Fuels) کوئلہ، قدرتی گیس، پٹرول، ڈیزل وغیرہ استعمال میں لائے گئے۔

ابتدا میں پورے شہر میں چند گاڑیاں ہوا کرتی تھیں اس کی وجہ یہ تھی کہ شہر میں آبادی کم تھی اور اس کے ساتھ ساتھ گاڑی بنانا آسان کام نہیں تھا۔ لیکن ٹیکنالوجی کے انقلاب کی وجہ سے گاڑیوں کی بہتات ہوئی اور اس وقت شہر میں لاکھوں کی

تعداد میں گاڑیاں پائی جاتی ہیں اور ان سب میں پیڑوں اور ڈیزل وغیرہ استعمال ہوتا ہے اور ان کے دھوئیں کی وجہ سے فضا آلودہ ہو رہی ہے جو صحت کے لئے خاصی نقصان دہ ہے۔ اس دھوئیں کی وجہ سے بچوں میں ذہنی معذوری کا اندیشہ ہے۔ اس کے علاوہ سمیٹوں کا سرطان بھی اسی آلودگی کے باعث ہو سکتا ہے۔

برہتی ہوئی ایندھن کی ضروریات پوری کرنے کے لئے جنگلات کو کاٹ کر کٹری حاصل کی جاتی ہے جو بطور ایندھن استعمال ہوتی ہے۔ اس سے نہ صرف زمین کا کٹاؤ بڑھتا ہے بلکہ فضا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس کی مقدار بھی بڑھ جاتی ہے۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس فضا کو آلودہ بناتی ہے اور ہماری صحت کے لئے نقصان دہ ہے۔ اور دوسری طرف زمین کے کٹاؤ کی وجہ سے زمین اس قابل نہیں رہتی کہ اس پر فصلیں کاشت کی جاسکیں۔

۲۶۳۔ خوراک کا حصول

آبادی بڑھنے کے ساتھ ساتھ زیادہ خوراک کے حصول کی فکر شروع ہوئی۔ جنگلات کاٹ کر زمین کو ہموار کیا گیا۔ تاکہ اسے قابل کاشت بنایا جاسکے۔ جس کی وجہ سے جنگلات میں رہنے والے جنگلی جانوروں کی زندگی متاثر ہوئی اور کئی بیش ہماء جانوروں کی نسلیں ناپید ہو گئیں۔ جنگلات کی کمی کی وجہ سے فضا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی زیادتی کے علاوہ آکسیجن کی کمی بھی واقع ہوئی۔ جیسا کہ پودے اپنی خوراک بنانے کے عمل کے دوران آکسیجن گیس پیدا کرتے ہیں جو وہ فضا میں خارج کرتے ہیں اور اس طرح سے فضا میں آکسیجن کی مقدار متوازن رہتی ہے۔ اس لئے اگر پودوں کی تعداد کم کر دی جائے تو فضا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ اور آکسیجن کا توازن بگڑ جائے گا۔ یعنی کاربن ڈائی آکسائیڈ جیسی زہریلی گیس کی مقدار زیادہ ہو جائے گی جس کی وجہ سے جانوروں اور پرندوں کی بہت ہی قیمتی اور نایاب نسلیں جو کبھی بہت بڑی تعداد میں اس روئے زمین پر پائی جاتی تھیں لیکن اب بالکل ختم ہو گئی ہیں۔

۲۶۴۔ صنعتی انقلاب اور شہروں کی طرف آبادی کا رخ

بیسویں صدی میں جب ٹیکنالوجی اور سائنس کے میدان میں ترقی ہوئی تو صنعتیں وجود میں آئیں۔ یہ صنعتیں زیادہ تر شہروں میں لگائی گئیں جب کارخانوں اور فیکٹریوں کی تعداد بڑھی تو ان میں بے تحاشا لوگوں کو روزگار میسر ہوا۔ لوگ شہروں کی طرف آنے لگے۔ جس کی وجہ سے شہری آبادی پر دباؤ پڑا۔ شہر گنجان آباد نظر آنے لگے۔ کارخانوں کے دھوئیں کی وجہ سے نہ صرف فضا کی آلودگی بڑھی بلکہ شور و غل کی وجہ سے صوتی آلودگی میں بھی اضافہ ہوا جس کی وجہ سے ایک طرف جسمانی اور ذہنی بیماریوں میں اضافہ ہوا اور دوسری طرف گندگی کو ٹھکانے لگانے کے لئے مناسب انتظام کی کمی واقع ہوئی۔

۲۶۵۔ خود آزمائی نمبر ۲

سوال نمبر ۱۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب تحریر کریں۔

۱۔ کیا قدرتی وسائل دن بدن کم ہو رہے ہیں؟

۲۔ پہلے زمانے میں ایندھن کا استعمال کہاں ہوتا تھا؟

۳۔ فوسلز فیول میں کیا کیا شامل ہے؟

۴۔ فضا میں دھوئیں کی وجہ سے کون کون سی بیماریاں پھیل رہی ہیں؟

۵۔ ٹیکنالوجی کی وجہ سے فضا کس طرح آلودہ ہو رہی ہے؟

سوال نمبر ۲۔ مندرجہ ذیل میں سے صحیح جواب پر (✓) درست کا نشان لگائیں۔

۱۔ انسان نے جب زراعت کا پیشہ اختیار کیا تو کل آبادی کتنی تھی؟

الف۔ ۱۰ لاکھ ب۔ ایک لاکھ ج۔ ایک کروڑ

۲۔ کسی چیز کی کمی کی وجہ سے فضا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی زیادتی اور آکسیجن کی کمی واقع ہوتی ہے؟

الف۔ آبادی کی ب۔ جنگلات کی ج۔ گاڑیوں کی

۳۔ ماحول کو بہتر بنانے کے لئے سب سے پہلے ضروری ہے کہ:

الف۔ آبادی کو کنٹرول کیا جائے ب۔ ماحولیاتی تعلیم دی جائے

ج۔ وسائل کو بڑھایا جائے

۳۔ ماحول کے بارے میں غور و فکر

ماحول کے بارے میں غور و فکر کیوں ضروری ہے؟ اس لئے کہ ہم ماحول پر اثر انداز ہوتے ہیں اور ماحول ہم پر تمام جانداروں کی طرح انسان بھی اپنے ماحول کا حصہ ہے۔ اس لئے ماحول کے بارے میں غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر ماحولیاتی سائنس وجود میں آئی۔

”ماحولیاتی سائنس سے مراد علم کی وہ شاخ جس میں انسان اور ماحول کے ایک دوسرے پر اثر انداز ہونے کا مطالعہ کیا جائے۔“

درحقیقت ماحولیاتی سائنس کا مقصد یہ ہے کہ انسانی آبادی اعلیٰ معیار اور اچھی صحت کے ساتھ لامحدود عرصے تک اس دنیا میں قائم دائم رہے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہمیں اپنے مسائل کا علم ہو اور ہم ان کا حل بھی ڈھونڈ پائیں۔

۱۶۳۔ ماحول کے لئے تعلیم و تحقیق کی ضرورت

بیسویں صدی میں تحقیق کی جستجو میں اربوں روپے اور بے تحاشا وقت خرچ کیا گیا۔ مختلف قسم کے تجربات کئے گئے اور نئے نئے شعبے قائم کئے گئے۔ اس دوران بہت سے مسائل درپیش ہوئے لیکن خاصی بحث اور تحقیق کے بعد یہ بات سامنے آئی ہے کہ تمام مسائل کا حل تعلیم ہے۔ اگر سوسائٹی میں تعلیم کا فقدان ہے تو مسائل پیدا ہوتے چلے جائیں گے اور ان مسائل کو نہ تو حکومت حل کر سکتی ہے اور نہ ہی کوئی ادارہ۔ مسائل صرف انفرادی کوششوں سے حل کئے جاسکتے ہیں۔ اس لئے ہر فرد کو تعلیم دلانا ضروری ہو گیا ہے۔ ایک تعلیم یافتہ انسان کو ہی اپنی ضروریات، اپنے مسائل اور ان کے حل کا بخوبی علم ہو گا۔ اگر عوام ان پڑھ ہے، غیر تعلیم یافتہ ہے تو یہ خبر لگانے کا کوئی فائدہ نہ ہو گا کہ ”زہریلے مادوں اور گیہوں کی وجہ سے فضائی اور ماحولیاتی آلودگی میں اضافہ ہو رہا ہے۔“ کیونکہ نہ لوگ پڑھ سکتے ہیں اور نہ ہی ان کو زہریلے مادوں اور گیہوں کے نقصانات کا اندازہ ہو گا۔ ۱۹۷۰ء میں امریکہ میں یہ بات نوٹ کی گئی کہ پینے کے پانی میں کیڑے مار دواؤں کے زہریلے اثرات موجود ہیں اور اس کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں جو گاؤں اور دیہات میں رہتے ہیں کیونکہ لاعلمی کی وجہ سے یہ لوگ اپنے گھروں کے اندر باغات اور گھاس کے میدانوں پر زہریلی کیڑے مار دواؤں کا ضرورت سے زیادہ چھڑکاؤ کرتے ہیں۔ اب صرف تعلیم کے ذریعے ہی ان لوگوں کو روکا جاسکتا ہے اور یہ بات باور کرائی جاسکتی ہے کہ ان کیڑے اور حشرات مار دواؤں کے غلط استعمال سے آپ کو اور آپ کی آنے والی نسلوں کو کن کن خطرات و نقصانات کا اندیشہ ہے۔

ماحولیاتی سائنس کی تحقیق ہماری زندگی میں بہت اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ ماحول سے متعلق تمام مسائل اور ان کا حل ہم ماحولیاتی سائنس کے مطالعے کی مدد سے حاصل کرتے ہیں۔ اس وقت پوری دنیا میں خاص طور پر تمام ترقی یافتہ ممالک میں ماحول کو آلودہ ہونے سے بچانے کے لئے کام ہو رہا ہے اور ماحولیاتی سائنس کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ آئیے! دیکھتے ہیں کہ ہم اپنے ماحول کو آلودہ ہونے سے کیسے بچا سکتے ہیں۔

۳۶۲۔ ماحول کی آلودگی کا تدارک

- ۱۔ آبادی پر کنٹرول کیا جائے، کیونکہ تیز رفتاری سے بڑھتی ہوئی آبادی تمام مسائل کی جڑ ہے اگر آبادی پر کنٹرول پایا جائے تو بہت سے ماحولیاتی مسائل سے چھٹکارا حاصل کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً گاڑیوں کی تعداد میں کمی، مجموعی ضروریات زندگی میں کمی اور کوئلہ کھدائی کی پیداوار میں کمی کی جاسکتی ہے۔
- ۲۔ ماحولیاتی تعلیم ضروری قرار دی جائے اگر تمام ماحولیاتی مسائل اور ان کا حل لوگوں تک بذریعہ تعلیم پہنچا دیا جائے تو کسی حد تک ماحولیاتی آلودگی پر قابو پایا جاسکتا ہے۔
- ۳۔ گاؤں میں خواتین کو بر کے اگلے نہ بنائیں بلکہ اس کو بر کو بطور کھاد استعمال کریں تاکہ کو بر سے جراثیم اور دوسرے ذرات ہوا میں شامل نہ ہو سکیں جو کہ مختلف بیماریوں کا باعث بن سکتے ہیں۔
- ۴۔ کوڑا کرکٹ اور گندگی کو مناسب طریقے سے ٹھکانے لگایا جائے۔
- ۵۔ شہروں میں بے جا گاڑیوں کے استعمال سے پرہیز کیا جائے۔ اگر پبلک ٹرانسپورٹ دستیاب ہے تو اسے استعمال کریں۔
- ۶۔ پوسٹھین (پلاسٹک) کے لفافے کو کم از کم استعمال میں لائیں۔
- ۷۔ شور و غل (صوتی آلودگی) سے پرہیز کریں۔
- ۸۔ شہروں میں لوگ ایئر کنڈیشنرز کا استعمال کم کریں۔
- ۹۔ سوئی گیس اور کولے کا استعمال بلا ضرورت نہ کریں۔
- ۱۰۔ حقہ، سگریٹ نوشی اور تمباکو نوشی سے پرہیز کریں۔
- ۱۱۔ شہروں میں گنجان آبادی کے درمیان صنعتیں لگانے کی بجائے شہر سے باہر لگائی جائیں۔
- ۱۲۔ کارخانوں اور فیکٹریوں کے زہریلے مادے بے ضرر کر کے ٹھکانے لگائے جائیں۔
- ۱۳۔ فصلوں، کھیتوں اور باغات میں ضرورت سے زائد کیڑے مار دواؤں کا چھڑکاؤ نہ کیا جائے۔
- ۱۴۔ زیادہ سے زیادہ درخت لگائے جائیں۔

- ۱۵۔ سیم اور تھور زدہ علاقوں میں ناریل، کھجور اور امرود کے درخت لگائے جائیں۔
 - ۱۶۔ کوڑا کرکٹ اور گندگی دریاؤں میں نہ پھینکیں۔
 - ۱۷۔ عطر Perfumes اور دوسری خوشبوئیاں کا بے جا استعمال نہ کیا جائے۔
 - ۱۸۔ ڈیزل گاڑیاں بالکل استعمال نہ کی جائیں۔
 - ۱۹۔ وی ہیکل Vehicles یعنی ذرائع آمدورفت کا استعمال کم سے کم کیا جائے۔
- اگر ان تمام اقدامات پر صحیح طریقے سے عمل کیا جائے تو ہمارا ماحول آلودہ ہونے سے بچ سکتا ہے۔

۳ء۳۔ خود آزمائی نمبر ۳

- مندرجہ ذیل سوالوں کے مختصر جواب تحریر کریں۔
- ۱۔ ماحولیات سائنس کیا ہے۔
 - ۲۔ آبادی پر کنٹرول کر کے کن مسائل سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے؟
 - ۳۔ ماحول کے بارے میں غور و فکر کی کیا ضرورت ہے؟
 - ۴۔ سیم و تھور زدہ علاقوں میں کس قسم کے درخت لگا کر زمین کو بچایا جاسکتا ہے؟
 - ۵۔ ماحولیاتی سائنس کا کیا مقصد ہے؟

۴۔ تشریحات

آس پاس	گرد و نواح
حاصل کرنا	حصول
پوشیدہ، غائب، چھپا ہوا	ناپید
کم ملنے والا، قیمتی	نایاب
زمین کی سطح	روئے زمین
زیادہ آبادی	گنجان آباد
آواز کی گندگی	صوتی آلودگی
ایک	انفرادی
اچھی طرح	بخوبی
بات سمجھانا، بات منوانا	بات باور کروانا
خوف	اندیشہ
چارہ، تلافی	تدارک

۵۔ جوابات

خود آزمائی نمبر ۱

سوال نمبر ۱۔ ۱۔ صحیح ۲۔ صحیح ۳۔ غلط ۴۔ غلط ۵۔ غلط
سوال نمبر ۲۔ ۱۔ قدرتی ۲۔ سرد ۳۔ ماحول ۴۔ قدرتی ۵۔ فطری

خود آزمائی نمبر ۲

سوال نمبر ۱۔

یونٹ کے سیکشن نمبر ۲ کا مطالعہ کریں۔

سوال نمبر ۲۔ ۱۔ ایک کروڑ ۲۔ جنگلات ۳۔ آبادی کو کنٹرول کیا جائے

خود آزمائی نمبر ۳

یونٹ کے سیکشن نمبر ۳ کا مطالعہ کریں۔

پاکستان اور عالمی برادری

تحریر ڈاکٹر امان اللہ میمن

نظر ثانی ڈاکٹر سلمان ہمایوں

یونٹ کا تعارف

اس یونٹ میں پاکستان کے خارجہ تعلقات کے متعلق بتایا جا رہا ہے کہ خارجہ پالیسی یا خارجہ حکمت عملی کسے کہتے ہیں؟ اور خارجہ پالیسی بنانے یا متعین کرنے کے لئے کون سے عوامل کارفرما ہوتے ہیں؟ اس کے بعد پاکستان کے پڑوسی ممالک کے ساتھ تعلقات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ پاک امریکہ تعلقات، پاکستان کی اسلامی اتحاد کے لئے کوششیں اور اقوام متحدہ میں پاکستان کے کردار پر بحث کی گئی ہے۔

یونٹ کے مقاصد

- ہمیں امید ہے کہ یہ یونٹ پڑھنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ
- ۱۔ خارجہ پالیسی کی تعریف اور پاکستان کے خارجہ تعلقات کے بارے میں جائزہ لے سکیں۔
 - ۲۔ پاکستان کے پڑوسی ممالک اور امریکہ کے ساتھ تعلقات پر بات چیت کر سکیں۔
 - ۳۔ بین الاقوامی امن و سلامتی کے لئے اقوام متحدہ کی کی گئی کوششوں میں پاکستان کے کردار پر روشنی ڈال سکیں اس کے علاوہ اقوام متحدہ کے مقاصد، کارکردگی اور بنیادی اداروں کو واضح کر سکیں۔

فہرست مضامین

255	یونٹ کا تعارف
255	یونٹ کے مقاصد
258	۱۔ خارجہ پالیسی
258	۱ء۱۔ قومی سلامتی
258	۱ء۲۔ تاریخی و جغرافیائی عوامل
259	۱ء۳۔ نظریاتی عوامل
259	۱ء۴۔ خود آزمائی نمبر ۱
260	۲۔ پاکستان کے پڑوسی ممالک کے ساتھ تعلقات
261	۲ء۱۔ پاک بھارت تعلقات
261	۲ء۲۔ پاک چین تعلقات
262	۲ء۳۔ پاک افغان تعلقات
263	۲ء۴۔ پاک ایران تعلقات
264	۲ء۵۔ خود آزمائی نمبر ۲
265	۳۔ پاکستان اور اسلامی دنیا
265	۳ء۱۔ اسلامی کانفرنس
266	۳ء۲۔ خود آزمائی نمبر ۳
267	۴۔ پاک امریکہ تعلقات
268	۴ء۱۔ خود آزمائی نمبر ۴
269	۵۔ پاکستان اور اقوام متحدہ
270	۵ء۱۔ اقوام متحدہ کے خصوصی ادارے
270	۵ء۲۔ جنرل اسمبلی

270

271

272

273

۵۰۳۔ سلامتی کونسل

۶۔ خود آزمائی نمبر ۵

۷۔ تشریحات

۸۔ جوابات

۱۔ خارجہ پالیسی

جیسا کہ کوئی فرد معاشرے سے کٹ کر اپنی ضروریات زندگی پورا کرنے سے قاصر رہ جاتا ہے۔ اسی طرح کسی ملک کے لئے بھی یہ تقریباً ناممکن ہے کہ وہ دنیا کے باقی ممالک سے لاتعلق رہ کر اپنے مفادات حاصل کر سکے۔ ہر ملک اپنی سیاسی، اقتصادی اور دفاعی مفادات حاصل کرنے کے لئے دوسرے ممالک سے تعلقات قائم کرتا ہے اور ان کے فروغ کے لئے حکمت عملیان مرتب کرتا ہے۔ اس عمل کو خارجہ پالیسی کہتے ہیں۔

ہر ملک اپنی خارجہ پالیسی کا تعین کرتے وقت مندرجہ ذیل عوامل کو بنیادی اہمیت کا حامل سمجھتا ہے۔

۱۶۱۔ قومی سلامتی

خارجہ پالیسی متعین کرتے وقت قومی مفادات اور سلامتی کو بنیادی اہمیت دی جاتی ہے۔ یہ کہنا بالکل بجا ہو گا کہ قومی سلامتی خارجہ پالیسی کا محور ہوتی ہے۔

کسی ملک کے ساتھ تعلقات استوار کرتے وقت یا تعلقات کو فروغ دیتے وقت یہ بات مد نظر رکھی جاتی ہے کہ ان تعلقات کا ملکی وحدت، یک جہتی، قومی سلامتی پر کوئی منفی اثر مرتب نہ ہو۔ اور ان تعلقات سے ملک کے اقتصادی، سیاسی اور فوجی مفادات متاثر نہ ہوں۔

۱۶۲۔ تاریخی و جغرافیائی عوامل

خارجہ پالیسی مرتب کرتے وقت پڑوسی ممالک کے ساتھ روابط کے تاریخی پس منظر کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ پڑوسی ممالک کے ساتھ تنازعات کسی بھی ملک کی خارجہ پالیسی متعین کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ آپ کو بخوبی علم ہے کہ پاکستان متحدہ ہندوستان کی تقسیم کے نتیجے میں ایک آزاد ریاست کے طور پر وجود میں آیا تھا۔ تقسیم ہند کے تاریخی عمل کے دوران جو تنازعات اٹھ کھڑے ہوئے تھے، آج وہی تنازعات پاکستان اور ہندوستان کے ناخوشگوار تعلقات کی بنیادی وجوہات بنے ہوئے ہیں۔

ان تنازعات میں کشمیر کا تنازعہ سرفہرست ہے جو پاکستان اور ہندوستان کے درمیان ناخوشگوار تعلقات کی سب سے

بڑی وجہ بنا ہوا ہے۔

تقسیم ہند کے وقت یہ اصول طے پایا تھا کہ وہ علاقے جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں پاکستان کا حصہ بنیں گے اور جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے وہ علاقے ہندوستان میں شامل ہوں گے۔ اس بنیادی اصول کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کانگرس رہنماؤں نے انگریزوں کی مدد سے کشمیر پر قبضہ کر لیا۔

تاریخ کے اسی واقع کے اثرات آج بھی پاک بھارت تعلقات پر نمایاں طور پر اثر انداز نظر آتے ہیں۔

نہ صرف پاک بھارت تعلقات بلکہ افغان تعلقات کی بھی جغرافیائی اور تاریخی عوامل کی روشنی میں تشریح کی جاسکتی ہے۔ قیام پاکستان سے پیشتر افغانستان نے پاکستان اور افغانستان کی سرحدی لائن (ڈیورنڈ لائن) کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے پاکستان کے بڑے حصے پر اپنے حق کا دعویٰ کر دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ افغانستان نے اقوام متحدہ میں پاکستان کی رکنیت کی بھی مخالفت کی۔ اس تاریخی حقائق کی وجہ سے بڑے عرصے تک پاکستان اور افغانستان کے تعلقات ناخوشگوار رہے ہیں جن کی تفصیل آپ آئندہ صفحات میں پڑھیں گے۔

مندرجہ بالا مثالوں کی روشنی میں ہم یہ وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ خارجی پالیسی متعین کرنے کے عمل میں تاریخی اور جغرافیائی عوامل بنیادی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔

۱۶۳۔ نظریاتی عوامل

کسی ملک کی خارجہ پالیسی مرتب کرنے میں نظریاتی عوامل کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ پاکستان کا قیام اسلامی نظریے کے تحت عمل میں آیا تھا۔ اس لئے اسلامی ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات قائم کرنا پاکستان کی خارجہ پالیسی کا اہم نکتہ ہے۔

۱۶۴۔ خود آزمائی نمبر ۱

مختصر جواب تحریر کریں؟

- ۱۔ خارجہ پالیسی کی تعریف بیان کریں۔
- ۲۔ خارجہ پالیسی کی بنیادی کوئی کیا ہے؟
- ۳۔ ڈیورنڈ لائن کسے کہتے ہیں؟
- ۴۔ کسی ملک کی خارجہ پالیسی متعین کرتے وقت کون سے تین عوامل کو مد نظر رکھا جاتا ہے؟

۲۔ پاکستان کے پڑوسی ممالک کے ساتھ تعلقات

پاکستان کے پڑوسی ممالک سے تعلقات کا جائزہ لینے سے پہلے آئیے ہم ایشیا کے نقشے کا بغور جائزہ لیتے ہیں۔ اس سے آپ کو بخوبی آگہی ہوگی کہ پاکستان کے جنوب میں بحیرہ عرب واقع ہے۔ جبکہ مشرق میں ہندوستان، شمال میں چین، شمال مغرب میں افغانستان اور جنوب مغرب میں ایران واقع ہے۔



نقشے کے اس مطالعے کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان کی سرحدیں چار ممالک ہندوستان، چین، افغانستان اور ایران سے ملتی ہیں۔ آئیے! اب ہم ان ممالک کے ساتھ تعلقات کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔

۲۶۱۔ پاک بھارت تعلقات

پاکستان کے خارجہ تعلقات میں پاکستان اور بھارت کے تعلقات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے کیونکہ ہندوستان کے ساتھ پاکستان کے تعلقات ہمیشہ سے کشیدہ ہی رہے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی اور اہم وجہ تو آپ پہلے بھی پڑھ چکے ہیں کہ ہندوستان نے تقسیم ہند کے بنیادی اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کشمیر پر زبردستی قبضہ کر لیا تھا۔ آئیے اس کی تفصیلات جانتے ہیں۔

مسئلہ کشمیر

متحدہ ہندوستان میں تقریباً ۵۸۴ ریاستیں تھیں۔ یہ ریاستیں اپنے انتظامی معاملات میں مکمل طور پر آزاد تھیں۔ لیکن ان کا دفاع اور امور خارجہ برطانوی سرکار کے ذمہ تھے۔ ۱۹۴۷ء کی تقسیم ہند کے قانون کے تحت ان ریاستوں کو پاکستان یا ہندوستان سے الحاق کا حق دیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں یہ اصول طے پایا تھا کہ ریاستوں کے حکمران الحاق کا فیصلہ کرتے وقت اپنی ریاست کے عوام کی خواہشات اور جغرافیائی حقائق کو مد نظر رکھیں گے۔ اس اصول کی روشنی میں حیدر آباد دکن اور جونانگرہ کے مسلمان حکمرانوں نے جب پاکستان سے الحاق کے فیصلے کا اعلان کیا تو ہندوستان نے اس فیصلے کی اس بنیاد پر مخالفت کی کہ جیسا کہ حیدر آباد دکن اور جونانگرہ کی آبادی کی اکثریت ہندوؤں کی ہے اس لئے یہ ریاستیں پاکستان میں شامل نہیں ہو سکتیں۔

جبکہ ریاست جموں و کشمیر کے ہندو راجہ نے اپنی ریاست کی غالب اکثریت جو مسلمانوں پر مشتمل تھی کا خیال کئے بغیر ہندوستان سے الحاق کا فیصلہ کیا تو پاکستان کے اعتراض کی پرواہ کئے بغیر ہندوستانی فوج کشمیر میں داخل ہو گئی۔ اس طرح ہندوستان کشمیر پر قابض ہو گیا۔ اس دن سے پاکستان اور ہندوستان کے درمیان کشمیر کا مسئلہ ناخوشگوار تعلقات کی سب سے بڑی وجہ بنا ہوا ہے۔

اس مسئلے پر پاکستان اور ہندوستان کے درمیان ۱۹۴۸ء اور ۱۹۶۵ء میں دو جنگیں لڑی جا چکی ہیں۔ جب تک پاکستان اور ہندوستان کے درمیان یہ تنازعہ حل نہیں ہوتا تب تک ان دو پڑوسی ممالک کے درمیان خوشگوار تعلقات کے قیام کی امید رکھنا عبث ہے۔

۲۶۲۔ پاک چین تعلقات

اکتوبر ۱۹۴۹ء میں عوامی جمہوریہ چین کا قیام عمل میں آیا۔ جنوری ۱۹۵۰ء کو پاکستان نے چین کو تسلیم کرنے کا اعلان

کر دیا اور جب اقوام متحدہ میں عوامی جمہوریہ چین کی رکنیت کا معاملہ اٹھا تو پاکستان نے چین کی بھرپور حمایت کی۔ اس لئے کہنا بجا ہو گا کہ پاکستان اور چین کے تعلقات ابتدا ہی سے خوشگوار رہے ہیں۔ لیکن ان تعلقات میں گرم جوشی ۱۹۶۲ء کے بھارت جنگ کے بعد رونما ہوئی۔

چین اور ہندوستان کی کشیدگی نے قدرتی طور پر پاکستان کو چین کے قریب کر دیا۔ ۱۹۶۳ء میں پاکستان اور چین سرحدی معاہدہ کیا اس معاہدے کی رو سے چین پاکستان کے حق میں اپنے ۱۳۵۰ مربع میل کے علاقے سے دستبردار ہو گیا اس کے علاوہ چین نے ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں میں پاکستان کی بھرپور امداد کی۔ یہی وجہ ہے کہ پاک چین دوستی کو پاکستان کی خارجہ پالیسی میں بڑی اہمیت کا حامل سمجھا جاتا ہے۔

کیونکہ بین الاقوامی معاملات میں ان دونوں ممالک کا نقطہ نظر ایک دوسرے کے کافی قریب ہے۔ ان دونوں ممالک کے درمیان اچھے تجارتی تعلقات قائم ہیں۔

۲۶۳۔ پاک افغان تعلقات

افغانستان پاکستان کا قریبی پڑوسی ملک ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ان دونوں اسلامی ممالک کے روابط کی تاریخ کوئی خوشگوار نہیں ہے۔

قیام پاکستان کے فوراً بعد افغانستان نے پاکستان کے سرحدی صوبے کے بہت بڑے علاقے پر اپنا حق جتنا شروع کیا، پاکستان اور افغانستان کی سرحدی لائن (ڈیورنڈ لائن) کو ماننے سے انکار کر دیا اور پختونستان کا مسئلہ کھڑا کر کے پاکستان میں علیحدگی پسندانہ رجحانات کو ہوا دینا شروع کی۔ ان وجوہات کی بنا پر پاکستان اور افغانستان کے تعلقات میں شروع ہی سے کشیدگی رہی ہے۔ ۱۹۶۸ء میں پاکستان اور افغانستان کے درمیان خوشگوار تعلقات کا آغاز ہوا جب افغانستان کے بادشاہ ظاہر شاہ نے پاکستان کا دورہ کیا۔ لیکن جلد ہی ایوب خان کے خلاف رونما ہونے والی عوامی تحریک کے نتیجے میں تعلقات کے فروغ میں کوئی پیش رفت نہ ہو سکی۔ ظاہر شاہ کے بعد صدر داؤد افغانستان کے حکمران بنے۔

ابتداء میں انہوں نے کشیدگی کو فروغ دیا لیکن بعد میں انہوں نے تعلقات کو بہتر بنانے کے لئے مثبت اقدامات اٹھائے۔ ۱۹۷۸ء میں صدر داؤد کا تختہ الٹ دیا گیا اور کمیونسٹوں نے ملک کی باگ ڈور سنبھال لی۔ کمیونسٹ حکمران نور محمد ترکئی نے اقتدار سنبھالتے ہی پاکستان سے کشیدگی کی راہ اختیار کی اور پختونستان کے مسئلے کو پھر سے اٹھانا شروع کر دیا۔ ۱۹۷۹ء میں روسی فوجیں افغانستان میں داخل ہوئیں اور افغان عوام روسی جارحیت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔

ایسے مشکل وقت میں پاکستانی عوام اور حکومت نے افغان عوام کی بھرپور امداد کی۔ لاکھوں کی تعداد میں افغان

ہن کو اپنی سرزمین پر پناہ دی اور روس کے خلاف آزادی کی جنگ میں افغانیوں کی مالی اور اخلاقی امداد کی یہ امداد اس وقت تک جاری رہی جب تک روسی فوجیں افغانستان چھوڑ کر واپس نہ چلی گئیں۔

جب روسی فوجوں کے افغانستان سے جانے کے بعد افغان جماد نے خانہ جنگی کی صورت اختیار کی تب بھی پاکستان عاقلانہ میں امن قائم کرنے اور قتل و غارت رکوانے رکوانے کے لئے حتی الوسع کوشش کرتا رہا ہے۔

پاکستان اور افغانستان کے تعلقات میں تھوڑا سا تناؤ پایا جاتا ہے۔ افغانستان کی حکومت (ربانی حکومت) نے پاکستان پر یہ الزام عائد کیا ہے کہ وہ ان کے مخالفوں کی پشت پناہی کرتا ہے جبکہ پاکستان نے واضح الفاظ میں اس الزام کی تردید کی ہے اور یہ موقف اختیار کیا ہے کہ افغانستان کی خانہ جنگی اس کا اندرونی معاملہ ہے۔

۲۶۴۔ پاک ایران تعلقات

پاکستان اور ایران کے تعلقات شروع ہی سے بہت خوشگوار رہے ہیں۔ پاکستان کی آزاد ریاست کو سب سے پہلے تسلیم کرنے والا ملک ایران تھا۔ پاکستان اور ایران متحدہ اقتصادی و ثقافتی معاہدوں میں شریک رہے ہیں۔

۱۹۶۴ء میں پاکستان اور ایران نے ترکی کی شراکت سے اقتصادی اور ثقافتی تنظیم آرسی ڈی Regional Cooperation for development (علاقائی تعاون برائے ترقی) قائم کی۔ اس تنظیم کے قیام کے بعد تینوں ممالک نے تجارت، صحت، ذرائع نقل و حمل، سیروسیاحت اور جہاز رانی کے علاوہ کئی اور شعبوں میں ایک دوسرے سے تعاون کر کے اپنے ممالک کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۹ء میں ایران میں انقلاب کے بعد یہ تنظیم غیر موثر ہو کر رہ گئی پانچ سال کے عرصے کے بعد ۱۹۸۴ء میں نئے سرے سے اس تنظیم کو فعال بنانے کے لئے اقدامات اٹھائے گئے۔ اب اس تنظیم نے Economic Cooperation Organization (ای سی او) معاشی تعاون کی تنظیم کے نئے نام سے کام کا آغاز کر دیا ہے۔

ابتداء میں تین ممالک پاکستان، ایران اور ترکی اس تنظیم کے ممبر تھے لیکن سویت یونین کے خاتمے کے نتیجے میں آزاد ہونے والی وسطی ایشیائی مسلم ریاستوں نے بھی اس تنظیم کی رکنیت کی خواہش کا اظہار کیا۔ فروری ۱۹۹۲ء میں تہران میں منعقد ہونے والے (ای سی او) سربراہ کانفرنس میں سے سات میں سے پانچ وسطی ایشیائی ریاستوں نے ای سی او میں شرکت اختیار کی۔ اس طرح اس تنظیم کا دائرہ وسیع ہو گیا۔

ماہرین کا خیال ہے کہ یہ تعاون اسلامی ممالک کے اتحاد کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے۔

۲۶۵۔ خود آزمائی نمبر ۲

سوال نمبر ۱۔ مندرجہ ذیل بیانات میں سے غلط بیان کو درست کر کے لکھیں؟

- ۱۔ حیدر آباد ریاست کا راجہ ہندو اور آبادی کی اکثریت مسلمان تھی۔
 - ۲۔ جونا گڑھ اور کشمیر کے حالات میں قدر مشترک تھا کہ دونوں ریاستوں کے راجہ مسلمان تھے جبکہ آبادی کی اکثریت ہندوؤں پر مشتمل تھی۔
- سوال نمبر ۲۔ خالی جگہ پر کریں۔

- ۱۔ آرسی ڈی کی جگہ پر جو نئی تنظیم قائم کی گئی ہے اس کا نام ہے۔
- ۲۔ پاکستان اور چین کے درمیان میں سرحدی معاہدہ ہوا۔
- ۳۔ پاکستان کی سرزمین اور ممالک کے ساتھ ملتی ہے۔
- ۴۔ ۱۹۴۸ء اور ۱۹۶۵ء میں پاکستان اور ہندوستان کے درمیان کے مسئلہ پر جنگیں ہوئی تھیں۔
- ۵۔ نے سب سے پہلے پاکستان کو تسلیم کیا تھا۔

۳۔ پاکستان اور اسلامی دنیا

ایک اسلامی ملک ہونے کے ناطے مسلم ممالک سے خوشگوار تعلقات قائم کرنا پاکستان کی خارجہ پالیسی کا ایک اہم اصول ہے۔

اسلامی دنیا کے مسائل چاہے وہ قریبی مسلمانوں کا مسئلہ ہو یا فلسطینی مسلمانوں کا یا پھر بوسنیا کے مسلمانوں کا پاکستان نے ہمیشہ ان کے حقوق کے لئے جدوجہد کی ہے۔
پاکستان اسلامی دنیا کا سرگرم رکن رہا ہے۔

۳۱۔ اسلامی کانفرنس

۲ اگست ۱۹۶۹ء کو جب یہودیوں نے مسجد اقصیٰ کو نذر آتش کیا تو مسلمانان عالم میں غم و غصہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اس وقت عالم اسلام میں مسلم اتحاد کی اہمیت کو بڑی شدت سے محسوس کیا گیا جس کے نتیجے میں ستمبر ۱۹۶۹ء کو مراکش کے شہر رباط میں مسلم سربراہان کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں ۲۴ سربراہان مملکت نے شرکت کی۔
دوسری اسلامی سربراہ کانفرنس فروری ۱۹۷۲ء کو لاہور میں منعقد ہوئی۔
پاکستان نے نہ صرف اس کانفرنس کی میزبانی کی خدمات سرانجام دیں بلکہ عالم اسلام کے ۳۸ سربراہان کو ایک مقام پر اکٹھا کر کے اسلامی اتحاد کی شاندار مثال قائم کی۔

تیسری اسلامی کانفرنس سعودی عربیہ کے شہر طائف میں ۱۹۸۱ء میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں بھی دوسری سربراہ کانفرنس کی طرح کثیر تعداد میں مسلم سربراہوں نے شرکت کی۔ کانفرنس کے اختتامی اجلاس میں اعلان کئے جاری ہوئے جس میں اقوام متحدہ سے مطالبہ کیا کہ مشرق وسطیٰ میں امن قائم کرنے کے لئے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ اسرائیل کے عزائم کی پختگی کی جائے۔ اس کانفرنس میں یہ بھی فیصلہ ہوا کہ آئندہ ہر تین سال بعد اسلامی سربراہ کانفرنس بلائی جائے۔ اس فیصلے کی رو سے چوتھی اسلامی کانفرنس کا انعقاد ۱۹۸۴ء میں مراکش میں ہوا۔ اس اجلاس میں بڑی طاقتوں سے بھرپور مطالبہ کیا گیا کہ افغانستان سے روسی فوجیں واپس بلائی جائیں اور فلسطین ریاست کا قیام عمل میں لایا جائے۔ اس کانفرنس میں ایران اور عراق سے پر زور اپیل کی گئی کہ وہ جنگ بندی کر کے اپنے تنازعات کو پرامن طریقے سے حل کریں۔
پانچویں سربراہ کانفرنس کویت میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس کے اختتام پر اعلانیہ کویت جاری کیا گیا۔ جس میں مسلم

ممالک کے درمیان اقتصادی تعاون کی اہمیت پر زور دیا گیا۔ اس کے ساتھ مسلم ممالک سے اپیل کی گئی کہ اپنے اندرونی مسائل اسلامی بھائے چارے کے روشن اصول کی روشنی میں حل کریں۔
چھٹی اسلامی کانفرنس ڈاکار (سینگال) میں دسمبر ۱۹۹۱ء میں منعقد ہوئی تھی۔ اس کانفرنس میں بھی مسلم دنیا کو درپیش مسائل زیر غور رہے۔

۳۶۲۔ خود آزمائی نمبر ۳

مختصر جواب تحریر کریں۔

- ۱۔ مسجد اقصیٰ کو نذر آتش کرنے کا افسوس ناک واقعہ کب وقوع پذیر ہوا؟
- ۲۔ پہلی اسلامی سربراہ کانفرنس کب اور کس شہر میں منعقد ہوئی تھی؟
- ۳۔ پاکستان نے کون سی سربراہی کانفرنس کی میزبانی کی تھی؟
- ۴۔ اعلان مکہ کون سی سربراہ کانفرنس میں جاری کیا گیا تھا؟
- ۵۔ ہر تین سال کے بعد اسلامی سربراہ کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کون سی سربراہ کانفرنس میں ہوا تھا؟

۴۔ پاک امریکہ تعلقات

قیام پاکستان کے فوراً بعد پاکستان کو دو بڑے مسائل درپیش تھے۔ ایک اقتصادی بد حالی پر قابو پانا دوسرے ہندوستان اور افغانستان کی طرف سے ممکنہ خطرات سے نمٹنا۔ ان دو مسائل سے نبرد آزما ہونے کے لئے پاکستان نے ایسے دوست ممالک کی تلاش شروع کر دی جو اس کے اقتصادی حالات اور دفاعی صلاحیت کو بہتر بنانے میں تعاون اور امداد کر سکے۔ ان مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے پاکستان امریکہ اور مغربی ممالک کے ساتھ دفاعی اور اقتصادی معاہدوں میں شریک ہوا۔ ۱۹۵۴ء میں پاکستان نے South East Asia Treaty Organization سینٹو میں شرکت اختیار کی جبکہ ایک سال کے بعد ۱۹۵۵ء میں پاکستان ایسے ہی ایک اور معاہدے میں شامل ہوا جس کو سینٹو Central Treaty Organization کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان نے امریکہ سے دوطرفہ معاہدوں پر بھی دستخط کئے۔

ان معاہدوں میں شامل ہونے کا بنیادی مقصد یورپ اور امریکہ سے دفاعی اور اقتصادی مدد حاصل کر کے اپنے دفاع اور اقتصادی حالات کو بہتر بنانا تھا۔ ۱۹۶۲ء تک پاک امریکہ تعلقات بہت خوشگوار رہے لیکن ۱۹۶۲ء کی چین ہندوستان جنگ کے نتیجے میں جب یورپ اور امریکہ نے پاکستان کے اعتراض کے باوجود ہندوستان کو ہتھیار فراہم کئے تو پاکستان اور امریکہ کے تعلقات پر بڑے اثرات مرتب ہوئے۔ پاکستان کو اس بات کا خدشہ تھا کہ ہندوستان کو ملنے والے یہ ہتھیار بالآخر پاکستان ہی کے خلاف استعمال ہوں گے۔

تین سال بعد ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ نے پاکستان کے ان خدشات کو صحیح ثابت کر دیا۔ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں امریکہ اور یورپی ممالک نے دفاعی معاہدوں کے باوجود پاکستان کی کوئی مدد نہیں کی بلکہ التافوجی و اقتصادی پابندیاں عائد کر دیں۔ ۱۹۷۱ء والی پاک بھارت جنگ کے دوران امریکہ کا رویہ ۱۹۶۵ء سے زیادہ مختلف نہ تھا۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کے مشکل حالات میں دوستوں کی طرف سے کوئی امداد نہ ملنے کی وجہ سے پاکستان نے اپنی امریکہ نواز خارجہ پالیسی پر پھر سے غور کرنا شروع کیا۔

۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کے تجربات کے بعد ایک اور اہم واقعہ رونما ہوا جس نے پاکستان اور امریکہ کے تعلقات پر بہت ہی بڑے اثرات مرتب کئے۔ ۱۹۷۲ء میں پاکستان نے فرانس کے ساتھ ایٹمی ری پروسنگ پلانٹ خریدنے کا معاہدہ کیا تو امریکہ نے اس معاہدہ کی شدید مخالفت کی اور فرانس پر معاہدہ منسوخ کرنے کے لئے شدید دباؤ ڈالا۔ اس صورت حال نے پاکستان اور امریکہ کے تعلقات کی کشیدگی میں اضافہ کر دیا۔

حاصل مطلب یہ کہ ۱۹۶۲ء سے ۱۹۷۷ء تک پاکستان اور امریکہ کے تعلقات میں کشیدگی رہی لیکن ۱۹۷۹ء میں روسی فوجیں افغانستان میں داخل ہوئیں تو ایک دفعہ پھر پاکستان امریکہ کی نظر میں ایک اہم ملک بن گیا۔ روس کے خطرے کے پیش نظر امریکہ نے پاکستان اور افغانستان مجاہدین کو فوجی و اقتصادی امداد دینا شروع کر دی۔ لیکن جب فروری ۱۹۸۹ء میں روسی فوجیں افغانستان سے واپس چلی گئیں تو ایک دفعہ پھر پاکستان امریکہ کے لئے ایک غیر اہم ملک بن گیا۔ اور پاکستان کے ایٹمی پروگرام پر امریکہ کی طرف سے سخت اعتراضات کئے گئے نہ صرف یہ بلکہ پاکستان کو فوجی امداد پر پابندی لگا دی گئی۔

۱۹۹۵ء اور ۱۹۹۶ء کے درمیان حکومت کی کوششوں سے پاکستان اور امریکہ کے تعلقات میں کافی بہتری پیدا ہوئی ہے۔ پاکستان امریکہ کا اعتماد حاصل کرنے میں کامیاب ہوا ہے جس کے نتیجے میں پاکستان کی رکی ہوئی فوجی امداد پھر سے بحال ہوئی ہے۔

۴۔۱۔ خود آزمائی نمبر ۴

مندرجہ ذیل دیئے گئے غلط بیانات کو درست کر کے لکھیں۔

- ۱۔ ۱۹۷۲ء میں پاکستان نے چین کے ساتھ ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ خریدنے کا معاہدہ کیا؟ جس کی فرانس نے شدید مخالفت کی۔
- ۲۔ قیام پاکستان کے بعد پاکستان کو دو بڑے مسائل درپیش تھے پانی کا مسئلہ مہاجروں کی آباد کاری کا مسئلہ۔
- ۳۔ ان مسائل سے نبرد آزما ہونے کی غرض سے پاکستان 'امریکہ اور یورپی ممالک کے ساتھ دفاعی اور اقتصادی معاہدوں میں شریک ہوا۔
- ۴۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کے تجربات نے پاکستان اور امریکہ کی دوستی کو پہلے سے مضبوط بنا دیا۔
- ۵۔ ۱۹۷۹ء میں جب روسی فوجیں افغانستان میں داخل ہوئیں تو ایک بار پھر امریکہ نے پاکستان کی فوجی اور اقتصادی امداد بند کر دی۔

۵۔ پاکستان اور اقوام متحدہ

دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا کے اکثر ممالک کی یہ خواہش تھی کہ کوئی ایسا بین الاقوامی ادارہ قائم کیا جائے جو مستقبل میں کسی اور عالمی جنگ کے خطرے کو روک سکے۔ اسی خواہش کو عملی جامہ پہناتے ہوئے اقوام متحدہ کا ادارہ قائم کیا گیا۔

اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق اس عالمی ادارے کے مندرجہ ذیل مقاصد ہیں۔

- عالمی امن کے لئے کوشش کرنا۔

- بین الاقوامی تنازعات کو بین الاقوامی قوانین کی روشنی میں حل کرنا۔

- رکن ممالک کی آزادی، خود مختاری اور اقتدار اعلیٰ کا احترام کرنا۔

- دنیا کے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی ترقی کے لئے رکن ممالک میں تعاون کو فروغ دینا۔

- رنگ، زبان، مذہب، جنس کی تمیز کے بغیر انسانی حقوق اور آزادی کا احترام کرنا۔

- دوسرے ممالک کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہ کرنا۔

اقوام متحدہ کے چارٹر میں دیئے گئے مذکورہ بالا اصول پاکستان کی خارجہ پالیسی کے اصولوں میں شامل ہیں۔ اور ان اصولوں کی روشنی میں پاکستان کی یہ کوشش بھی ہے کہ کشمیر کے مسئلے کو اقوام متحدہ کی قراردادوں کی روشنی میں حل کیا جائے۔ پاکستان نے ہمیشہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کا احترام کیا ہے اور سخت ترین مشکلات کے باوجود ان قراردادوں کی حمایت کی ہے۔ اس کی سب سے بڑی مثال اقوام متحدہ کی عراق کے خلاف قراردادیں تھیں۔ اس موقع پر پاکستان نے شدید عوامی دباؤ کے باوجود اپنی بین الاقوامی ذمہ داریاں نبھائیں۔

اس کے علاوہ دنیا میں امن کے قیام کے لئے اقوام متحدہ کی امن فوج میں بھی پاکستان اپنا کردار ادا کرتا رہا ہے۔

ماضی میں اس کی مثال ایران اور حال میں صومالیہ ہے۔ جب ہالینڈ ایران کا علاقہ انڈونیشیا کے حوالہ کیا گیا تھا تو پاکستانی فوج نے عبوری مدت کے لئے ایران میں قیام امن کے لئے اہم خدمات سرانجام دی تھیں۔ حال ہی میں جب صومالیہ خانہ جنگی کی پلٹ میں آیا تو اقوام متحدہ نے وہاں امن فوج بھیجنے کا فیصلہ کیا تو پاکستان نے اپنے جوان صومالیہ بھیج کر بین الاقوامی امن کے قیام میں اپنا کردار ادا کیا۔

۵۶۱۔ اقوام متحدہ کے خصوصی ادارے

پاکستان اقوام متحدہ کے مندرجہ ذیل مخصوص اداروں میں بھی اپنا کردار ادا کرتا رہا ہے۔

۱۔ ادارہ خوراک Food and Agriculture Organization (FAO)

۲۔ عالمی ادارہ صحت World Health Organization (WHO)

۳۔ بچوں کا عالمی فنڈ United Nation's International Children's Emergency Fund (UNICEF)

۴۔ بین الاقوامی تعلیمی سائنس و ثقافتی ادارہ United Nation's Educational Scientific and Cultural Organization (UNESCO)

۵۔ پناہ گزینوں کے لئے اقوام متحدہ کا ہائی کمشنر United Nation High Commission for Refugees (UNHR)

۶۔ بین الاقوامی ادارہ محنت International Labour Organization (ILO)

World Bank

مذکورہ بالا مخصوص اداروں کے علاوہ اقوام متحدہ کے دو بنیادی ادارے جنرل اسمبلی اور سلامتی کونسل بھی اقوام متحدہ کے چارٹر کو عالمی جامہ پہنانے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔

۵۶۲۔ جنرل اسمبلی

یہ اقوام متحدہ کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔ اقوام متحدہ کے تمام ممبر اسی ادارے کی رکنیت رکھتے ہیں۔ جنرل اسمبلی کے اجلاس میں ہر رکن ملک کے پانچ نمائندے شریک ہو سکتے ہیں۔ لیکن ہر ممبر ملک کو صرف ایک ووٹ کا حق حاصل ہوتا ہے۔ اس ادارے میں اہم نوعیت کے مسائل کے متعلق قرارداد منظور کرانے کے لئے دو تہائی اکثریت کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ عام نوعیت کے فیصلے سادہ اکثریت سے کئے جاتے ہیں۔ روایتی طور پر جنرل اسمبلی کا اجلاس ہر سال ستمبر سے دسمبر تک جاری رہتا ہے۔ لیکن خصوصی اجلاس کسی بھی وقت بلایا جاسکتا ہے۔

۵۶۳۔ سلامتی کونسل

یہ ادارہ دنیا میں امن اور سلامتی قائم رکھنے کا ذمہ دار ہے۔ اس ادارے کے کل پندرہ (۱۵) ارکان ہوتے ہیں۔ جن میں سے امریکہ، روس، برطانیہ، فرانس اور عوامی جمہوریہ چین اس ادارے کے مستقل رکن ہیں۔ سلامتی کونسل کے مستقل ارکان کو ووٹ کا حق حاصل ہوتا ہے۔ ویٹو سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی مستقل ممبر کسی قرارداد کو رد کر دے تو قرارداد منظور نہیں کی جاسکتی۔ سلامتی کونسل کے غیر مستقل ارکان جن کی تعداد ۱۰ ہوتی ہے دس سال کی مدت کے لئے منتخب ہوتے

ہیں۔ دنیا کے سب ہی ممالک کو سلامتی کونسل کی صدارت کا موقعہ ملتا ہے۔ انگریزی حروف تہجی کے اعتبار سے دنیا کے ہر ملک کو باری باری ایک ماہ کے لئے مقرر کیا جاتا ہے۔

۵۶۴۔ خود آزمائی نمبر ۵

سوال نمبر ۱۔ حسب ذیل ترتیب کو درست کر کے لکھیں۔

UNESCO

ادارہ خوراک

UNHCR

عالمی ادارہ صحت

FAO

پناہ گزینوں کے لئے اقوام متحدہ کا ہائی کمشنر

WHO

بچوں کا عالمی فنڈ

UNICEF

بین الاقوامی تعلیمی سائنس و ثقافتی ادارہ

سوال نمبر ۲۔ خالی جگہ پر کریں۔

جنرل اسمبلی کے اجلاس میں ہر ممبر ملک کے نمائندے شریک ہو سکتے ہیں۔ لیکن ان کو صرف ووٹ کا حق حاصل ہوتا ہے۔

۶۔ تشریحات

تدبیر، انتظام	حکمت عملی
بڑھانا، ترقی	فروغ
مقرر کرنا	تعیین
ایک مرکز جس پر گردش ہو	محور
قائم	استوار
ملکی طور پر ایک ہونا۔ مراد بھائی چارہ	ملکی وحدت
خراب اثر	منفی اثرات
خراب	کشیدہ
شامل کرنا، ملانا	الحاق
حاوی اکثریت	غالب اکثریت
جس نے قبضہ کیا ہو	قابض
بے کار، بلاوجہ، بے فائدہ	عبث
چھوڑنا، باز آنا	دستبردار
دیکھنا، ظاہر	رونما
شروع	پیش لفظ
سنبھالنا، چلانا	باگ ڈور
ناجائز چڑھائی، ناجائز حملہ	جارحیت
کھچاؤ	تناؤ
معاون، مددگار	پشت پناہی
رد کرنا، جواب دینا	تردید
بے اثر، جس کا اثر نہ ہو	غیر موثر
کام	فعال
کسی واقعہ کی تمہید	پیش خیمہ
منعقد ہونا	انعقاد
جھگڑے	تنازعات

مرتب	ترتیب دیا ہوا
خدا	خوف، ڈر
منسوخ	رد کرنا
عملی جامہ پہنانا	عمل کرنا
تمیز کے بغیر	کسی فرق کے سوا
دو تہائی	تین میں سے دو

۷۔ جوابات

خود آزمائی نمبر ۱

یونٹ کائیکشن نمبر ۱ دیکھیں

خود آزمائی نمبر ۲

سوال نمبر ۱۔ (۱) غلط (۲) غلط

سوال نمبر ۲۔ (۱) معاشی تعاون کی تنظیم (۲) ۱۹۶۳ء (۳) ہندوستان، چین، افغانستان، ایران (۴) کشمیر (۵) ایران

خود آزمائی نمبر ۳

یونٹ کائیکشن نمبر ۳ دیکھیں

خود آزمائی نمبر ۴

یونٹ کائیکشن نمبر ۴ دیکھیں

خود آزمائی نمبر ۵

سوال نمبر ۱۔ یونٹ کائیکشن نمبر ۵ دیکھیں

سوال نمبر ۲۔ پانچ، ایک